ابرِ رحمت

سید عتیق الرحمٰن گیلانی

طلاق کے متعلق

قرآن وسنت کی روشنی میں نئی فیصلہ کن تحقیق

طلاق کی ملکیت کا باطل تصور: ایک مولانا نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی، عدت کے بعد ایک مفتی سے اس کا نکاح ہوا۔ حنفی فقہ میں وہ مولانا بھی بدستور دو طلاق کا مالک ہے، مفتی نے دو طلاق دے کر عدت ہی میں رجوع کرلیا تو اب مفتی ایک طلاق کا مالک ہے اور پہلا شوہر مولانا دو طلاق کا۔ اگر طلاق کی ملکیت کا یہ غیر فطری تصور درست ہے تو مشترکہ مملوکہ بیوی پر پہلے شوہر دو طلاق کے مالک مولانا کا زیادہ حق ہے یا دوسرے شوہر ایک طلاق کے مفتی کا؟ **اے نامعقول!** شوہر طلاق کا مالک نہیں بلکہ طلاق اور اسکی عدت کا حق رکھتا ہے اور رجوع کا تعلق بھی عدت سے ہے۔

اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کے چیئرمین جمعیت علماء اسلام بلوچستان کے امیر مولانا محمد خان شیرانی نے مجھ سے ایک ملاقات کے دوران کہا تھا کہ آپ علماء کا پیچھا چھوڑ دیں، درسِ نظامی کے حوالہ سے آپ نے ان کو کہیں کا نہیں چھوڑا ہے۔ اگر آپ اپنی طرف سے ایک نصاب تشکیل دیں تو میرا وعدہ ہے کہ علماء اپنے مدارس میں آپ ہی کے نصاب کو پڑھائیں گے۔ آج مولانا شیرانی صاحب ایک ذمہ دار عہدے پر فائز ہیں اور میری کتاب پر بہتر اور مؤثر تبصرہ کرنے کی پوزیشن میں ہیں۔ لگتا یہ ہے کہ عوام کی رائے عامہ ہی خواص کی زبان پر لگے ہوئے تالوں کو کھولنے میں کردار ادا کرے گی۔

سید عتیق گیلانی

اسٹیٹس کو کے توڑنے کا طریقہ

میرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

علامہ اقبال

قال رسول الله ﷺ: اذا حضر الغريب فالتفت عن يمينه و عن شماله فلم ير الا غريباً فتنفس كتب الله له بكل نفس تنفس الفى الف حسنة، و خط عنه الفى الف سيئة فاذا مات مات شهيداً (الفتن :2002 : نعيم بن حماد)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اجنبی کو میرے پاس حاضر کیا گیا تو میں نے اس کی طرف دائیں طرف سے التفات کیا اور بائیں طرف سے التفات کیا وہ نہیں دکھتا تھا مگر اجنبی پس اللہ کی کتاب پوری عظمت کے ساتھ اس کے سامنے روشن ہوگئی، اس کو ہزار ہا ہزار نیکیاں ملیں اور ہزار ہا ہزار گناہیں معاف کی گئیں پس جب وہ فوت ہوا تو شہادت (گواہی) کی منزل پا کر فوت ہوا۔

عتیق گیلانی دیارِ غیر میں جرمنی کے ایک فٹ پاتھ پر اپنے ایک دوست اشرف میمن کیساتھ۔

حضرت مولانا مفتی محمد حسام اللہ شریفی مدظلہ العالی

- رُکن مجلس تحقیقات علومِ قرآن وسُنّت رابطہ عالمِ اسلامی مکّہ مکرمہ
- مُشیر وفاقی شرعی عدالت حکومتِ پاکستان
- (کتاب وسُنّت کی روشنی میں) ہفت روزہ "اخبارِ جہاں" کراچی
- ایڈیٹر ماہنامہ "قرآن الہُدیٰ" کراچی (اُردو اور انگریزی میں شائع ہونے والا بین الاقوامی جریدہ)
- رجسٹرڈ پروف ریڈر برائے قرآنِ حکیم، مقرر کردہ وزارتِ امورِ مذہبی حکومتِ پاکستان
- خطیب(R) جامع مسجد قیادت۔ کراچی پورٹ ٹرسٹ، ہیڈ آفس بلڈنگ، کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ

محترم سید عتیق الرحمٰن گیلانی کی تازہ تصنیف "ابرِ رحمت" میں طلاق کے مسئلہ پر بڑی تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ گیلانی صاحب نے اس موضوع پر تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔ یہ مقالہ تحقیقی اعتبار سے اس لائق ہے کہ محترم عتیق الرحمٰن گیلانی کو "پی ایچ ڈی" کی ڈگری عطا کر دی جائے۔ موضوع اگرچہ بہت حساس ہے۔ اتنا حساس کہ اس پر عائلی اور خاندانی زندگی کا بناؤ اور بگاڑ منحصر ہے۔ گھریلو زندگی اس سے انتہائی متاثر ہوتی ہے۔ محترم گیلانی صاحب نے اس معاملے میں اعتدال اور توازن کو برقرار رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے طلاق کے مسئلہ کو نکھار کر اس کی اصل شکل میں لوگوں کے سامنے رکھ دیا ہے۔

والسلام

راقم: محمد حُسام اللہ شریفی

مشیر وفاقی شرعی عدالت حکومت پاکستان

مشیر شریعت بینچ سپریم کورٹ

رکن رابطہ عالم اسلامی۔ مکہ مکرمہ

۱۱ رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

۲۹ جون ۲۰۱۵ء

مفتی حافظ محمد حسام اللہ شریفی

◐ رُکن مجلس تحقیقات علوم قرآن وسُنّت رابطہ عالمِ اسلامی مکہ مکرمہ
◐ مُشیر وفاقی شرعی عدالت حکومتِ پاکستان
◐ (کتاب وسُنّت کی روشنی میں) ہفت روزہ اخبارِ جہاں کراچی
◐ ایڈیٹر ماہنامہ "قرآن الہدیٰ" کراچی (اُردو اور انگریزی میں شائع ہونے والا بین الاقوامی جریدہ)
◐ رجسٹرڈ پروف ریڈر برائے قرآنِ حکیم، مقرر کردہ وزارتِ امور مذہبی حکومتِ پاکستان
◐ خطیب® جامع مسجد قیادت۔ کراچی پورٹ ٹرسٹ، ہیڈ آفس بلڈنگ، کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ

محترم سید عتیق الرحمٰن گیلانی کی تازہ تصنیف "ابرِ رحمت" میں طلاق کے مسئلہ پر بڑی تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ گیلانی صاحب نے اس موضوع پر تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔ یہ مقالہ تحقیقی اعتبار سے اس لائق ہے کہ محترم عتیق الرحمٰن گیلانی کو پی ایچ ڈی کی ڈگری عطا کر دی جائے۔ موضوع اگرچہ بہت حساس ہے۔ اتنا حساس کہ اس پر عائلی اور خاندانی زندگی کا بناؤ اور بگاڑ منحصر ہے۔ گھریلو زندگی اس سے انتہائی متاثر ہوتی ہے۔ محترم گیلانی صاحب نے اس معاملے میں اعتدال اور توازن کو برقرار رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے طلاق کے مسئلہ کو نکھار کر اس کی اصل شکل میں لوگوں کے سامنے رکھ دیا ہے۔

والسلام

راقم: محمد حُسام اللہ شریفی
مشیر وفاقی شرعی عدالت حکومت پاکستان
مشیر شریعت بینچ سپریم کورٹ
رکن رابطہ عالم اسلامی۔ مکہ مکرمہ

۱۱ رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ
۲۹ جون ۲۰۱۵ء

رہائش: مکان نمبر آر۔ ۱۲۳۴۔ سیکٹر ۱۵۔ بی۔ بفرزون۔ کراچی فون: ۳۴۔۶۹۹۶۰۶۵

مولانا سید عالم انصاری

رکن سندھ کونسل جمعیت علماء اسلام (ف) وناظم انتخابات ڈسٹرکٹ کورنگی

کراچی (حافظ سلیم اللہ، حافظ طارق) مولانا سید عالم انصاری نے ''ابرِ رحمت'' پر اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ گزشتہ کئی سالوں سے ضرب حق کا اجراء نہیں ہوسکا، اس سے امت مسلمہ کو جو نقصان ہوا ہے اس کا اندازہ سب سے زیادہ سید عتیق الرحمٰن گیلانی کو ہوگا۔ مگر اتنے سالوں بعد آپ کی کتاب ''ابرِ رحمت'' دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ اس قدر گہرائی کے ساتھ آپ نے طلاق کے مسئلے پر تحقیق کی ہے۔ واقعی اس موضوع کا حق ادا کردیا ہے۔ دیگر یہ کہ لوگ تسلسل کے ساتھ دین کا کام کررہے ہیں مگر تحقیق سطحی سے زیادہ نہیں ہے۔ اب ہمیں غور وفکر کی نئی راہیں ملیں ہیں۔ جہاں تک اس تحقیق پر عمل درآمد کا تعلق ہے تو علماء کو اس تحقیق پر اجماع کرکے اس کو نافذ العمل کرنا چاہیے تاکہ امت مسلمہ گمراہی سے بچ سکے۔ آخر میں یہی کہوں گا کہ حضرت سید عتیق الرحمٰن گیلانی علم دین کے حوالے سے بہت وسیع سوچ اور بصارت رکھتے ہیں، جید علماء آپ سے فوری رابطہ کریں۔

جاندار کی تصویر کے جواز کے بارے میں ''جوہری دھماکہ'' کی طرح اس کتاب کو بھی طلاق کے حوالے سے مقبولیت ملے گی۔

ماہنامہ ضرب حق کے نمائندوں کی طرف سے علماء اور دانشوروں کو دعوت عام

جامعہ علوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی، دارالعلوم کراچی کورنگی، جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی اور مدارس دینیہ اور علماء کرام ودانشوروں کو ''ابرِ رحمت'' پر اپنے تاثرات، فتویٰ اور قیمتی آراء دینے کیلئے دعوت عام دی جاتی ہے جس کو اگلی اشاعت میں انشاء اللہ پوری دیانتداری کے ساتھ شائع کریں گے۔ جب سید عتیق الرحمٰن گیلانی جامعہ بنوری ٹاؤن میں زیرتعلیم تھے تو مختلف مسائل پر سوالات اٹھاتے رہتے تھے، بعض اوقات ان کے استاذ حضرت مولانا قاری مفتاح اللہ صاحب اپنے استاذ مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن ٹونکیؒ کے پاس بھی مسئلے کے حل کیلئے بھیج دیتے تھے۔ جب وہاں سے بھی جواب نہ ملتا تو بعض اوقات طالب علم ناراضگی کا اظہار کرتے کہ ہمارا وقت ضائع ہورہا ہے۔ ایک مرتبہ قاری مفتاح اللہ صاحب نے طلباء سے فرمایا کہ عتیق کو ایک عام طالب علم مت سمجھو، ایک وقت آئیگا کہ تم اس بات پر فخر کروگے کہ آپ نے ان کے ساتھ پڑھا ہے۔ عتیق کی شخصیت ائمہ مجتہدین حضرت امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ وغیرہ کی طرح ہے، اور عتیق سے کہا کہ ایک وقت آئے گا کہ آپ ان تمام مسائل کا حل خود نکال لیں گے۔

ٹانک کی جامع مسجد سفید کے خطیب حضرت مولانا فتح خان صاحب نے عتیق گیلانی سے فرمایا تھا کہ آپ کی حیثیت امام مجتہد کی ہے، جب آپ کے ذریعے سے راستہ ہموار ہوگا تو عام لوگ بھی اسی پر چلیں گے۔ ٹانک کے مشہور دیوبندی مکتبہ فکر کے علماء کرام مولانا عبدالرؤف مرحوم ضلعی صدر جمعیت علماء اسلام (ف)، مولانا عصام الدین محسود ضلعی جنرل سیکریٹری جمعیت علماء اسلام (ف)، مولانا شیخ محمد شفیع ضلعی صدر جمعیت علماء اسلام (س)، مولانا غلام محمد ضلعی صدر تحریک ختم نبوت اور قاری محمد حسن شکوی شہید خطیب گودام مسجد ٹانک اور مختلف مکاتب فکر کے نامور اور مشہور علماء کرام نے ماہنامہ ضرب حق میں سید عتیق الرحمٰن گیلانی کے افکار کی تائید کی تھی لیکن ایک عرصہ سے ہم نے منظر عام پر کام نہیں کیا، وجہ سید عتیق گیلانی کی تحقیقی کام میں مشغولیت تھی۔

طوفان کررہا تھا میرے عزم کا طواف — دنیا سمجھ رہی تھی کہ کشتی بھنور میں ہے

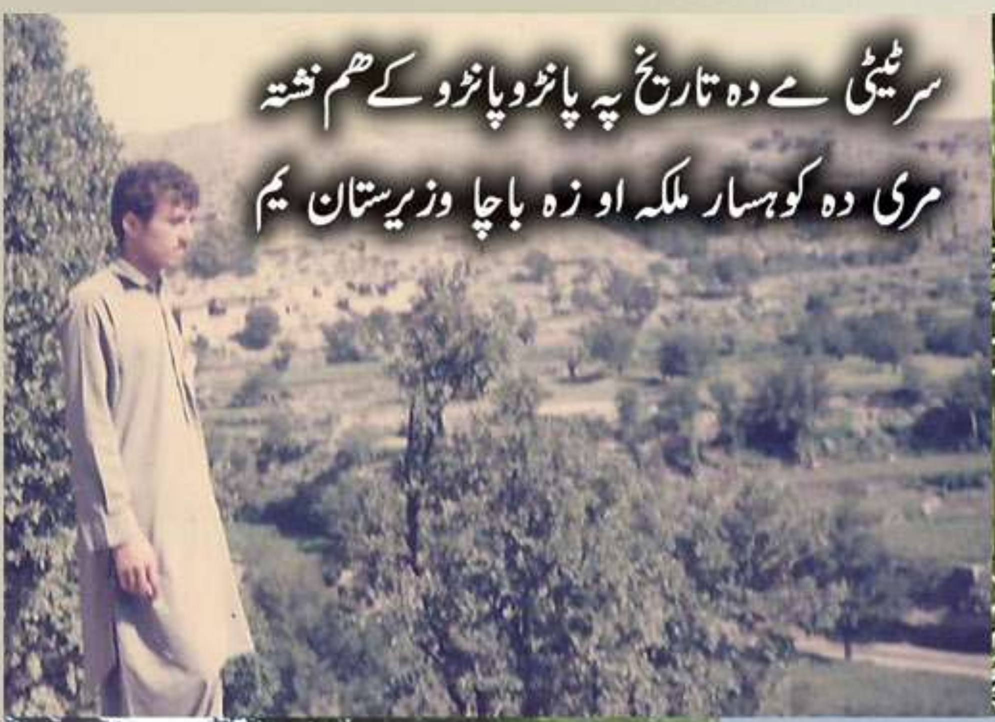
سر ټیټی مے ده تاریخ په پاڼړو پاڼړو کے هم نشته
مری ده کوهسار ملکه او زه باچا وزیرستان یم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جملہ حقوق محفوظ ہیں ادارہ اعلاءِ کلمۃ الحق کراچی

کتاب کا نام: **ابرِ رحمت** تصنیف: سید عتیق الرحمٰن گیلانی
کمپوزنگ: سید ارشاد علی نقوی ٹائٹل: حافظ جواد قریشی
طبع اول جون 2015ء تعداد 10,000 پبلشر اجمل ملک
ناشر: ادارہ اعلاء کلمۃ الحق کراچی پاکستان پتہ: مدرسہ محمدیہ، جیین روڈ، گزدرآباد، رنچھوڑ لائن، کراچی
فون نمبر 03243363204 قیمت: 200 روپے عرب امارات: 30 درہم فون 971552014595

تسلسل کیساتھ کئی کتابوں اور 10 سال تک ماہنامہ ضربِ حق کراچی کے بعد 31 مئی 2007 وہ سانحہ پیش آیا، جس پر وزیرستان، گومل ٹانک اور دیگر لوگوں کے سامنے طالبان کے چہرے کا نقاب سرک گیا، طالبان رہنما نے کہا ''ایسا ظلم تو اسرائیل کے یہودی بھی فلسطین میں نہیں کرتے''۔ لوئر کانیگرم برکی قبائل کے سردار حاجی قریب خان نے کہا ''اتنا ظلم تو کربلا میں یزید کے لشکر نے بھی نہیں کیا تھا''، محسود قبائل کے سردار ہاشم خان محسود نے کہا کہ ''یہ وزیرستان کے وہ پیر ہیں جن کی وجہ سے ہر جگہ ہماری آنکھیں اونچی ہوتی ہیں''۔ مولانا فضل الرحمان نے اس واقعہ پر ٹانک جامع مسجد سفید میں جمعہ کی تقریر کرتے ہوئے طالبان کو خراسان کے دجال کا لشکر قرار دیا۔ اس طلوع فجر کے وقت سارا پاکستان، مذہبی وسیاسی جماعتیں اور ہر ایشو پر بات کرنے والا آزاد میڈیا خوابِ غفلت کی نیند سو رہا تھا، جب نصف النہار کے مانند ضربِ عضب آپریشن کے دوران پشاور آرمی پبلک سکول کے واقعہ نے سورج کی تمازت اور تپش سے لوگوں کو جگایا تو بھی راحیل شریف کی جرأتمندانہ قیادت نہ ہوتی تو منافقانہ، بزدلانہ اور احمقانہ سیاست پھر بھی جاری رہتی۔ اندھیرے کو دور کرنے والی سحر کے پسِ منظر کو معروف شاعر احمد ندیم قاسمی نے اپنے الفاظ میں یوں پیش کیا ہے۔

رات جل اُٹھتی ہے جب شدت ظلمت سے ندیم
لوگ اس وقفۂ ماتم کو سحر کہتے ہیں

اسلام مختلف ادوار میں اجنبیت کا شکار ہوتا گیا، اسلام کے نام پر مدارس اور دینی ادارے روشنی کے بلند مینار ہیں مگر اسکے باوجود وہاں پر بھی اسلام کو اپنی روح کے ساتھ دنیا میں آشکارا کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ اسلام فطری دین تھا اور دنیا کیلئے اس کا ہر معاشرتی اور مذہبی تصور قابلِ قبول لیکن مسلک سازی، تعصب بازی اور فرقہ بندی کا حصار توڑنا ہوگا، اخلاص کی شمع جلانے کیلئے خواتین وحضرات، بچے، جوان، بوڑھے، ان پڑھ اور پڑھے لکھے سب کو کردار ادا کرنا ہوگا اُٹھو!

فریب وقت نے گہرا حجاب ڈالا ہے
وہاں بھی شمعیں جلا دو جہاں اُجالا ہے

پیشگوئی کی احادیث

عن ابی سعید الخدریؓ قال : صلی بنا رسول اللہ ﷺ صلاۃ العصر نہاراً ثم خطب الیٰ ان غابت الشمس فلم یدع شیئاً ھو کائن الیٰ یوم القیٰمة الا حدثنا بہٖ حفظه من حفظه و نسیه من نسیه (کتاب الفتن : حدیث 1) حضرت ابوسعید خدریؓ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں عصر کی نماز دن کو پڑھائی، پھر غروب آفتاب تک خطاب فرمایا، پس قیامت تک جو پیش ہونے والا ہے کچھ نہیں چھوڑا مگر ہمارے لئے اس کو بیان فرمایا۔ پس جس نے اسے یادرکھا، اسے یادرکھا، اور جس نے اسے بھلادیا، اس نے اسے بھلادیا۔

عن ابن عمرؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ رفع لی الدنیا فأنا أنظر الیھا وما ھو کائن فیھا الی یوم القیامة کما أنظر الی کفی ھذه جیلان من اللہ جلاه لنبیهٖ کما جلاه للنبیین قبلهٖ (کتاب الفتن : حدیث 2) حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیا کو اٹھایا اور میں اس کو دیکھ رہا ہوں، جو کچھ بھی قیامت تک دنیا میں ہونے والا ہے، جس طرح اپنی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں، یہ ادوار اللہ نے اپنے نبی کیلئے روشن کئے جیسے یہ روشن کئے گئے اس سے پہلے انبیاء کیلئے بھی۔

نبی اکرم ﷺ کی ہتھیلی مبارک پر اللہ نے ادوار کو کیسے روش کیا؟ وہ نبی ﷺ ہی جانتے تھے، مگر مادی ترقی نے روحانی دنیا کو سمجھنا آسان کردیا، البتہ نبی ﷺ کی خبر شیطان سے پاک جبکہ عام انسان کو شیطان مغالطہ بھی دیتا ہے، نبی ﷺ نے دعویدار نبوت ابن صیاد سے فرمایا: میرے دل میں کیا ہے؟ اس نے کہا: دخن، دخن۔ نبی ﷺ نے دل میں سورۂ دخان کو رکھا تھا، فرمایا "اس کو خبر کا پورا پتہ نہیں چلتا مگر خلط ملط ہوتی ہے"۔ ابن صیاد نے نبی ﷺ سے کہا کہ آپ امیوں کے نبی ہیں اور میں تمام عالم کا رسول ہوں، نبی ﷺ نے اس کو مارنے کی اجازت پھر بھی نہیں دی، وہ مدینہ میں سرِ عام چلتا پھرتا تھا۔ تمام مذہبی طبقات کے اکابر نے مرزا غلام احمد قادیانی کو جھوٹا قرار دیا لیکن کسی نے بھی دینِ فطرت وسنت کے مطابق اسکو قتل نہیں کیا۔ جیوٹی وی پر ڈاکٹر عامر لیاقت نے طالبان سے مذاکرات کے دوران کہا کہ "حضرت ابوبکرؓ نے بھی پہلے نبوت کے دعویدار کو توبہ کی مہلت دی اور پھر اس کیخلاف جہاد کیا۔" ان کیساتھ ایک بریلوی مولانا نے کہا کہ "ہم غازی ممتاز قادری کے پیروکار ہیں، گستاخوں سے نمٹ سکتے ہیں"۔ سلیم صافی کے پروگرام میں مولانا فضل الرحمان نے پرویز رشید کو مرتد قرار دینے کے مفتی نعیم کے فتویٰ پر تبصرہ سے انکار کردیا، ڈاکٹر اسرار نے قادیانیوں کو واجب القتل قرار دیا تھا، ڈاکٹر عامر لیاقت حضرت ابوبکرؓ کے قتال کی شریعت بتاتے ہیں تو قادیانی، مشرک اور گستاخ کیخلاف شدت پسندوں کو جہاد کرنے کا جذبہ نہ ملے گا؟۔ حبیب جالب نے لکھا "بھٹو کو اللہ نے شراب پر پابندی کے جرم کی سزا دی اسلئے کہ آمروں کیخلاف بات کرنے کا یہ واحد وسیلہ تھا"۔ مولانا عبدالستار خان نیازی نے کہا تھا کہ "نبی اکرم ﷺ نے مجھے خواب میں حبیب جالب کو سلام دینے کا فرمایا"۔ حق، اسلام اور صراط مستقیم اعتدال کا راستہ ہے لیکن دھند ہٹنے کی دیر ہے۔ علامہ طاہر اشرفی مفتی نعیم سے پوچھا: اگر کوئی پرویز رشید کو قتل کردے تو ذمہ دار کون ہوگا؟ مفتی نعیم نے جواب دیا کہ: قاتل ہوگا!۔ سلیم صافی کو وضاحت طلب کرنے کا حق تھا اور حق کی آواز بلند نہ کرنے پر خلقِ خدا کہے گی کہ "مُلا تجھ سے مرغا اچھا آذان نہ دیتا گٹ گٹ تو کرتا"۔

عورتوں کا ترانہ (حبیب جالب)

جہاں ہیں محبوس اب بھی ہم وہ حرم سرائیں نہیں رہیں گی
لرزتے ہونٹوں پہ اب ہمارے فقط دعائیں نہیں رہیں گی
غصب شدہ حق پر چُپ نہ رہنا ہمارا منشور ہوگیا ہے
اٹھے گا اب شور ہر ستم پر دبی صدائیں نہیں رہیں گی
ہمارے عزمِ جواں کے آگے ہمارے سیلِ رواں کے آگے
پرانے ظالم نہیں ٹکیں گے نئی بلائیں نہیں رہیں گی
ہیں قتل گاہیں یہ عدل گاہیں بھلا کس طرح سراہیں
غلام عادل نہیں رہیں گے غلط سزائیں نہیں رہیں گی
بنے ہیں جو خادمانِ ملت وہ کرنا سیکھیں ہماری عزت
وگرنہ ان کے تنوں پر بھی یہ سجی قبائیں نہیں رہیں گی

انتساب

میں اس کتاب کا انتساب اپنے شہید بھائی پیراورنگزیب شاہ اور پاک فوج کے چیف جنزل راحیل شریف کے نام کرتا ہوں۔ جب دہشت گردوں کا لشکر ہمارے گھر میں میری تلاش میں گھس آیا تو جدید اور بڑے ہتھیاروں سے لیس افراد کی آہٹ سے بھائی کی آنکھ کھلی، دہشت گرد کے امیر نے پوچھا کہ عتیق کہاں ہے؟۔ بھائی نے اس کے منہ پر جوتا مار کر کہا کہ آنے کی جرأت کیسے ہوئی؟۔اس پر نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے پوزیشن سنبھالنے والوں نے امیر کے حکم سے بھائی سمیت سب کو شہید کردیا۔ جنزل راحیل شریف کی جرأت مندانہ قیادت میں پاک فوج کے راست اقدام نے خوارج دہشت گردوں کے خلاف رائے عامہ ہموار کردی اور وہ سیاسی قیادت جو کھل کر طالبان دہشت گردوں کی حمایت کرتی تھی آج قومی یکجہتی کے نام پر کھل کر دہشت گردوں کے خلاف متحد ہونے کی بات کررہی ہے۔ اگر جنزل راحیل شریف کی قیادت میں پاک فوج قوم کو دلدل سے نہ نکالتی تو بزدل سیاسی قیادت گومگو کا شکار رہتی۔

جب ہماری تحریک ابتدائی مرحلہ میں تھی تو مشاہدات دیکھنے والے بہت تھے، غالباً عارف بھوجانی نے مشاہدہ بیان کیا تھا کہ ہماری تحریک کی طرف سے سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارک میں بھائی اورنگزیب داخل ہوتے ہیں۔ کئی دفعہ بھائی نے کہا کہ ''آپ کے ساتھی دھوکہ کررہے ہیں میری کونسی ایسی حیثیت ہے کہ ایسا مشاہدہ دیکھا؟۔'' شہادت کی بیباک منزل سے بات سچ ثابت ہوئی۔

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا، وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے، اس جان کی کوئی بات نہیں
گر بازی عشق کی بازی ہے جو چاہو لگا دو ڈر کیسا
گر جیت گئے تو کیا کہنا، ہارے بھی تو بازی مات نہیں

پیراورنگزیب شاہ شہیدؒ

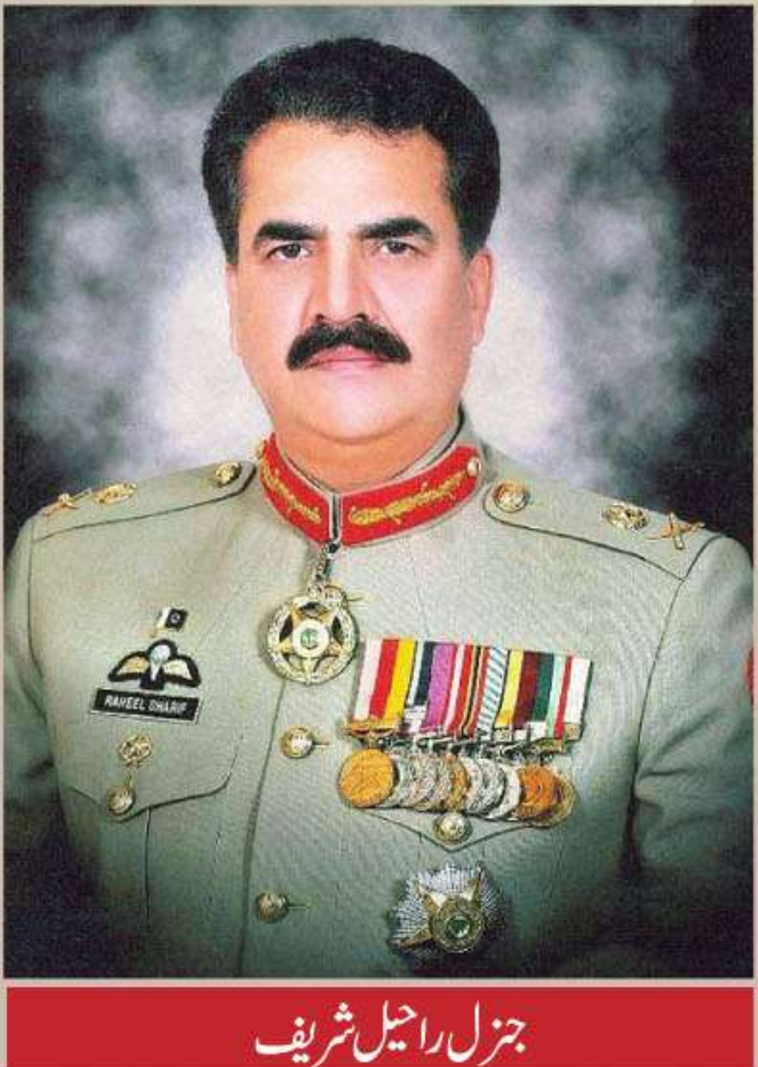

جنزل راحیل شریف

FOUNDED BY QUAID-I-AZAM

DAW

http://DAWN.com Vol. LXI No. 148 Karachi, Jamadi-ul-A

Political agent's house attacked; 13 gunned down

By Alamgier Bhittani

TANK, May 31: Suspected militants attacked the house of a senior government official in the Jatai Qala area of the troubled Tank district after midnight on Wednesday and shot dead 13 people, two of them women. Two children were injured, police said.

The head of the Gomal police station, Sanaullah Marwat, said the militants, who had come in three or four vehicles, attacked the house of Amiruddin Khan, Khyber tribal region's political agent, with rocket-propelled grenades, hand grenades and assault rifles.

"People in the house were asleep when they were attacked," a senior government official in Peshawar told *Dawn*. He said he was certain that the militants had come from the adjoining South Waziristan tribal region.

Although Baitullah Mehsud, a militant commander in Waziristan, has denied his group's involvement in terrorist attacks in Tank, government officials are convinced that he continues to foment violence in the southern district of the NWFP.

The officials said the militants fired indiscriminately on people in the house. Even women and children were not spared. The dead included six members of the family and seven guests. Mr Amiruddin's two brothers — Aurangzeb, an employee of the works and services department, and the other, a student of the Government College, Lahore — were also killed. Only two children in the house survived the attack, although they suffered bullet injuries. One of them was taken to a Peshawar hospital because he was in critical condition.

Mr Marwat quoted one of the injured as saying: "One of the assailants shouted to his men nobody should be left alive, not even women and children." He said the assault continued for more than an hour.

Police said they were investigating the killings from different angles, but the focus was on the involvement of militant groups.

"Investigators cannot rule out the involvement of militants," Mr Marwat told *Dawn*. However, no group has claimed responsibility till late on Thursday night.

Officials said Amiruddin Khan belonged to a spiritual family of the South Waziristan Agency. One of his brothers, Attiqur Rehman, was a "Pir" and his actions might have antagonised some people.

But the senior official in Peshawar said it would premature to say what prompted the attack.

After expulsion from his native area, Pir Attiq shifted to Karachi where he now has a large number of followers. He brings out a magazine, Zarbe Haq, from Karachi to propagate his ideology.

Officials said the self-proclaimed Pir published editorials and articles in his magazine against militant commander Abdullah Mahsud and described him as an agent of the US.

The 40-year-old Pir has been a strong critic of Talibanisation and militancy in the tribal region. Recently, officials said, his magazine carried an article stating that he was the most suitable person for becoming a caliph.

Sources said the Pir had survived an attack last year. A few days ago, he came to the area to participate in the funeral of his elder brother. Officials said the whereabouts of the controversial Pir were not unknown.

The latest attack is the deadliest so far in Tank which is plagued by Talibanisation and is seeing almost daily clashes and attacks by militants from the tribal region. Recently, a curfew was imposed in the town after an attack by militants.

DR Ayesha Siddiqa with her bo

Media asked to behave

Restrictions likely on live TV coverage

By Our Staff Reporter

ISLAMABAD, May 31: The government on Thursday decided to invoke some existing laws to curb unhindered media coverage, particularly electronic media's live coverage of outdoor events while, Information Minister Mohammad Ali Durrani warned newspapers and private television channels against crossing what he termed 'legal limits'.

Addressing a news conference here on Thursday, Mr Durrani made it clear that the government was annoyed over the live

عرض ناشر ...... اجمل ملک

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کردے　　کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

قارئین کرام!......السلام علیکم ورحمۃ اللہ

8 سال ہو گئے کہ سید گیلانی کے اخبار کا سلسلہ بند ہو گیا ہے اور کافی عرصہ سے کوئی کتاب بھی شائع نہیں ہوئی، ہم نے عتیق گیلانی کا خاندان نہیں دیکھا تھا، جس وقت شکار پور میں غریب الوطنی اور قید و بند کی طرح زندگی گزار رہے تھے تو ان کی کتابیں منظرِ عام پر امید کی روشن کرن تھیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام اپنی خداداد صلاحیت اور اللہ کے خصوصی فضل سے جیل کی سلاخوں سے اقتدار کی منزل پر پہنچے لیکن کوئی نہ جانتا تھا کہ آپ حضرت یعقوب علیہ السلام، دادا حضرت اسحاق علیہ السلام اور پردادا حضرت ابراہیم علیہ السلام جلیل القدر انبیاء کرام کے فرزند ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کے ہاتھوں غریب الوطنی کی زندگی کے بعد ایک بڑا مقام پایا تو ان کے بچپن کے خواب کی تعبیر درست نکلی کہ سورج، چاند اور گیارے ستارے سجدے میں گر پڑے۔ ابولہب اور برادرانِ یوسف بڑے بڑے لوگوں کی اولاد تھے مگر اپنے کردار کی بدولت لوگوں کیلئے باعثِ عبرت بن گئے۔

عتیق گیلانی کا خاندان طالبان کا حامی تھا مگر سانحہ میں عتیق گیلانی کے بھائی، بہن، بھانجی، بھتیجے ارشد حسین شہیدؒ، ماموں زاد حسام الدین شہیدؒ، خالہ زاد پیر رفیق شاہ شہیدؒ، امام مسجد حافظ عبدالقادر شہیدؒ، خالد آفریدی شہیدؒ، دو باپ بیٹے آفریدی شہیدؒ، قاسم مروت شہیدؒ، ایک جٹ مہمان عالمِ دین شہیدؒ اور ایک محسود مجذوب شہیدؒ کیساتھ ساتھ قرآن کریم کے نسخے بھی شہید ہوئے، جوابی فائرنگ میں دہشت گرد بھی مارے گئے، نعرۂ تکبیر کے باوجود چوروں کی طرح نقدی، زیورات، استعمال شدہ کپڑے اور برتن لیجانے والوں نے اپنے مُردوں کو بھی خفیہ طور سے دفن کر کے ذلت و رسوائی مول لی۔

نہ گنواؤ ناوک نیم کش دلِ ریزہ ریزہ گنوادیا　　جو بچے ہیں سنگ سمیٹ لو تنِ داغ داغ لٹا دیا
مرے چارہ گر کو نوید ہو صفِ دشمناں کو خبر کرو　　جو وہ قرض رکھتے تھے جان پر وہ حساب آج چکا دیا
کرو کج جبیں پہ سرِ کفن مرے قاتلوں کو گماں نہ ہو　　کہ غرور عشق کا بانکپن پس مرگ ہم نے بھلادیا
ادھر ایک حرف ہے کہ کشتنی یہاں لاکھ عذر تھا گفتنی　　جو کہا تو سن کے اڑادیا جو لکھا تو پڑھ کے مٹادیا
جو رُکے تو کوہِ گراں تھے ہم جو چلے تو جاں سے گزر گئے　　رہِ یار ہم نے قدم قدم تجھے یادگار بنادیا

قرآن و سنت سے روحانیت اور مادیت کے درمیان اعتدال کا راستہ پیدا ہوتا ہے۔ عتیق گیلانی کا تعلق دیوبندی مکتبہ فکر سے ہے لیکن تمام مکاتب فکر کے علماء و مشائخ ان کے اسکول آف تھاٹ کی بھرپور حمایت اسلئے کر رہے ہیں کہ وہ فرقہ واریت نہیں اسلام اور صراط مستقیم کے وکیل اور ترجمان ہیں۔ کتاب کے صفحات پر افکار کی تفصیلات شائع کرنا ممکن نہیں ہوتا لیکن جب ٹی وی اسکرین پر گفتگو کا موقع ملے گا تو مسلمانوں میں اسلام کی روح داخل کرنے میں مشکل نہ ہوگی۔ حدیث کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نبی ﷺ کا نور اپنے نور سے پیدا کیا اور یہ کہ مخلوق اللہ کی عیال ہے۔ اللہ نے آگ کی شکل میں حضرت موسیٰؑ کو اپنا جلوہ دکھایا تو قرآن کا یہ مشاہدہ ان مشاہدات کے مقابلے میں بڑا ہے جو علماء و صوفیاء کی کتابوں میں نبی ﷺ کے حوالے سے واقعات لکھے گئے ہیں۔ حضرت خضرؑ نے ایک بچے کو قتل کیا تو آج میڈیکل سائنس کی ترقی کے باعث جب دوران حمل پتہ چلتا ہے کہ بچہ معذور پیدا ہوگا تو اس کا گرانا قرآن کے اس واقعہ سے درست ثابت ہوتا ہے۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پرندوں کے اعضاء کاٹ کر ایک دوسرے کی پیوندکاری کی تھی تو آج مادی دور میں اعضاء کی پیوندکاری کا مسئلہ قرآن کے تناظر میں ثابت کرنے کیلئے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے وحدت الوجود اور وحدت الشہود کا اعتقاد رکھنے والے صوفیاء اور علماء کے درمیان فیصلہ کیا تھا کہ ایک کا مشاہدہ صحیح ہے لیکن علم صحیح نہیں اور دوسرے کا علم صحیح ہے لیکن مشاہدہ تک نہیں پہنچا، جیسے کسی نے دن نہیں دیکھا ہو اور کوئی دن کو ستارے نہ دیکھ کر اسکے علم کے انکار کا مرتکب ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منصور کو پتھر کی پرواہ نہ تھی، شبلی کا پھول سخت لگا اور لوگوں میں انا الحق کے نشہ کو دوام مل گیا

علماء و مشائخ اپنے کو ارباب قرار دینے کے بجائے اللہ ہی کو حق قرار دیں تو فرقہ واریت کا ناسور ختم ہوجائے گا ،عتیق گیلانی

خلفاء امراء بادشاہ حکمرانِ جبری کو دیکھ!
اجنبی کی بابت اعلانِ یاوری کو دیکھ!

چکھنے نہیں دیکھنے سونگنے کا ہے پھول
حق کی تلخیوں میں جہانِ عنبری کو دیکھ!

ادوار کی خبر ہتھیلی مبارک پر روشن نمایاں
نقشِ انقلاب میں جیلانِ مرکری کو دیکھ!

حلالہ کی لعنت ہے شریعت پر بدنما دھبہ
کرایہ کے سانڈ کی دُکانِ لوفری کو دیکھ!

مسئلے مسائل پیدا نہیں حل کرتا ہے قرآں
احکامِ طلاق پر برہانِ کوثری کو دیکھ!

معراج میں براق حاضر مگر بوقت ہجرت
غارِ ثور کے اندر بوستانِ دلبری کو دیکھ!

نوری ناری آدمی جنت کے بھی خطاء وار
ملائکہ آدمؑ اور شیطانِ شرری کو دیکھ!

تکبر کے سبب ٹھہرا تھا ابلیس ملعون
گنبد لولاکؐ میں سلطانِ سروری کو دیکھ!

زمیں پہاڑ آسماں نے کیا امانت سے انکار
ظالم جاہل جلدباز انسانِ خاکستری کو دیکھ!

اللہ نے ٹوکا تھا پیارے پیاروں کو بھی
بڑے بڑے رفتگانِ پیغمبری کو دیکھ!

پیدائش آدم پر اعتراض نہ تھا اللہ کو ناگوار
داغِ سجدہ سے لتھڑا نشانِ گوہری کو دیکھ!

تصویر کی حرمت پر مذہبی طبقہ ہے پریشاں
زمیں سے خلاء تک طوفانِ بشری کو دیکھ!

حجرۂ مبارک نہ گئے کعبہ کس منہ جاؤ گے
از عرش تا فرش ملکان یاتری کو دیکھ!

یوں تو سارے صحابہؓ تھے ستاروں کی مانند مگر
سردار ابن عبادہؓ کی خفگانِ خودسری کو دیکھ!

مرغ نہیں مُلا تھے لاؤڈ اسپیکر کے خلاف
ہا ہو شور غوغا اور کتمانِ رہبری کو دیکھ!

ملکہ بیگم مملوکہ نہیں بابِ طلاق جھروکہ نہیں
تثلیث کے مالک! فقدانِ قیصری کو دیکھ!

فکر کا تضاد عمل کا فساد ہے کوئی جہاد؟
دینِ الٰہی اور دربانِ اکبری کو دیکھ!

یہ دور اپنے ابراہیم کی تلاش میں ہے
ایوان کے اصطبل میں بتانِ آذری کو دیکھ!

دین کے ذریعے بن سکتی ہے یہ دنیا جنت
ملک در ملک فتنہ سگانِ پروری کو دیکھ!

علم کی طاقت سے بنتی ہے دنیا لونڈی
آفاق پہ چھائے سائنسدانِ سکندری کو دیکھ!

انسانوں کیلئے کائنات کو کیا اللہ نے مسخر
کتاب و السنہ کی زبانِ معتبری کو دیکھ!

ہر نفع بخش چیز کو ہے عروج و دوام
مؤمن بیچارے کے ایمانِ سرسری کو دیکھ!

غیب کی تین چابیوں کا مل گیا ہے سراغ
الساعہ بارش ارحام کی شانِ جوہری کو دیکھ!

اشاعت پاکستان کے ہر روزنامہ سے زیادہ ABC CERTIFIED

THE DAILY JANG KARACHI

جنگ کراچی

قیمت 7 روپے

نمبر 148 جمادی الاول 1428ھ یکم جون 2007ء

ایم کیو ایم نے ہمیشہ دہشت کی سیاست کی۔ عمران خان

کیا آپ کو الطاف فوبیا ہو گیا ہے؟ افتخار احمد

ہمارے لڑکوں کو گولیاں لگیں۔ عمران خان

بلے بوائے عمران خان، سیتا وائٹ کو انصاف کون دے گا؟ افتخار احمد

اتوار کی رات 8:05 صرف جیو نیوز پر

جوابدہ JAWAB DEYH

ٹانک: پولیٹیکل ایجنٹ خیبر ایجنسی کے گھر پر مسلح افراد کا حملہ، 3 خواتین سمیت 14 افراد ہلاک

دستی بموں اور راکٹوں کا استعمال

نامعلوم افراد نے رات ساڑھے 12 بجے پولیٹیکل ایجنٹ امیر الدین کے گھر پر حملہ کیا، بھائی اورنگزیب، ہمشیرہ، بھانجی اور آفریدی قبیلے کے 3 افراد شامل، 2 زخمی ہو گئے

جنگجوؤں نے طالبان مخالف بااثر رہنما پیر عتیق گیلانی کے بارے میں پوچھا، نہ ملنے پر حملہ کر دیا، عینی شاہدین، پولیس نے علاقے کا محاصرہ کر کے تفتیش شروع کر دی

ٹانک (نمائندہ جنگ + ایجنسیاں) صوبہ سرحد کے ضلع ٹانک میں نامعلوم مسلح افراد نے خیبر ایجنسی کے پولیٹیکل ایجنٹ امیر الدین کے گھر پر راکٹوں اور دستی بموں سے حملہ کر کے دو خواتین سمیت 14 افراد کو ہلاک کر دیا۔ حملے میں دو افراد زخمی بھی ہوئے۔ حملہ رات ساڑھے 12 بجے کیا گیا جس میں پولیٹیکل ایجنٹ امیر الدین کے بھائی اورنگزیب، ہمشیرہ، بھانجی اور رشتہ دار ہلاک ہو گئے، ہلاک شدگان میں آفریدی قبیلے کے تین افراد بھی شامل ہیں۔ عینی شاہدین کے مطابق جنگجوؤں نے طالبان مخالف بااثر رہنما پیر عتیق گیلانی کے بارے میں پوچھا

باقی صفحہ 17 نمبر 32

تین آوازیں

ظالم

جشن ہے ماتمِ اُمید کا آؤ لوگو
مرگِ انبوہ کا تہوار مناؤ لوگو
عدم آباد کو آباد کیا ہے مَیں نے
تم کو دن رات سے آزاد کیا ہے مَیں نے
جلوۂ صبح سے کیا مانگتے ہو
بسترِ خواب سے کیا چاہتے ہو
ساری آنکھوں کو تہِ تیغ کیا ہے مَیں نے
سارے خوابوں کا گلا گھونٹ دیا ہے مَیں نے
اب نہ لہکے گی کسی شاخ پہ پھولوں کی حنا
فصلِ گُل آئے گی نمرود کے انگار لئے
اب نہ برسات میں برسے گی گُہر کی برکھا
ابر آئے گا خس و خار کے انبار لئے
میرا مسلک بھی نیا راہِ طریقت بھی نئی
میرے قانوں بھی نئے میری شریعت بھی نئی
اب فقیہانِ حرم دستِ صنم چُومیں گے
سرو قد مٹی کے بونوں کے قدم چُومیں گے
فرش پر آج درِ صدق و صفا بند ہُوا
عرش پر آج ہر اک بابِ دُعا بند ہُوا

مظلوم

رات چھائی تو ہر اک درد کے دھارے چھوٹے
صبح پھوٹی تو ہر اک زخم کے ٹانکے ٹوٹے
دوپہر آئی تو ہر رگ نے لہُو برسایا
دن ڈھلا، خوف کا عفریت مقابل آیا
یا خدا یہ مری گردانِ شب و روز و سحر
یہ مری عمر کا بے منزل و آرام سفر
کیا یہی کچھ مری قسمت میں لکھا ہے تُو نے
ہر مسرت سے مجھے عاق کیا ہے تُو نے
وہ یہ کہتے ہیں تُو خوشنُود ہر ایک ظُلم سے ہے
وہ یہ کہتے ہیں ہر اک ظُلم ترے حکم سے ہے
گر یہ سچ ہے تو ترے عدل سے اِنکار کروں؟
ان کی مانُوں کہ تری ذات کا اقرار کروں؟

ندائے غیب

ہر اِک اُولی الامر کو صدا دو
کہ اپنی فردِ عمل سنبھالے
اُٹھے گا جب جمِّ سر فروشاں
پڑھیں گے دار و رَسن کے لالے
کوئی نہ ہوگا کہ جو بچالے
جزا سزا سب یہیں پہ ہوگی
یہیں عذاب و ثواب ہوگا
یہیں سے اُٹھے گا شورِ محشر
یہیں پہ روزِ حساب ہوگا

22 اگست 2003ء کو "مذہبی انتہا پسندی اور پاکستان کا مستقبل" کے عنوان سے جنگ فورم کے زیر اہتمام منعقدہ سیمینار
شرکاء: پروفیسر غفور احمد (نائب امیر جماعت اسلامی)، سید عتیق الرحمٰن گیلانی (سربراہ ادارہ اعلاء کلمۃ الحق)، بریجس حسن خان (سابقہ سفیر) ڈاکٹر طاہرہ شاہد خان (اسکالر تجزیہ نگار)، فادر آرچی ڈی سوزا (مسیحی مذہبی رہنما) تصاویر (ایم آئی انصاری)، میزبان (محمد اکرم خان) روزنامہ جنگ کراچی 31 اگست 2003ء جنگ فورم انٹرنیف

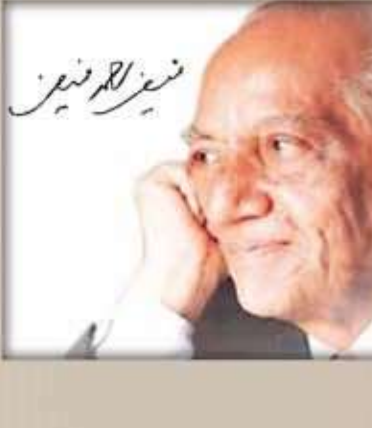

لطیفہ: کہاوت ہے کہ گاؤں والوں نے فیصلہ کیا کہ میراثیوں کو علاقہ سے نکالنا ہے، تو سب سے پہلے میراثیوں نے ڈنڈے اٹھالئے اور شور شروع کر دیا کہ میراثیوں کو نکالنا ہے۔ مسلم لیگ (ن) اور تحریک انصاف کے قائدین طالبان کے سب سے بڑے حامی تھے لیکن جب پاک فوج نے دہشت گردوں کو ختم کرنے کیلئے فیصلہ کن کردار ادا کرنا شروع کیا تو اب دہشت گردوں کیخلاف پوری قوم کے متحد ہونے کی بات کرنے میں بھی سب سے پیش پیش یہی لوگ ہیں۔ قہقہہ۔ طالبان خود کو بدلیں اب کوئی حامی نہیں۔

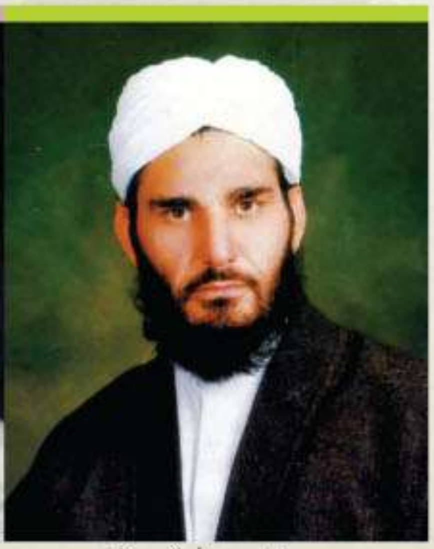
سید عتیق الرحمٰن گیلانی

حضرت حاجی محمد عثمانؒ

مولانا الیاسؒ بانی تبلیغی جماعت

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

حضرت خواجہ خان محمدؒ

مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ

مفتی اعظم مولانا کفایت اللہؒ

امام مسلکِ اعتدال مولانا سرفراز خان صفدرؒ

شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ

مولانا عبداللہ درخواستیؒ "سب کہو! سبحان اللہ"

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ

شیخ القرآن مولانا طاہر پنج پیریؒ

مفتی اعظم مفتی محمد شفیع عثمانیؒ

حضرت قاری محمد طیبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند

حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فاتحۃ الکتاب

قارئین! اللہ تعالیٰ نے فرمایا خلق الانسان ضعیفاً انسان کو کمزور پیدا کیا گیا۔ حضراتِ انبیاء کرام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا تاکہ زمین پر خدائی کا دعویٰ کرنے والے حکمران اور مذہبی طبقات بندے بن جائیں۔ نمرود، فرعون، ہامان، شداد، بادشاہوں، قوم کے سرداروں اور سرمایہ داروں نے اپنی من مانی کی، احبار ورھبان (علماء ومشائخ) کو بھی عوام نے اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ اللہ کے علاوہ رب بنالیا، انبیاء کرامؑ انسانوں کو بندگی سکھانے کیلئے آئیں اور مذہبی طبقہ اسی راستہ سے بندگی کی بجائے ربوبیت کے درجہ پر فائز ہوں تو اس سے بڑا المیہ کیا ہوسکتا ہے؟۔ رسول رحمت برائے تمام عالمﷺ نے ہر طبقہ کے افراد کو اپنے اسوۂ حسنہ کے ذریعہ بندگی کی تعلیم، تزکیہ اور حکمت دیکر اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے مقام سے آشنائی دی ہے۔

ایک مفتی فتویٰ لکھ کر آخر میں واللہ اعلم بالصواب لکھتا ہے کہ ''وہ اپنی معلومات کے مطابق دیانتداری سے یہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ اس نے لکھا ہے وہ اس کے علم کے مطابق درست لیکن پھر بھی اس میں خطاء ممکن ہے اور درست بات اللہ بہتر جانتا ہے''۔ اگر وہ کسی خیانت کا مرتکب نہیں ہوتا ہے اور غلطی سے یہ فتویٰ دیتا ہے کہ ''عورت کو 3 طلاق واقع ہو چکی ہیں اور حلالہ کئے بغیر شوہر کیلئے حلال نہ ہوگی'' لیکن درست بات یہ ہو کہ فتویٰ یکسر غلط ہو، تو اس غلطی پر اللہ کے ہاں اس مفتی صاحب کی کوئی پکڑ نہ ہوگی، اسلئے کہ وہ بندہ ہے اور بندے سے اس طرح کی غلطی ہوسکتی ہے چاہے کسی درجہ کا بھی بڑے سے بڑا مفتی کیوں نہ ہو۔ یہ تعلیم قرآن اور اسوۂ حسنہ کے ذریعہ ملی ہے، رسول اللہﷺ سے ایک خاتونؓ نے پوچھا کہ میرے شوہر نے مجھ سے ظہار کیا ہے، دورِ جاہلیت میں جب کوئی اپنی بیوی کی پیٹھ کو اپنی ماں کی پیٹھ سے تشبیہ دیتا تو اس کو حقیقی ماں کی طرح حرام سمجھا جاتا تھا اور طلاق کی یہ سخت ترین صورت تھی، نبیﷺ نے اپنے گمان کا اظہار فرمایا کہ آپ حرام ہو چکی ہیں، وہ بحث وتکرار، جدل وجدال اور مکالمہ کرنے لگیں کہ عمر کے اس حصہ میں میرا کیا بنے گا؟، بچوں کا کیا بنے گا؟ اور اسلام کو ایسا نہیں ہونا چاہیے وغیرہ، اللہ نے سورۂ مجادلہ کی آیات نازل فرمائیں کہ ''اللہ نے سن لی اس کی بات جو آپ (ﷺ) سے جھگڑ رہی تھی اپنے شوہر کے بارے میں، اللہ دونوں کے مکالمہ کو سن رہا تھا، جو لوگ اپنی عورتوں سے ظہار کرتے ہیں، وہ ان کی مائیں نہیں، ان کی مائیں وہ ہیں جنہوں نے ان کو جنا ہے، یہ (بیوی کو ماں قرار دینے پر حرمت کا فتویٰ سمجھنا) جھوٹ اور منکر بات ہے'' (سورۂ المجادلہ)

اگر کوئی مفتی اپنے گمان کے مطابق صحیح مگر حقیقت میں غلط فتویٰ دیتا ہے تو اس کی پکڑ اسلئے نہیں ہوگی کہ ماحول میں انسان بہت بڑا مغالطہ کھا سکتا ہے، مغالطہ کھانا بندگی کی شان کے منافی نہیں، رسول اللہﷺ کا اسوۂ حسنہ قرآن کریم میں موجود ہے، اس کی وجہ سے کسی بندہ کی توہین کرنے کی بھی اجازت نہیں، البتہ یہ معلوم ہو جائے کہ میرا فتویٰ غلط ہے اور پھر بھی اس پر ڈٹ جائے، یا اپنے اکابر علماء ومشائخ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھے کہ ان سے غلطی نہیں ہوسکتی، یہ ان کو بندگی کے مقام سے ربوبیت کے درجہ پر پہنچانا ہے اور جب رسول اللہﷺ کے ذریعہ اللہ نے بندگی سکھائی اور ہم خود کو یا اپنے اکابر کو یہود ونصاریٰ کی طرح اللہ کے علاوہ اپنے ارباب بنالیں تو اس سے بڑھ کر بے حس اور بدقسمت لوگ پھر کون ہوسکتے ہیں؟ مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ نے ایک کتاب ''عصرِ حاضر حدیث نبویﷺ کے آئینہ میں'' میں لکھی ہے جس میں اسلام، قرآن، مساجد کے نمازی، علماء، مدارس کے مفتی اور ہر شعبۂ زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد کا ذکر ہے۔ اگر قرآنی آیات، احادیث اور ٹھوس دلائل سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ جہاں ایک ساتھ 3 طلاق اور حلالہ کی ضرورت کا فتویٰ 100% غلط ہے تو مجھے امید ہی نہیں پورا یقین بھی ہے کہ پھر جس خاتون کو بھی یہ علم ہو جائے تو وہ اپنا ناجائز حلالہ

کروائے گی اور نہ ہی کوئی شخص اپنا گھر تباہ ہونے دے گا۔

ماحول کی تبدیلی سب سے مشکل کام ہے، میں نے حال ہی میں اپنے جاننے والے علماء ومفتیان کی خدمت میں کچھ حقائق رکھے، اسلام آباد میں اسلامی نظریاتی کونسل کے سربراہ مولانا محمد خان شیرانی صاحب سے بھی ملاقات کا وقت لیا تھا مگر وہ اچانک کوئٹہ چلے گئے اور ملاقات نہیں ہوسکی، اس دن پھر جیوٹی وی چینل ''جرگہ'' کے میزبان سلیم صافی اور دنیاٹی وی چینل کے میزبان ڈاکٹر بابر اعوان ایڈوکیٹ سے ملاقات ہوئی۔ جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی کی دارالافتاء، دارلعلوم کراچی کے شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی اور علامہ غلام رسول سعیدی کے پاس بھی اپنا تحریری مواد بھیج دیا، اگر یہ لوگ چاہتے تو اس اہم مسئلہ پر عوام کو خود ہی حقائق سے آگاہ کردیتے۔ اب مزید وضاحتوں سے مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش اور ساتھ ساتھ دیگر معاملات پر بھی گفت وشنید کی ہے تاکہ فرقہ واریت کے خاتمہ کا ماحول قائم ہوجائے اور امت مسلمہ عرصہ دراز سے تحقیق کے بجائے اندھی تقلید کے جس مرض کا شکار ہے، وہ اس کیفیت سے نکل آئے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **لھم آذان لایسمعون بھا ولھم اعین لایبصرون بھا ولھم قلوب لایفقھون بھا** ''ان کے کان ہیں مگر اس سے سنتے نہیں، ان کی آنکھیں ہیں مگر اس سے دیکھتے نہیں، ان کے دل ہیں مگر اس سے سمجھتے نہیں''۔

قرآن کی سورۂ احزاب کا ترجمہ دیکھ لیا جائے جس میں اللہ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا: ''اللہ سے خوف کھا، اور کافروں اور منافقوں کی پیروی مت کرو، اللہ خبر رکھنے والا جاننے والا ہے، اس کی پیروی کرو جو تیرے رب کی طرف سے تیری طرف نازل کیا گیا ہے، بیشک اللہ ہی کی وکالت کافی ہے، اللہ نے کسی شخص کے سینہ میں 2 دل نہیں بنائے، اور نہ جن سے ظہار کیا جاتا ہے ان کو مائیں بنایا ہے اور نہ لے پالک کو تمہارے بیٹے بنایا ہے، یہ تمہارے منہ کی بات ہے''۔ نبی ﷺ سے کہا جارہا ہو کہ اللہ سے ڈرو، کافروں اور منافقوں کی پیروی نہ کرو، تو عام علماء ومفتیان، مشائخ وعوام پر براہِ راست تو قرآن نازل نہیں ہوا، ان کے ضمیر مسلک کے بوجھ ہی سے نہ دب گئے ہوں بلکہ طلاق وحلالہ کے حوالہ سے کردار بھی رہا ہو۔ اپنے بود وباش، رہن سہن، الللے تللے اور عزت وتوقیر بھی ایک مخصوص مذہبی ماحول کی مرہونِ منت ہو، تو ان کیلئے تبدیلی کا فیصلہ کتنا مشکل ہوگا؟، جبکہ نبی ﷺ کی تو شخصیت ہی سرتاپا دین کے حوالہ سے ایک نئے ماحول کا عظیم شاہکار تھی، اللہ تعالیٰ نے وکالت کے اعتبار سے کوئی ایسی منطق نہیں بتائی جس کو سمجھنے کیلئے دماغ سوزی کی ضرورت پڑے بلکہ انسانی فطرت کی ترجمانی میں یہ فرمایا کہ اللہ نے کسی شخص کے سینہ میں 2 دل نہیں بنائے کہ ایک دل سے بچوں کی ماں کو بیوی اور دوسرے دل سے بیوی کو اپنی حقیقی ماں سمجھے، اور یہ کہ منہ بولے بیٹے کی بہو کو حقیقی بہو کی طرح حرام سمجھے، اللہ تعالیٰ نے **لھم قلوب لایفقھون بھا** ''ان کے دل ہیں مگر اس سے سمجھتے نہیں۔'' فقہ وسمجھ کا تعلق فطرت کے مطابق دل سے رکھا ہے اور قرآن میں دل کے احساسات کو فطری دلیل اور وکالت کے اعتبار سے پیش کیا ہے، سورۂ مجادلہ میں خاتون کے جدال کا ذکر دل کے احساس کو تقویت دینے کیلئے تھا، رسول اللہ ﷺ اپنے دل میں زید کی بیوی سے طلاق کے بعد شادی کرنے کی خواہش رکھ رہے تھے، جس پر اللہ نے فرمایا: ''جس بات کو آپ (ﷺ) چھپا رہے تھے اللہ اسے ظاہر کرنا چاہتا ہے، **وتخشی الناس واللہ احق ان تخشٰہ** آپ لوگوں سے ڈرتے ہیں اور اللہ زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس سے ڈریں، اللہ نے تمہارے ذریعہ سے مؤمنوں کو لے پالک کی طلاق شدہ بیگمات سے شادی کرنے میں مشکل کو دور کردیا ہے''۔ (سورۂ احزاب)

خاتون اپنے حق کے لئے احتجاج، بحث وتکرار، مجادلہ اور مکالمہ کرنے سے نہیں گھبرارہی تھی لیکن رسول اللہ ﷺ کو ایک مذہبی ماحول اور ذمہ دار شخصیت ہونے کے ناطے ماحول کی تبدیلی میں فطرت کے مطابق فتویٰ بدلنے پر اللہ تعالیٰ واضح الفاظ میں فرمارہا تھا کہ کافروں اور منافقوں کی نہیں اللہ کی نازل کردہ کتاب کی پیروی کریں جو انسانی فطرت کے مطابق ہے، اور نبی ﷺ اپنے کردار پر لوگوں کی طرف سے اُنگلیاں اُٹھانے کا خوف کھارہے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے برعکس چلنے کا حکم دیا تاکہ مؤمنوں کیلئے قیامت تک کوئی مشکل نہ ہو۔ علماء کرام اور مفتیان عظام اگر ماحول کا خوف کھائیں تو وہ رعایت کے مستحق ہیں، مجھے ایک ساتھی شاہ وزیر نے بتایا کہ تصویر کے جواز پر آپ کی تصنیف ''جوہری دھماکہ'' پڑھنے کے بعد جامعہ امدادالعلوم درویش مسجد پشاور صدر کے استاذ حدیث مولانا الطاف الرحمٰن نے کہا کہ ''میں ساری زندگی لوگوں سے کہتا رہا ہوں کہ تصویر جائز نہیں، اب منبر پر بیٹھ کر لوگوں سے کیسے کہوں گا کہ تصویر جائز ہے، حالانکہ جواز میں وزن ہے''۔ یہ اعتراف کوئی خامی نہیں بلکہ کمزور انسان کی فطرت سے مطابقت

رکھنے والی بات ہے، قرآن اسوۂ حسنہ کی رہنمائی سے ہمیں خدائی کے دعویٰ کی طرف نہیں لیجاتا بلکہ ماحول کے اندر اپنی کمزوری اور بندگی کا احساس دلاتا ہے، میں نے طلاق کے مسئلہ پر بھی مولانا الطاف الرحمن سے تھوڑی بہت بات کی اور پھر تفصیل سے بھی بات کرنے کی پیشکش کی مگر مولانا نے معذرت کرنے میں اپنی عافیت سمجھی۔ مولانا الطاف الرحمٰن نے انقلاب اور علماء کو اپنی روش تبدیل کرنے کے حوالہ سے ہمیں ماہنامہ ضرب حق کراچی میں بڑے جاندار بیان بھی دیئے تھے لیکن تبدیلی کیلئے جان کی قربانی سے زیادہ ماحول کی قربانی دینا مشکل کام ہے۔

ڈاکٹر شبیر احمد نے ''اسلام کے مجرم'' کے عنوان سے احادیث، تفسیر، سیرت اور تصوف کی کتابوں سے حوالہ جات نقل کرکے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، علامہ شبلی نعمانی، مولانا احمد رضا خان بریلوی، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا یوسف بنوری، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی وغیرہ ہر مکتبہ فکر کی تمام معتبر شخصیات اور ان کی کتابوں میں موجود مواد کو عوام کے سامنے اپنے علم، سمجھ، عقل، دانست اور فہم کے مطابق اسلام کے خلاف گہری سازش قرار دیا ہے۔ یہ کوئی نئی کاوش نہیں تمام مکاتب فکر اور مسالک کے لوگ ایک دوسرے کے خلاف ان عبارات کو گمراہی کا سبب قرار دے رہے ہیں۔ فقہ اور تصوف کا تعلق مذہب سے ہے، بعض لوگوں کا نظریہ یہ ہے کہ شریعت اور حقیقت (طریقت) جدا جدا ہیں اور بعض یہ سمجھتے ہیں کہ اگر طریقت کی حقیقت جدا ہے تو کیا شریعت بے حقیقت ہے؟۔ حالانکہ قرآن میں حضرت خضر نے ایک معصوم بچے کو اسلئے قتل کیا کہ وہ بڑا ہوکر اپنے والدین کو کافر بنادے گا۔ جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وعدہ کرنے کے باوجود صبر نہیں کیا اور شریعت وطریقت یا حقیقت کے راستے قرآن میں جدا دکھائی دیئے۔ اللہ تعالیٰ شکلوں، صورتوں اور اعمال کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ دلوں کے جذبات کو دیکھتا ہے۔ حدیث میں بھی اعمال کا دارومدار نیتوں پر قرار دیا گیا ہے۔ غازی علم الدین نے راجپال اور ممتاز قادری نے سلمان تاثیر کو جس نیت سے قتل کیا اس کا تعلق تصوف وطریقت سے تھا لیکن فقہ اور قانون میں دل اور نیت کے بجائے ظاہری عمل پر گرفت ہوتی ہے۔ جو شخص توہین رسالت ﷺ کی خاطر دوسرے کو قتل کرتا ہے اور فقہ وقانون میں اس پر گرفت نہ ہو تو پاکستان میں قتل وغارت گری کا بازار گرم ہوکر ایک ایسا طوفان اٹھ جائے گا جو مختلف فقہ ومسالک سے تعلق رکھنے والوں کو آئے روز گولیوں کا نشانہ بننا پڑے گا۔

نیت اور خلوص کا تقاضہ یہ ہے کہ جو شخص توہین رسالت ﷺ کی خاطر دوسرے کو قتل کرے تو خود بھی بارگاہ رسالت ﷺ میں پہنچنے کیلئے بیتاب ہو اور قتل کرنے کے بدلے قتل سے بچنے کیلئے کسی قسم کی تگ ودو نہ کرے۔ فقہ وقانون کے متوالے مجرم کو تحفظ دینے کے بجائے اصل قربانی اس بات کو قرار دیں کہ قتل کے بدلے میں قاتل کو قرآن، فقہ اور قانون کے مطابق قتل کیا جائے۔ تحریک طالبان اور القاعدہ کے کارکنوں اور رہنماؤں نے دوسروں پر اسلام کے نفاذ کی خاطر جتنی قربانیاں دی ہیں، خودکش حملے کئے ہیں اور بے گناہ لوگوں کو مارا ہے اگر چند افراد بھی اسلام کی خاطر اپنے اوپر شرعی حدود نافذ کرواتے تو پوری دنیا میں اسلام کے نفاذ کا تہلکہ مچ جاتا۔ اپنے اوپر حدود نافذ کرنے کے بجائے دوسروں کو انتقام کا نشانہ بنانے سے اسلام کی آبیاری کبھی بھی نہیں ہوسکتی ہے۔ صحابہ کرامؓ دوسروں پر حدود نافذ کرنے کے بجائے اپنی جانوں کے خلاف گواہیاں دیکر حدود نافذ کرواتے تھے۔

ڈاکٹر شبیر احمد لکھتے ہیں ☆: ''داؤدؑ اپنی آنکھ ہی کے باعث مبتلا ہوئے یعنی اپنی پڑوسی کی بیوی سے گناہ کیا (امام غزالی، کیمیائے سعادت، ص 497) انبیاء کرام تو صاحبو! بے گناہ وبے داغ کردار کے مالک ہوتے ہیں اور سید علی ہجویریؒ المعروف داتا گنج بخش لکھتے ہیں کہ داؤدؑ کی نظر وہاں پڑی جہاں نہ پڑنی چاہیے تھی۔ یعنی نہاتی ہوئی حسین عورت پر جو یوریا کی بیوی تھی، حالانکہ وہ ان پر حرام تھی جیسے حضور ﷺ کی نظر زیدؓ کی بیوی زینبؓ پر پڑی (کپڑے بدلتے ہوئے) تو وہ دونوں عورتیں اپنے اپنے شوہروں پر حرام ہوگئیں۔ (علی ہجویریؒ داتا گنج بخش، کلام المرغوب، ص349) اور انبیاء کے نکاح میں آگئیں۔ ☆: فاضل علوم دینیہ مولانا مسعود الدین عثمانی صاحب اپنی کتاب ایمان خالص ص113 پر تحریر فرماتے ہیں کہ علی ہجویری صاحب نے اپنی کتاب میں تاریخ طبری کی ان روایتوں کی تصدیق فرمائی ہے کہ داؤدؑ اور آنحضرت ﷺ ان دو عورتوں کو برہنہ دیکھ کر عاشق ہوگئے تھے۔ (نعوذ باللہ) امام طبری نے بھی یہی لکھا ہے۔ (اسلام کے مجرم، ص31-30)۔ ☆: تاریخ طبری میں ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ زیدؓ سے ملنے کیلئے ان کے گھر گئے۔ زیدؓ موجود نہ تھے، زینب کپڑے پہن رہی تھیں۔ اسی حالت میں رسول اللہ ﷺ نے ان کو (برہنہ) دیکھ لیا، اور یہ الفاظ کہتے ہوئے باہر نکل آئے، سبحان اللہ سبحان اللہ المصرف القلوب! اے وہ اللہ جو دلوں کو پھیر دیتا ہے۔ حضرت زیدؓ کو جب حالات معلوم ہوئے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ

کی خدمت میں عرض کی کہ زینبؓ اگر آپ کو پسند آ گئی ہو تو میں ان کو طلاق دے دوں۔ (علامہ شبلی نعمانی، سیرت النبی، جلد اول، صفحہ 258)، پھر ایسا ہی ہوا۔ حافظ ابن حجر، امام ابن ابی حاتم اس روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ زینبؓ کا جسم انتہائی حسین تھا، لہٰذا رسول اللہ ﷺ کا ایک نظر میں عاشق ہو جانا کوئی غیر انسانی بات نہیں اور داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ داؤدؑ اور محمد رسول اللہ ﷺ ایک ہی نظر میں مبتلا ہوئے۔ جنید بغدادیؒ نے کہا کہ یوریا کی بیوی سے شادی کر کے داؤدؑ کے ہاں ان کے بیٹے سلیمانؑ ناجائز طور پر پیدا ہوئے اور شیخ ابن سیرینؒ لکھتے ہیں سورۃ الاحزاب میں جہاں اس بات کا ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے دل میں کچھ چھپا رہے تھے تو اس سے مراد آپ ﷺ نے زینبؓ کا عشق اپنے دل میں چھپا رکھا تھا۔ (ملفوظات الغسل، ص 219)"۔ (اسلام کے مجرم ص 34-33) ☆: رسول اللہ ﷺ نے زید بن حارثہؓ سے فرمایا تم میرے بھائی اور میرے مولا (آقا) ہو تو وہ خوشی سے ناچنے لگے۔ (کیمیائے سعادت، امام غزالی، ص 419)۔ (یہ تو رسول اللہ ﷺ نے ابوبکرؓ و عمرؓ کیلئے بھی نہیں فرمایا) یہ اسلئے کہ زیدؓ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی بیوی دے دی تھی۔ (ملفوظات مکی، اشرف علی تھانوی)"۔ (اسلام کے مجرم، ص 61)۔

جائز و ناجائز اور حلال و حرام کے حوالے سے تصوف ہی نہیں فقہ کی کتابوں میں بھی اللہ کے قائم کردہ حدود کو ایسا پھلانگا گیا ہے کہ ایک عام آدمی کانوں کو ہاتھ لگا کر الامان اور الحفیظ کے نعرے بلند کر سکتا ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے غیبت کو اپنے مردہ بھائی کے گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے اور حدیث میں تصوف و طریقت کی کیفیات کی طرح مردہ بھائی کے گوشت کھانے کے مشاہدے کا بھی ذکر ہے۔ غیبت یہ ہے کہ کسی میں موجود برائی کا اس کی غیر موجودگی میں ذکر کیا جائے۔ بہتان یہ ہے کہ کسی میں برائی موجود نہ ہو، اس پر جھوٹا بہتان لگایا جائے اور سب سے بدترین بہتان یہ ہے کہ کسی پاکدامن عورت پر بدکرداری کی تہمت لگائی جائے۔ بدترین بہتان کی سزا یہ ہے کہ 80 کوڑے لگائے جائیں اور غیبت کی کوئی سزا نہیں۔ حدیث میں غیبت کو زنا سے بدتر قرار دیا گیا ہے، زنا کی سزا قرآن میں بہتان کے مقابلے میں زیادہ 100 کوڑے کی سزا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا کہ جس کو حکمت دی گئی تو اس کو خیر کثیر عطا کی گئی۔ مردہ بھائی کا گوشت کھانا واقعی زنا سے بدتر ہے اور فقہ و قانون میں مردہ بھائی کے گوشت کھانے اور غیبت کی سزا نہیں لیکن بدکاری کی سزا ہے۔ دریا خان بھکر پنجاب میں آدم خور بھائیوں کو ٹی وی کی اسکرین پر دکھایا گیا تو لوگوں کو ان کی تصویروں سے بھی کراہت محسوس ہوتی تھی۔ فقہ و قانون میں ان کیلئے کسی سزا کا تعین بھی نہیں تھا۔ عام طور پر لوگوں کے ذہنوں میں غیبت کے گناہ کو ہلکا سمجھا جاتا ہے اور قرآن و حدیث میں قانون کے حوالے سے نہیں جذبات اور کیفیات کے حوالے سے اس کی برائی اجاگر کی گئی ہے۔ ڈاکٹر شبیر احمد نے اپنی کتاب میں اپنی مجلس شوریٰ کے اراکین کا بھی ذکر کیا ہے اور امت مسلمہ کو تمام مکاتب فکر پر مشتمل ایک مشاورتی کمیٹی قائم کرنے کی ضرورت ہے جس میں فرقہ اور تعصبات سے بالاتر ہو کر کتابوں میں موجود ان غلطیوں کی نشاندہی کی جائے جس کی کوئی تاویل نہ ہو سکے۔

صحیح بخاری کی کتاب الفرائض میں **باب تعلیم الفرائض** میں حضرت عقبہ بن عامرؓ نے کہا: "علم حاصل کرو اس سے پہلے کہ گمان کرنے والے ہو جاؤ، یعنی جو گمان سے گفتگو کرتے ہیں۔" فقہ کی کتابوں میں فرائض ظنی مثلاً غسل کے فرائض اور ان پر اختلافات مختلف فقہی مسالک کے اماموں کے حوالہ سے موجود ہیں۔ ان اختلافات کی ضرورت اور گنجائش ہے یا نہیں؟ اس کا فیصلہ کتاب میں موجود علمی دلائل اور محاکمہ سے علماء کرام کر سکتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم ظن سے اجتناب کرو، بیشک ظن سب سے جھوٹی بات ہے، آپس میں ایک دوسرے کی برائی کی تلاش میں نہ لگے رہو اور ایک دوسرے کے خفیہ معاملات کو معلوم نہ کرو، اور نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو، اور نہ پیٹھ پیچھے کسی کی برائی کرو بلکہ اللہ کے بندے بھائی بھائی بن کر رہو۔ (بخاری، باب الفرائض)۔" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علم کی تین قسمیں ہیں اور ان کے ماسوا فضول ہے: آیت محکمہ، یا سنت قائمہ یا فریضہ عادلہ۔ (سنن ابوداؤد۔ 2885)۔ امام ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت کرتے ہیں: "اس کی مثال جو قرآن پڑھتا ہو اور فرائض کو اچھی طرح نہ جانتا ہو ایسے ہے جیسے ٹوپی بغیر سر کے ہو" (نعم الباری شرح بخاری، جلد 14، ص 820)۔

نماز فرض قطعی ہے اور نماز سے نیت کیساتھ نکلنا فرض ظنی ہے۔ حدیث میں نماز کے آخری قاعدے میں ریح خارج کرنے پر نماز کی تکمیل کا ذکر ہے تو احناف نے اس سے فرض ظنی کا مضحکہ خیز استدلال لیا اور سلام کو واجب قرار دیا، حالانکہ اس تکلف کی قطعی ضرورت نہ تھی۔ عتیق گیلانی

طلاق کے حوالہ سے اہم ترین انکشاف کا بہترین خلاصہ

طلاق وعلیحدگی میں اسلام کی سب سے بڑی خوبی کو...... اسلام کے اجنبی...... ہوجانے کے سبب...... اس کی سب سے...... بڑی خامی بنا کر...... رکھ...... دیا گیا ہے۔کیاایک ساتھ تین طلاق کے واقع ہونے کا فتویٰ اور حلالہ کی لعنت کسی بھی قوم اور ملک کیلئے قابل قبول ہوسکتے ہیں؟۔

اسلام کے چہرے سے اجنبیت کا پردہ اُٹھنے کی دیر ہے لیکن یہ پردہ کس نے اُٹھانا ہے،اس کیلئے بہت زیادہ قابلیت،علم کا پہاڑ ہونے،کسی قسم کی مہارت اور محنت...... کی بھی ضرورت نہیں،صرف آنکھوں سے دیکھنے،کانوں سے سننے اور دل سے سمجھنے کی بات ہی کافی ہے۔طلاق کا عدت اور اصلاح کی شرط پر رجوع وہ قانونِ فطرت ہے،جس کوانسانیت فوراً قبول کریگی۔

اللہ تعالیٰ نے طلاق میں...... عدت کا تصور دیدیا ہے۔اور طلاق سے...... رجوع کو بھی عدت ہی سے جوڑ دیا ہے۔اور رجوع کو اصلاح سے...... مشروط کردیا ہے۔اسلام کے بڑے...... نادان اور مخلص دوستوں نے...... ایک طرف تو طلاق کے حق کو...... عدت سے جدا کرکے...... طلاق کی ملکیت کا بالکل ہی...... خودساختہ،من گھڑت اور...... اختراعی...... **تصور** ...... قائم کردیا جس سے عدت...... میں بھی...... ایک ساتھ 3 طلاق کی ملکیت...... سے ہاتھ دھویا جاسکتا ہے۔اور 1 طلاق...... میں عدت کے بعد بھی...... 2 طلاق...... کی ملکیت کا...... عجیب وغریب تصور...... باقی رہتا ہے۔اور...... دوسری طرف...... اصلاح وصلح...... کی شرط...... کے بغیر بھی...... شوہر کو رجوع کا حق حاصل ہوتا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے...... کہ شوہر...... 3 طلاق کا مالک ہو تو بیوی...... اس کی منکوحہ ہوگی یا مملوکہ؟۔مملوکہ ہو تو یہ ملکیت...... کس قدر عجیب ہوگی...... کہ اللہ تعالیٰ نے...... عدت میں رجوع...... کا حق دیا ہے۔اوراس میں قرآنی آیات کے برعکس...... رجوع کا حق...... ایک ساتھ 3 طلاق...... میں ختم ہوجاتا ہے۔......اور ایک طلاق...... میں دوسری جگہ شادی...... کے بعد بھی...... 2 طلاقوں کی ملکیت...... باقی رہتی ہے۔

کیا یہ......**ان ھذا لشئی عجاب** ......نہیں......''بیشک یہ بہت ہی عجیب بات ہے''۔

علماء کرام اور...... مفتیانِ عظام...... تھوڑا سا غور فرمائیں!۔...... کہیں بہت...... بڑی بھول...... تو نہیں...... ہوئی ہے؟۔مجھے احساس ہے کہ تفصیلات...... کے بغیر تشفی نہ ہوگی۔...... ورنہ تو زیادہ...... محنت اور وقت...... ضائع...... کرنے...... کی...... ہرگز ضرورت...... بھی نہ ہوتی۔جس طلاق کو حنفی مسلک والے احسن طلاق کہتے ہیں،اصولِ فقہ میں نورالانوار کی تعلیم کے مطابق ایک طلاق کے بعد دوسری جگہ عدت کے بعد شادی ہوجائے تو پھر بھی 2 طلاقوں کی ملکیت باقی رہتی ہے۔کیا تین میں سے دو طلاق کی ملکیت باقی رہے تو دوسرا نکاح درست ہوسکتا ہے؟۔حضرت معاذؓ کے شاگرد یزید بن عمرہؒ سے نقل ہے کہ جب بھی حضرت معاذؓ وعظ فرماتے تو یہ کلمہ ضرور فرماتے''اللہ فیصلہ کرنے والا،انصاف والا ہے،شک میں پڑنے والے ہلاک ہوئے۔''ایک دن فرمایا:تمہارے بعد بہت سے فتنے پیدا ہوں گے،مال بھی بہت ہوگا،اور قرآن کھلا ہوا ہوگا جس سے ہرایک دلیل پکڑے گا،مؤمن،منافق،مرد،عورت،بڑا،چھوٹا،غلام اور آزاد،بعید نہیں کہ کوئی کہنے والا یہ کہے:''کیا بات ہے؟ میں نے قرآن پڑھ لیا پھر بھی لوگ میری پیروی نہیں کرتے!لوگ میری پیروی نہیں کریں گے جب تک ان کے سامنے کوئی نئی بات پیش نہ کروں۔''پس جدت طرازی سے بچتے رہنا،کیونکہ یہ گمراہی ہے،اور میں تمہیں عالم کی لغزش سے ڈراتا ہوں کیونکہ شیطان کبھی عالم کے منہ سے گمراہی کی بات نکلوادیتا ہے،اور کبھی منافق بھی سچی بات کہہ دیتا ہے،میں نے (راوی نے) کہا:حضرت!مجھے کیسے پتہ چلے گا کہ عالم نے گمراہی کی بات کہی اور منافق کے منہ سے کلمۂ حق نکلا؟۔فرمایا:صاحب علم کی ایسی مشتبہ بات سے پرہیز کرو جس کے بارے میں کہا جائے کہ''یہ کیا بات ہوئی؟''لیکن صرف اس غلطی کی بنا پر تمہیں اس سے برگشتہ نہیں ہونا چاہیے،کیونکہ شاید وہ اپنی غلطی سے رجوع کرلے،(ہاں!حق واضح ہوجانے کے بعد بھی وہ اپنی غلطی پر اصرار کرے تو ایسا شخص عالم ہی نہیں بلکہ جاہل ہے)،اور حق بات خواہ کسی سے سنو،اسے قبول کرلو،کیونکہ حق پُرنور رہتا ہے۔''ابوداؤد ص ۶۳۳۔عصر حاضر حدیث نبوی ﷺ کے آئینہ میں،مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ۔

شوہر تین طلاق کا مالک ہوتو بیوی منکوحہ ہوتی ہے یا مملوکہ؟۔علماء ومفتیان حضرات بتائیں کہ ان کی بیویاں ان کی مملوکہ ہیں یا منکوحہ؟،ان کی مائیں ان کے باپوں کی منکوحہ تھیں یا مملوکہ تھیں؟۔ پاکستان اور دنیا بھر کے مسلمانوں کو آزاد اور خود مختار بنانے کیلئے سب سے پہلے قابلِ عزت محترم ماؤں، بہنوں، بیٹیوں اور بیگمات کو غلامی کی ان زنجیروں سے آزاد کرنا ہوگا جن میں ایک کم عقل مخلوق علماء ومفتیان نے انہیں اسلامی فتویٰ کے برعکس جکڑ رکھا ہے، جب مائیں مملوکہ ہوں گی تو کیا آزاد بچے ان کی کوکھ سے پیدا ہوسکیں گے؟۔جس دن اسلام کے چہرے سے اجنبیت کے داغ کو مٹا دیا، اسی وقت سے دنیا میں باطل نظام کی اُلٹی گنتی شروع ہوجائے گی۔صاف پانی پینے اور گٹر کے پانی میں تمیز کیلئے کسی تعلیم وتربیت کی ضرورت نہیں، ہر آدمی کو اول تو دیکھنے سے پتہ چلے گا، اگر اندھا ہوتو چھو لینے سے اور یہ صلاحیت نہیں تو سونگھ لینے سے اور بہت ہی کوئی گیا گزرا ہوتو چکھ لینے سے صاف اور گٹر کے پانی میں تمیز کرلے گا۔اتنے سارے قدرتی اور فطری فلٹر کے ہوتے ہوئے کوئی صاف پانی کی موجودگی میں گٹر کا پانی کیسے پی سکتا ہے؟۔اسلام کو اتنا غیر فطری مذہب بنادیا گیا ہے جو عالمِ انسانیت کیلئے صاف پانی کی طرح فطری تو نہیں رہا بلکہ گٹر کے پانی سے بھی بدتر بنادیا گیا ہے۔

ایک آدمی نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دیدیں اور پھر اپنے فعل پر پچھتایا، اس کے چھوٹے بڑے بچے ہیں، غیرتمند رشتہ دار ہیں اور میاں بیوی بھی غیرت وحمیت کے پیکر ہیں، اگر اس کے سامنے مذہبی فتویٰ کے حوالہ سے دو باتیں رکھی جائیں ایک یہ کہ عدت گزارنے اور حلالہ کی لعنت سے گزرا جائے اور دوسرا یہ کہ ایک گلاس گٹر کا پانی بطورِ سزا پی لے تو پھر حلالہ کی ضرورت نہ ہوگی۔دونوں باتوں میں فطری غیرت کھونے والے کا تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن جس کی فطرت اور انسانیت سلامت ہو، وہ ایک گلاس ہی نہیں ایک جگ گٹر کا پانی بھی پی لے گا لیکن اپنی بیگم کا کسی سے حلالہ نہیں کروائے گا۔امریکہ، برطانیہ، یورپی یونین کے ممالک، آسٹریلیا، چین، جاپان، روس، بھارت اور دنیا بھر کے ممالک کے سامنے اس غیر فطری قانون کا جائزہ لینے اور لاگو کرنے کی بات رکھی جائے تو کوئی بھی سلیم الفطرت انسان اس کو قبول کرنے کی حماقت نہ کریگا، مسلمان تو صرف اس کو مذہبی مجبوری سمجھ کر ہی قبول کررہا ہے اور اگر اس کو یہ معلوم ہوجائے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے نہیں ہے بلکہ جس طرح یہود ونصاریٰ کی فطرت ان کے مذہبی علماء ومشائخ نے بگاڑ دی تھی، یہ بھی انہی کے نقشِ قدم پر چلنے کا نتیجہ ہے تو لوگوں کے ذہن سے ایک غیر فطری بوجھ ہٹ جائیگا۔مہدی برحق اگر آئیں گے اور مسلمانوں ہی کے نہیں کفار کے ذہن سے بھی غیر فطری اسلام کا بوجھ ہٹادیں گے تو یقیناً دنیا میں ایسی خلافت علی منہاج النبوۃ قائم ہوکر رہے گی جس سے زمین وآسمان والے سب کے سب خوش ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے طلاق کے مسئلہ کو بیان کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے، طلاق شدہ خواتین کیلئے تین مراحل تک انتظار کی وضاحت کے بعد دو مرتبہ طلاق اور پھر اچھے انداز میں رکھنے یا احسان کے ساتھ رخصت کرنے کی وضاحت ایک نارمل انسان کیلئے کافی تھی اور پھر نبی اکرم ﷺ نے عدت و طلاق کے حوالہ سے بھرپور وضاحت بھی فرمائی اور یہ وضاحت بھی کم نہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ابتدائی دورِ خلافت میں ایک ساتھ تین طلاق کو ایک مرتبہ شمار کیا جاتا تھا۔قرآنی آیات، ان کی معتبر ومعروف تفاسیر اور احادیث صحیحہ کو چھوڑ کر ایسی منطق گھڑنا کہاں کا انصاف ہے کہ جس میں قرآن کے الفاظ ومعانی، احادیث صحیحہ کے برعکس اپنی زبان وفطرت بھی اجازت نہ دیتی ہو لیکن زبردستی سے کان، آنکھیں اور دل کے دروازے بند کرکے اندھے وکالت کرنے والوں کی عبارات گھسیٹ لانے کی کوشش کی جائے۔

یہ کہاں کا انصاف ہے کہ نبی اکرم ﷺ وضاحت فرمائیں کہ عدت وطلاق سے قرآن میں طہر وحیض کے مراحل ہیں اور آپ کہیں کہ نہیں عربی لغت میں فاء تعقیب بلامہلت کیلئے آتا ہے، اسلئے تیسری طلاق عربی قاعدے کے مطابق بیک وقت تین طلاق سے بھی واقع ہوجائیں گی، میں کن الفاظ میں اس الو کے پٹھے کی مذمت کروں جو اتنی بات بھی نہیں سمجھ سکتا ہے کہ تعقیب کے معنی پیچھے کے ہیں، جب 3 کے لفظ سے 3 طلاقیں واقع ہوں گی تو پھر تعقیب کا معنیٰ کہاں سے آئے گا؟۔ بریلوی مکتبہ فکر کے علامہ غلام رسول سعیدی نے لکھا ہے کہ ''اگر فاء کی جگہ ثم کا لفظ ہوتا تو اس بات کا تعین ہوجاتا کہ تین طلاقیں الگ الگ دینا مراد ہے۔'' اگر وکالت کا ناجائز ٹھیکہ اُٹھانہ رکھا ہوتو عدت وطلاق کے حوالہ سے یہ منطق لڑانے کی بجائے قرآن وسنت کی نشاندہی کافی تھی لیکن حنفی مسلک کی کتابیں ٹھیک سے سمجھ کر پڑھ لی ہوتیں تو بھی اچھا ہوتا، عقل ہوتو دو مرتبہ طلاق کو بھی اکٹھا قرار دینے کی جرأت نہ کرو۔

خواہشِ انقلاب اور استحکامِ پاکستان کا گمان: حقائق کا آئینہ

قرآن نازل ہوا تو کوئی مدرسہ، سکول، کالج تھا اور نہ جامعہ ویونیورسٹی تھی، چند لوگ پڑھنا، لکھنا جانتے تھے، لکھنے والا کاتب، پڑھ سکنے والا قاری۔ آج لاتعداد لوگ قرآن پڑھ سکتے ہیں لیکن کاتب کم ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **ومنھم امیون لا یعلمون الکتٰب الا امانی و ان ھم الا یظنون O فویل للذین یکتبون الکتٰب بایدیھم، ثم یقولون ھٰذا من عنداللہ لیشتروا بہ ثمنا قلیلا، فویل لھم مما کتبت ایدیھم و ویل مما یکسبون O** "اوران میں سے بعض ان پڑھ ہیں، نہیں جانتے کتاب کو مگر محض خواہشات اور کچھ نہیں مگر گمان رکھتے ہیں۔ سو ہلاکت ہے ان کیلئے جو کتاب لکھتے ہیں اپنے ہاتھوں سے، پھر کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے، تاکہ اس پر لیں تھوڑا سا مول، سو ہلاکت ہے ان کیلئے جو اپنے ہاتھوں سے لکھ چکے اور ہلاکت ہے جو کماتے ہیں"۔ سورۂ بقرہ کی ان آیات میں اہل کتاب کے ان پڑھ اور مذہب کے پیشہ ور لوگوں کا ذکر ہے۔ تمام فرقوں کے ان پڑھ لوگ جس طرح کی خوش گمانیوں میں مبتلا ہیں محض عقیدہ اور مسلک کی بدولت انتہائی بداعمالی کے باوجود خود کو نجات یافتہ اور دوسروں کو اچھے کردار، سوچ، ذہنیت، فطرت اور اعمال صالحہ کے باجود قابلِ نفرت سمجھتے ہیں اور مذہبی طبقات اپنی پیشہ وارانہ سرگرمیوں کی بدولت جس طرح دین کو کمائی کا ذریعہ سمجھتے ہیں یہ کسی سے ڈھکی چھپی بات نہیں۔

ناامیدی و مایوسی کفر لیکن زمینی حقائق کو بھی دیکھنا ہوگا، ایسا نہ ہو کہ محض خواہش اور گمان ہی رکھیں۔ اہل کتاب کو ایک قائد خاتم الانبیاﷺ کا انتظار تھا لیکن پھر مفادات سامنے آئے۔ شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی نے اسلامی بینک کے جواز کا فتویٰ دیا تو دیوبندی مکتبۂ فکر کے بڑے مدارس جامعہ بنوری ٹاؤن، جامعہ فاروقیہ سے لیکر چھوٹے مدارس نورانی مسجد صرافہ بازار تک کے مفتی شیخ حبیب اللہ شیخ الحدیث جامعہ حمادیہ سب نے شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی کی سخت مخالفت کردی۔ اگر مفتی تقی عثمانی کو فتویٰ کا معاوضہ ملتا ہے اور مفتی اعظم پاکستان مفتی منیب الرحمن نے بھی یہی کام کرنا ہے تو کیا جن اہل کتاب کی مذمت آئی ہے جو اپنے ہاتھوں کے لکھے کو اللہ کے دین کی طرف منسوب کرتے تھے یہ لوگ اس زمرے میں نہیں آتے؟۔ مفتی تقی عثمانی کے بارے میں سورۂ فاتحہ کو پیشاب سے لکھنے کے جواز کا اخبار تحریکِ انصاف کے عمران خان کے ہاتھ میں دیا گیا تو کراچی کے رہنماؤں زبیر خان وغیرہ نے اس کو سمجھنے اور تبصرہ کرنے سے پہلے روک دیا تھا۔

دارلعلوم دیوبند کی تدریس کے استاذ شیخ الہندؒ نے مالٹا سے رہائی کے بعد قرآن سے دوری اور تفرقہ بازی کو اُمت کے زوال کا اصل سبب قرار دیا، مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے تحریک شروع کی، اور لکھا: "استاذ کی حق بات قبول کرنے سے انکار کرتے ہو، امام مہدی کا انتظار ہے لیکن تم مہدی کے مخالفوں کیساتھ ہوگے"۔ نسوانی حق پر خاتون عیسائی بن گئی، تھانویؒ نے 'حیلۂ ناجزہ' میں 80 سال حنفی مسلک کے نہیں 4 سال کے مالکی مسلک پر فتویٰ لکھا۔ مولانا سندھیؒ نے چار ماہ کے انتظار کو قرآن کا واضح قانون بتایا، اللہ کے قانون میں انتظار کیلئے 80 سال اور 4 سال کا فرق تو نہیں ہوسکتا، 80 سال انتظار تو اگر کوئی بچی ماں کے پیٹ میں شادی کرلے، پھر اس کا شوہر پیدائش سے پہلے گم ہوجائے تو 80 سال انتظار کے بعد وہ شادی کے قابل کہاں رہتی؟، اس طرح یہ کتنی بے تکی بات تھی کہ ہر عمر کی عورت کو اتنا ہی انتظار کرنا پڑتا کیونکہ بیس سال سے لیکر اسی سال والوں کیلئے یکساں انتظار کسی عقلمند انسان کا فتویٰ بھی نہیں ہوسکتا تھا۔ چاروں ائمہ مجتہدین علماء حق تھے لیکن ان کے نام پر بعد والوں نے ان کے مسلکوں کے بالکل برعکس مسلک سازی کی ہے جس پر نظر ثانی کی سخت ضرورت ہے۔

مفتی اعظم مفتی رفیع عثمانی نے کہا "ہم صحیح وغلط مسلک کا فیصلہ نہیں کرسکتے، امام مھدی کا ہر فیصلہ حق اور مخالف باطل، مدارس میں امام مہدی کے لشکر تیار ہورہے ہیں"۔ مولانا انورشاہ کشمیریؒ نے آخر میں جو کہا تھا مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیعؒ نے نقل کیا کہ "ساری عمر ضائع کردی اسلئے کہ

قرآن وسنت کی بجائے فقہی مسلک کی وکالت کرتا رہا"۔ ہماری بدقسمتی ہے کہ مدارس کے نصاب میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ جیسے لوگوں کی کتابوں کو مدارس میں پڑھانے کی بجائے ملاجیونؒ جیسے لوگوں کی کتابیں پڑھائی جارہی ہیں جس کی وجہ سے علماء وطلباء میں شعور پیدا ہونے کی بجائے روایتی کم عقلی پر گزارہ ہورہا ہے اور سب پرانی تنخواہوں پر کام کررہے ہیں۔ شاہ ولی اللہؒ نے قرآن کا ترجمہ اس نیک نیتی کیساتھ کیا کہ ایک پادری نے علماء کو بہت پریشان کردیا تھا، وہ علماء سے کہتا تھا کہ قرآن میں یہ بات موجود ہے، علماء انکار کرتے تو دیکھنے پر پادری کی بات درست ثابت ہوجاتی تھی، شاہ ولی اللہؒ کو معلوم ہوا کہ اس پادری کی زباں میں قرآن کا ترجمہ ہوا ہے، اسلئے قرآن کی اتنی معلومات ہیں۔ افسوس کہ شاہ ولی اللہؒ کو قرآن کا ترجمہ کرنے کے جرم پر واجب القتل قرار دیا گیا اور دوسال تک ان کو روپوش رہنا پڑا، پھر شاہ ولی اللہؒ کے دوصاحبزادوں نے بھی قرآن کے ترجمے کئے اور دیگر علماء نے بھی مختلف زبانوں میں ترجمہ کیا۔ آج قرآن کے ترجمہ کی بدولت طلاق سے متعلقہ آیات اور دیگر معاملات میں غیر معمولی انقلاب لایا جاسکتا ہے۔

مذہب میں پختون قوم سب سے آگے نظر آتی ہے مذہبی سیاسی جماعتوں کو وہاں سے قومی اور صوبائی اسمبلی کی سب سے زیادہ نمائندگی ملتی ہے، مدارس کے علماء وطلبہ میں بھی انکی تعداد زیادہ ہے، تبلیغی جماعت اور طالبان میں بھی اکثریت ان کی ہے اور پشتو زبان کے مولانا طاہر پنج پیری اور انکے مدمقابل شاہ منصور کی طرف سے عوام کو سب سے زیادہ قرآن کا ترجمہ بھی سکھایا جاتا رہا، دیوبندی علماء کی بہت اکثریت کے علاوہ پنجاب اور سندھ کے اکثر بزرگوں کا تعلق بھی اسی قوم سے تھا، بریلوی مکتبہ فکر کے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضاخان بریلوی بھی پٹھان تھے لیکن جب ساری زبانوں کے بعد پشتو میں قرآن کا پہلا ترجمہ ہوا تو اس پر کفر اور واجب القتل کے فتوے لگے۔ تحریکِ نفاذ شریعت محمدی سوات سے اُٹھی، طالبان نے افغانستان میں مُلا عمر کی حکومت قائم کی جس میں پیپلز پارٹی کے جنرل نصیر اللہ بابر کے کردار کا تعلق پختون قوم سے تھا تحریک طالبان پاکستان کو پختون قبائلی علاقہ، سیٹل پختون آبادی اور خاص طور سے وزیرستان سے تقویت ملی، پاکستان کے قیام میں اسلام کا حوالہ اور مسلمانوں کا کردار نہ ہوتا تو یہ معرضِ وجود کبھی نہ آتا۔

قرآن وسنت کے علاوہ پہلے اجماع میں فرض اور قرآن پڑھانے پر معاوضہ جائز نہ تھا، سلفؒ کا اجماع ناخلفوں نے ختم کردیا، بانی تبلیغی جماعت مولانا الیاسؒ نے دعوت کے کام کی شکل میں بلامعاوضہ تبلیغ کرکے اسلافؒ کے اجماع کو زندہ کرنے کی بنیاد ڈال دی تھی۔ میں نے تبلیغ سے فیض پایا، جہاد پر گیا اور خلافت کا اعلان کیا۔ سندھیؒ کا تدبر، کشمیریؒ کا صِدق، تھانویؒ کی صفا، مدنیؒ کی سیاست، مفتی اعظم ہندؒ کی فقہ، مولانا سید میاںؒ کی دانش، لاہوریؒ کی تذکیر، مولانا آزادؒ کی نگاہ، سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا جذبہ، چوہدری افضل حقؒ کی سمجھ، مولانا الیاسؒ کی تاثیر سب شیخ الہندؒ کا کرشمہ تھا، حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ مرشد اور حاجی عثمانؒ جانشین تھے، شاہ ولی اللہؒ کے پوتے شاہ اسماعیل شہیدؒ اور سید احمد بریلویؒ نے تقلید کی بدعت کا خاتمہ اور خطہ میں اسلامی خلافت کا آغاز کرنا چاہا لیکن ان کو بالاکوٹ میں شہید کیا گیا۔ مولانا سندھیؒ نے لکھا ہے کہ "سندھ، کشمیر، پنجاب، بلوچستان، فرنٹیر، افغانستان میں جس قدر قومیں بستی ہیں، یہ امامت کی حقدار ہیں، دنیا میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ اس خطہ سے ہوگی، اگر ہندو پوری دنیا کو بھی ہمارے مقابلہ پر لائیں تو ہم اس خطہ سے دست بردار نہیں ہوسکتے ہیں۔ (المقام محمود، تفسیر آخری پارہ، سورۃ القدر) مولانا سندھیؒ سب کیلئے قابل قبول حنفی مسلک کے مطابق قرآنی آیات سے قانون سازی کے داعی تھے لیکن افسوس حنفی علماء نہ تو قرآن وسنت کو سمجھتے ہیں اور نہ حنفی مسلک کے اصول سے واقف ہیں۔

مولانا سندھیؒ نے اپنی تفسیر میں دنیا ہی نہیں ایران کے اہل تشیع کیلئے بھی امام ابوحنیفہؒ کی قیادت قابلِ قبول قرار دی ہے۔ فقہ کے اصول میں قرآن کی آیات کو ایسی اہمیت حاصل ہے جسکے سامنے احادیث کے ذخیرے کو بھی رد کیا گیا، امام ابوحنیفہؒ نے یہ بھی فرمایا: "جب حدیث درست ثابت ہوجائے تو وہی میرا مسلک ہے، حدیث کے مقابلہ میں میرا مسلک دیوار پر دے مارا جائے"۔ علماء دیوبند نے "حضرت شاہ ولی اللہ" نامی کتاب میں سید جمال الدین افغانی اور علامہ رشید رضا مصری کے حوالہ سے لکھا "افغانستان میں کسی شخص کی انگلی تشہد کا اشارہ پر اسلئے کاٹی گئی کہ انکے نزدیک حدیث کی روایت کے برعکس حنفی مسلک میں اس کی اجازت نہ تھی"۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے لوگوں میں وسعت پیدا کردی، اہل تشیع کے خلاف "تحفہ اثنا عشریہ" لکھنے والے شاہ عبدالعزیزؒ کو بھی شاگردوں نے اسلئے شیعہ قرار دیا کہ "وہ حضرت علیؓ کا تذکرہ بھی کرتے ہیں"۔ امام ابوحنیفہؒ کے سامنے کسی نے کہا :ایک رافضی نے گدھے کے نام ابوبکر وعمر رکھے تو گدھے کی لات مارنے سے وہ مرگیا، امام ابوحنیفہؒ نے کہا "عمر جس کا نام رکھا ہوگا اسی نے مارا ہوگا"۔

اسلام کے عدل کا پتہ چلے تو بتانا پڑے گا کہ سجدہ تعظیمی منع ہے!

مدارس سے قال اللہ اور قال رسول اللہ ﷺ کی صدائیں بلند ہورہی ہیں، مسلمانوں کا قیمتی سرمایہ علماء اور مذہبی طبقات ہیں جو ہمارے دین وایمان کا تحفظ کررہے ہیں لیکن مذہب کے نام پر فرقہ وارانہ تعصّبات کا ناسور جس انداز میں لوگوں کے دل ودماغ میں ڈالا گیا ہے یہ دین ومذہب ہی نہیں انسانیت کے اعلیٰ اقدار اور اخلاقیات کے بھی منافی ہے۔ جن لوگوں کا دین ومذہب سے عملی طور پر کوئی واسطہ نہیں وہ بھی اعتقادی طور سے بدترین تعصّبات کا شکار ہیں اور جن کا مذہب سے گہرا رشتہ ہوتا ہے تو ان کا عملی وفکری تعلق ہی تعصّبات کے ناسور کیلئے کافی ہے۔ اسلام نے ایمان کے ذریعہ جو بہت بڑی خدمت انجام دی وہ مذہبی تعصّبات کی بیخ کنی تھی، افسوس کہ جو اسلام دوسروں کے مذہبی تعصبات کے خاتمہ کیلئے نازل ہوا تھا، آج اس کے ماننے والے دوسروں کے نقشِ قدم پر چل کر خود بھی مذہبی تعصّبات کا شکار ہوئے ہیں۔ ہمارا تجربہ ہے کہ ہر مکتبۂ فکر میں انسانیت ہے، مذہبی تعصّبات کا خاتمہ ممکن ہے اور اتحاد کو بڑی پذیرائی مل سکتی ہے لیکن منفی پروپیگنڈہ چھوڑ کر حقائق اور اصلاحِ احوال کی طرف آنا پڑے گا۔

یہود ونصاریٰ اہل کتاب تھے، افراط وتفریط کے شکار اہل کتاب کے درمیان امت وسط کا وجود اعتدال اور میانہ روی کے صراطِ مستقیم پر چلنا تھا، یہود کا اعتقاد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں انتہائی گستاخانہ تھا، ایک جلیل القدر نبی ورسولؑ کے بارے میں ولدالزنا کی تہمت سے بڑھ کر گستاخی کیا ہوسکتی ہے؟، نصاریٰ کا اعتقاد یہ تھا کہ وہ تین خداؤں میں سے ایک، اور خدا کا بیٹا ہے۔ اسلام نے دونوں کے درمیان اعتدال کا عقیدہ پیش کردیا جو گستاخی کی جگہ عزت واحترام اور شرک کی جگہ توحید، نبوت اور انسانیت پر مبنی تھا۔ اہل کتاب کی پاکدامن خواتین سے رشتے ناطے کی اجازت بھی دیدی، کسی بھی فریق کو گستاخی یا شرک کی وجہ سے واجب القتل قرار نہیں دیا، بیوی بن جانے کے بعد عقیدہ بدلنے اور عبادت سے روکنے کی اجازت دی اور نہ دین میں جبری ماحول قائم کرنے کی۔ موجودہ دور میں بریلوی دیوبندی ایک دوسرے کو مشرک اور گستاخ قرار دیتے ہیں مگر دیوبندی یہود سے زیادہ گستاخ اور بریلوی نصاریٰ سے بڑھ کر مشرک تو نہیں لیکن پھر بھی اتحاد کی بجائے ایک دوسرے کیخلاف تعصّبات کی آگ بھڑکاتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی ناموس حضرت عائشہ صدیقہؓ پر بہتانِ عظیم سے بڑھ کر اذیتناک واقعہ کوئی نہیں ہوسکتا لیکن آج اگر دنیا کو یہ معلوم ہوجائے کہ اسلام کے عادلانہ نظام کے زیرِ انتظام کسی اہل کتاب کی اس پاکدامن خاتون پر بہتان لگ جائے جو گٹر صاف کرنے کے حقیر پیشہ سے وابستہ ہو تو اس بہتان پر بھی وہی 80,80 کوڑوں کی سزا ہوگی جو ام المؤمنین حضرت عائشہؓ پر دی گئی تھی پھر لوگوں کو توہین آمیز فلموں اور کارٹونوں سے روکنے کی ضرورت نہیں پڑے گی بلکہ ہتک آمیز رویہ رکھنے والے روضۂ رسول گنبد خضریٰ کے سامنے تعظیم سے سجدہ ریز ہونا چاہیں گے اور مسلمانوں کو بتانا پڑے گا کہ اسلام میں سجدہ تعظیمی منع ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی ہے کہ "اے اللہ! میری قبر کو سجدہ گاہ نہ بنانا"۔ اسلام میں عزت کی برابری کا یہ تصور اتنا عظیم ہے جو پوری دنیا میں انقلاب لانے کیلئے بھی کافی ہے کہ امیر غریب اور اعلیٰ ادنیٰ کی عزت اور سزا میں برابری ہے، یہ نہیں کہ امیر کی عزت خراب ہو تو اربوں روپے میں ہتکِ عزت اور غریب کی ٹکے کوڑی کی عزت ہو، امیر کیلئے کروڑوں کی سزا بھی کچھ نہیں اور غریب کیلئے ہزاروں کا جرمانہ بھی بہت بھاری لیکن 80 کوڑے کی سزا غریب امیر سب کیلئے برابر ہے۔ جب عزت اور سزا میں لوگوں کیلئے برابری کی بنیاد پر فیصلے ہوں گے تو پوری دنیا اس انصاف اور جزا وسزا کے مطالبہ میں مسلمانوں کے ساتھ کھڑی ہوگی۔

جماعت اسلامی کے امیر سراج الحق نے سلیم صافی سے اپنے انٹریو میں کہا کہ "مولانا مودودی سے لیکر سید منور حسن تک نے نظریاتی کام مکمل ہوا، اب میں جماعت کو عوامی بنانے میں اپنا کردار ادا کروں گا"۔ جماعتِ اسلامی نے یوم مزدور میں شکاگو کے شہیدوں کے مقابلہ میں یہ جدوجہد کی تھی کہ اسلامی شہدائے کے حوالہ سے یہ دن منایا جائے، اب سراج الحق نے قلی کی سرخ پگڑی سر پر رکھ یوم منایا مگر حقائق کی طرف رجوع کرنا باقی ہے۔

علامہ اقبال، مولانا حسین احمد مدنی اور حکیم اللہ محسود، قاضی حسین

علامہ اقبال نے فارسی اشعار میں کہا کہ ''دیوبند سے حسین احمد کہتا ہے کہ قوم وطن سے بنتی ہے مذہب سے نہیں یہ کیا ابولہبی ہے''۔ پاکستان بن رہا تھا تو متحدہ ہندوستان اور کانگریس کے حامی جمعیت علماء ہند کے صدر مولانا حسین احمد مدنی وغیرہ تقسیم کیخلاف تھے اور کہتے تھے کہ مذہب کی بنیاد پر الگ ملک پاکستان بنانا درست نہیں، شاعرمشرق علامہ اقبال نے اس نظریئے کی بنیاد پر مولانا حسین احمد مدنی کو مشرکین مکہ کے سردار ابولہب سے تشبیہ دی، اور کہا: ان تازہ خداؤں میں وطن سب سے بڑا ہے، جو وطن کا پرہن ہے وہ مذہب کا کفن ہے۔ یہ بھی کہا کہ: صوفی کی طریقت میں فقط مستی احوال، مُلا کی شریعت میں فقط مستی گفتار، شاعر کی نوا مردہ وافسردہ وبے ذوق، افکار میں سرمست نہ خوابیدہ نہ بیدار، وہ مردمجاہد نظر آتا نہیں مجھ کو، ہو جس کی رگ وپے میں فقط مستی کردار۔ ضرب کلیم میں محراب گل افغان کے نام سے وزیرستان کے وزیر اور محسود قبائل کا ذکر کیا: فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی یا بندۂ صحرائی یا مرد کہستانی۔ تحریک طالبان پاکستان کے امیر حکیم اللہ محسود کو امریکہ نے ڈرون حملے سے جب نشانہ بنایا تو اینکر اور صحافی جاوید چوہدری نے اپنے کالم میں لکھا کہ ''ہمیزی کسنجر نے کہا تھا کہ امریکہ کی دشمنی خطرناک ہے لیکن اسکی دوستی اسکی دشمنی سے زیادہ خطرناک ہے۔ کسنجر پاکستان کے ایٹم بم کے سخت خلاف تھے اور ذوالفقار علی بھٹو سے کہا تھا کہ تمہیں اس بنیاد پر نشان عبرت بنادیں گے لیکن جب نواز شریف نے 1998ء میں ایٹمی دھماکے کیلئے رائے مانگی تو کسنجر نے درست مشورہ دیا کہ ہندوستان کے مقابلے میں تمہیں بھی ایٹمی دھماکہ کرلینا چاہئے۔''

علامہ اقبال نے اپنی شاعری میں جو تخیل پیش کیا: نہیں تیرا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد پر   تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں۔ جب امریکہ نے افغانستان پر حملہ کیا تو تحریک طالبان سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح نیٹو کی افواج کے سامنے کھڑی رہی۔ سلیم صافی نے حکیم اللہ محسود کی وہ ویڈیو کلپ جیوٹی وی چینل پر دکھائی جس میں جماعت اسلامی کے مرحوم امیر قاضی حسین احمد کو مخاطب کرکے کہا گیا کہ ''تم مسلمان نہیں قوم پرست ہو، تم امریکہ کے ایک اتحادی افغانستان کے حکمرانوں کے خلاف جہاد کو جائز اور امریکہ کے دوسرے اتحادی پاکستانی افواج کے خلاف جہاد کو جائز نہیں کہتے تو وللہ باللہ تاللہ میں تمہارے اسلام پر کبھی بھروسہ نہیں کروں گا۔'' علامہ اقبال کی شاعرانہ تخیل کے افلاس کو تحریک طالبان نے اپنی جان اور خون سے کردار کا روپ دیدیا تھا۔ فوجی اسٹیبلشمنٹ سمیت پاکستان مسلم لیگ (ن)، (ق)، تحریکِ انصاف اور مذہبی جماعتیں طالبان کی حامی تھیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے مخدوم امین فہیم نے بھی اس وقت امریکہ ہی کو سب سے بڑا دہشت گرد قرار دیا تھا، معروف سیاسی رہنما چوہدری اعتزاز احسن کا کہنا ہے کہ ''طالبان، شدت پسند اور دہشت گرد اسٹیٹ کے دشمن نہیں بلکہ اپنی شدت اور نظریات سے اسلام اور اپنے مخالف مذہبی نقطۂ نظر رکھنے والے مذہبی طبقات کے دشمن ہیں۔ وہ پاکستان میں اپنی مرضی کا نظام بندوق کے زور پر لانا چاہتے ہیں''۔

پاکستان اسلام کے نام پر بنا ہے اور ان فکری اور عملی تضادات کو ختم کئے بغیر پاکستان کی عوام کو خوشحال نہیں بنایا جاسکتا ہے جو پاکستان اور اسلام کے حوالے سے اس ملک میں پائے جاتے ہیں۔ جس دھرتی میں اس کے باسی رہتے ہیں وہ اپنی دھرتی کو اپنی ماں کہتے اور سمجھتے ہیں۔ جن لوگوں نے اپنی دھرتی کو تقسیم کرنے اور چھوڑنے کی قیمت پر ایک نیا ملک پاکستان تشکیل دیا تو اس کا لب لباب اور مغز ہی یہ تھا کہ مذہب سے محبت کے نام پر دھرتی کو چھوڑو اور تقسیم کرو۔ جن لوگوں نے مذہب سے محبت کے نام پر دھرتی کو تقسیم کیا، وہ محبِّ وطن قرار پائے۔ جو لوگ متحدہ ہندوستان کو اپنی دھرتی اور ماں سمجھ کر تقسیم کے مخالف تھے، وہ تقسیم کے بعد وطن اور دھرتی کے ریاستی دشمن قرار پائے۔ بنگلہ دیش میں مذہب کے نام پر ملک کو قائم رکھنے کی قربانی دینے والے جماعت اسلامی کے رہنماؤں کو تسلسل کے ساتھ پھانسیاں دی جارہی ہیں اور مذہب کیلئے جان، مال، وطن، قبیلہ اور سب کچھ کی قربانی دینے والے طالبان کو پاکستان میں دہشت گرد قرار دیکر پاک فضائیہ اور امریکی ڈرون کے ذریعے نیست ونابود کیا جارہا ہے۔ اگر اسلام کی درست تشریح نہ ہو اور حکومت عدل وانصاف کے قیام کا نظام نہیں لاتی ہے تو پاکستان، اسلام، ریاست، قوم، ملک، سلطنت اور انسانیت کے خیر خواہ کچھ نہیں کرسکیں گے۔

پاکستان و اسلام کا مستحکم رشتہ اور وطن و مذہب سے محبت کی بنیاد

دھرتی سے محبت فطرت کا تقاضہ تھا اور عقیدے کی خاطر دھرتی کی قربانی دینا بھی فطرت کا تقاضہ تھا۔ حضرت ابراہیم حضرت اسماعیل علیہما السلام نے ملکر بیت اللہ کی تعمیر اسلئے فرمائی کہ اس میں رسول ﷺ کی بعثت ہو۔ رسول ﷺ نے ہجرت اسلئے فرمائی کہ آپ ﷺ پر مکہ کی زمین تنگ کردی تھی۔ شعب ابی طالب کا بائیکاٹ اور قتل کرنے کی سازشیں ڈھکی چھپی نہیں۔ رسول ﷺ سے فرمایا گیا: قل لا اسئلکم اجراً الا مودة فی القربیٰ ''کہہ دیجئے میں تم سے معاوضہ نہیں مانگتا مگر قرابتداری کی محبت''۔ اس آیت میں ایک فطری حقیقت کی طرف رہنمائی ہے کہ مذہبی اختلاف کے باوجود رشتے ناطے، زبان و وطن اور قربت کے تمام راہ و رسم محبت کا تقاضہ کرتے ہیں۔ مغربی اور مشرقی پاکستان کے باشندوں کا ایک ملک سے تعلق تھا لیکن بنگالیوں کے مقابلے میں رشتہ ناطہ سے لیکر ہر لحاظ سے مغربی پاکستان کے لوگ اپنے قریبی ممالک افغانستان، ایران اور یہاں تک کہ ہندوستان کے لوگوں کو زیادہ ترجیح اور محبت کے لائق سمجھتے تھے۔ ایک پاکستانی جب افغانی، ایرانی اور ہندوستانی سے رشتہ ناطہ کرلیتا ہے تو بنگالی کے مقابلے میں اپنے پڑوسی ہونے کے ناطے زیادہ قابل قبول ہوتا ہے۔ انڈیا سے آنے والے مہاجر حکیم سعیدؒ جیسے لوگوں کے پاکستانی ہونے میں شبہ نہ رہا لیکن بنگلہ دیش کے باشندے آج بھی پاکستانی نہ بن سکے۔ انصار کے سردار حضرت سعدؓ بن عبادہؓ نے کبھی قریش مہاجر خلفاء حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے پیچھے نماز تک نہ پڑھی۔

اگر مشرکین مکہ رسول اللہ ﷺ کیخلاف قرابتداری کی فطری محبت کے تقاضوں کے برعکس عمل پیرا نہ ہوتے تو آپ ﷺ کبھی یہود اور ابن ابی جیسے منافق کے شہر یثرب ہجرت کرنے پر مجبور نہ ہوتے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ قائداعظم محمد علی جناح پہلے کانگریس میں تھے اور اگر وہ ہندوؤں کے تعصبات سے بیزار نہ ہوتے تو مملکت پاکستان کی خاطر کبھی تگ و دو نہ کرتے۔ ہندوستان کے نامور اور معتبر رہنما جسونت سنگھ کی کتاب اس پر گواہ ہے۔ کانگرس کے مولانا آزادؒ نے اس مکی آیت کے حوالے سے احادیث صحیحہ پر اپنی تشویش کا اظہار کیا، حالانکہ جس طرح سے مشرکین مکہ کی قرابت محبت کا فطری تقاضہ تھا اسی طرح سے نبی کریم ﷺ کے اہل بیت سے محبت بھی ایک فطری تقاضہ تھا۔ قرآن و حدیث میں فطری تفسیر کے حوالے سے کوئی تضاد نہیں۔ اگر مشرکین مکہ سے کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی قرابت داری کی محبت کے فطری تقاضے کو ملحوظ خاطر رکھو تو اس آیت کی بنیاد پر رسول اللہ ﷺ کا مسلمانوں سے یہ فرمانا بھی فطرت کا تقاضہ تھا کہ میرے اہلبیت سے محبت رکھو۔ سعودی عرب کے معروف مصنف ڈاکٹر عبداللہ ناصح علوانؒ نے اپنی معروف کتاب ''تربیت اولاد'' میں یہ حدیث لکھی ہے کہ اپنی اولاد کو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اہل بیت اور قرآن کی محبت سکھاؤ۔ سینکڑوں سال سے برسراقتدار مسلمانوں نے چاہے ہندوؤں کو نفرت پر مجبور کیا ہو یا ہندو اپنی برہمن اور اچھوت ذہنیت کی وجہ سے مسلمان سے نفرت کرتے ہوں بہرحال مسلم لیگی قیادت کو ہندو ذہنیت پر بھروسہ نہ تھا۔ علامہ اقبالؒ، مولانا سندھیؒ، سید عطاءاللہ بخاریؒ اور مولانا مودودیؒ اسلامی ریاست اور حکومت الٰہیہ چاہتے تھے۔

جب اسلام نے مشرکین مکہ سے قرابت داری کی محبت کا تقاضہ کیا تو مسلمانوں سے اپنے قریبی ہم وطنوں سے مذہب کا ناطہ نہ ہونے کے باوجود محبت کا بدرجہ اولیٰ تقاضہ کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے بعد اس فطری محبت کے تقاضہ پر عمل کرتے ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح اپنے بھائیوں سے فرمایا کہ لاتثریب علیکم الیوم ''آج تم پر کوئی ملامت نہیں''۔ مسلمان پاکستان میں اپنے ہم وطن غیر مسلموں سے فطری محبت کا رشتہ رکھتے ہیں۔ وہ ہندوستان جس نے پاکستان کو دولخت کیا اور جس نے کشمیر میں اتنے مظالم ڈھائے کہ برطانیہ نے پورے ہندوستان پر قبضہ کے دوران بھی اتنے مظالم نہیں ڈھائے تھے لیکن اگر پاکستان کے مسلمان فتح مکہ کی طرح آسانی کیساتھ پورے ہندوستان کو فتح بھی کرلیں تو بھی اُسوۂ حسنہ کا تقاضہ ہوگا کہ ان کو شرمندہ اور ذلیل کرنے سے گریز کریں۔ ملکہ سباء بلقیس نے کہا تھا کہ جب ملوک کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو عزت والوں کو ذلیل کردیتے ہیں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے یہ روش تبدیل کرکے اپنے دشمنوں کے سردار ابوسفیان کے گھر کو بھی فتح مکہ کے وقت عزت بخشی تھی، انتقام ونفرت کی بجائے معاف کرنے کی یہی وہ صفت تھی جس سے مسلمانوں نے دنیا میں انسانیت کے دل جیت لئے اور تمام عالم کے فاتح بن گئے۔

امریکہ نے طالبان پر حملہ کیا تو پاکستان کا کردار کافرانہ یا دلبرانہ تھا؟

ایک طرف ببانگ دہل کہا جارہا ہے کہ" افغانستان میں نیٹو کے حملے کے بعد ریاست پاکستان طالبان کو سپورٹ کررہی تھی اور ہندوستان و ایران شمالی اتحاد والوں کو سپورٹ کررہے تھے"۔ اسامہ بن لادن بھی ایبٹ آباد میں وہاں مارے گئے جہاں پاک فوج کے خصوصی ادارے ہیں۔ سابق صدر زرداری پر انگلیاں اٹھائی گئیں کہ اسامہ کے مارے جانے پر امریکی صدر کو مبارکباد دی اور اب میڈیا پر یہ کہا جارہا ہے کہ" پاک فوج کے سابق چیف آف آرمی اسٹاف جنرل اشفاق کیانی اور آئی ایس آئی کے چیف جنرل پاشا نے بھی اسی طرح سے انتہائی بزدلی کا مظاہرہ کیا تھا"۔ ملی بھگت کی کہانی بھی منظرِ عام پر لانے اور انکار پر بھی بحث میڈیا کی مرضی ہے۔ جب امریکہ نے یہ واردات کی تھی تو یہ سوال بھی اٹھایا تھا کہ پاکستان کے خفیہ ادارے سازش میں شریک تھے یا نااہل؟۔ اس سوال کو پاکستان کے ایک میڈیا چینل جیو نیوز پر بہت دوہرایا گیا۔ جیو سمیت دیگر چینلوں کو ہم نے ایک میسج کیا کہ یہی سوال امریکہ کے سی آئی اے پر بھی اٹھتا ہے۔ 9/11 کی سازش میں اگر وہ شریک تھی تو ان کی سازش اسامہ بن لادن کو چھپانے سے بڑی سازش تھی اور اگر وہ نااہل تھی تو یہ نااہلی پاکستان کی خفیہ ایجنسیوں سے اسامہ بن لادن سے لاعلم رہنے کی نسبت بڑی نااہلی تھی۔ ہمارا یہ میسج کافی میڈیا چینلوں پر چلا اور امریکی سوال کو جیسا کے تیسا جواب بھی مل گیا۔ اسلئے بک بک کرنے والے اور انکی زبان بولنے والے چینل بھی خاموش ہوگئے۔

رسول اللہ ﷺ نے صلح حدیبیہ میں جن شرائط کا معاہدہ کیا، ان کی بنیاد پر حضرت ابوجندلؓ کو واپس مشرکین مکہ کے حوالے کیا گیا۔ جنرل پرویز مشرف سے امریکہ نے مطالبہ کیا کہ" القاعدہ اور طالبان کے ساتھ کھڑے ہوجاؤ یا ہمارے ساتھ، اسلئے کہ افغانستان اور پاکستان کے درمیان کوئی ایسی سرحد نہیں جس پر آنے جانے والوں کی روک تھام ہوسکے"۔ اقوام متحدہ اور نیٹو کی افواج کے مقابلے میں پاکستانی افواج کی کیا حیثیت تھی جبکہ ان سے زیادہ حیثیت رکھنے والے غزوہ بدر اور غزوہ احد کے مجاہد صحابہ کرامؓ مشرکین مکہ سے زیادہ طاقتور تھے لیکن جذبات کے منافی نہ صرف صلح حدیبیہ کا جواز تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو فتح مبین قرار دیا تھا۔ اسلام کی پہلی ریاست مدینہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ نے قائم فرمائی تھی۔ اس کے اندر یہود جیسے اسلام دشمن عناصر اور منافقین جیسے مسلمان دشمن طبقات بھی وزارت داخلہ کے حوالے سے برابر کے شہری کی حیثیت سے شامل تھے۔

جب تک یہود اور منافقین نے اپنی ریشہ دوانیوں سے مسلمانوں کو مجبور نہیں کیا ان کے خلاف کسی قسم کا کوئی قدم اٹھانا روا نہیں رکھا گیا۔ اسلام کی اولین ریاست مدینہ منورہ میں جہاں مدینہ کے داخلی حالات کے حوالے سے مسلمانوں کے ساتھ یہود کو ایک اُمت اور ایک جماعت قرار دیا گیا وہاں مشرکین مکہ کے ساتھ وزارت خارجہ کے حوالے سے دس سال تک صلح حدیبیہ کا جو معاہدہ کیا گیا وہ بیرونی تعلقات کے حوالے سے رہتی دنیا کیلئے بہترین مثال ہے۔ اگر صلح حدیبیہ کا معاہدہ مشرکین مکہ نہ توڑتے تو مسلمانوں نے دس سال تک نہ صرف برقرار رکھنا تھا بلکہ توسیع کی گنجائش بھی تھی، جو نبی ﷺ نے عمر بھر کیلئے کیا تھا، اسلئے کہ 6 ہجری میں یہ معاہدہ ہوا، چار سال بعد 10 ہجری میں نبی ﷺ کا وصال ہوا، دو سال حضرت ابوبکرؓ اور چار سال حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت کے بھی اسی صلح کے معاہدے میں آتے تھے۔ مشرکین مکہ نے مسلمانوں کے حلیف قبیلہ بنوخزاعہ کے خلاف اپنے حلیف بنوبکر کا ساتھ دیا تو معاہدہ ٹوٹ گیا۔ مشرکوں نے استدعا کی کہ معاہدہ قائم رہے لیکن مسلمانوں نے اپنے حلیف قبیلہ بنوخزاعہ جو کافر تھے، کے ساتھ زیادتی برداشت نہیں کی۔ اقوام متحدہ کے تحت موجودہ دور کے مختلف ممالک ایک دوسرے کے حلیف ہیں تو ان کی اسلامی حیثیت کو بھی چیلنج نہیں کیا جاسکتا ہے۔ مشرکین مکہ سے زیادہ سعودی حکومت کے قوانین کی پاسداری مسلمانوں کیلئے حج وعمرہ کی زیارت اور وہاں نوکری کرتے ہوئے ضروری ہے۔ فتح مکہ کے بعد سارے مسلمان واپس مدینہ چلے گئے، گھروں کا قبضہ بھی نہیں لیا گیا اور جس شخص نے آذان پر سیدنا بلالؓ کی گستاخی کی تھی اسی کو گورنر مقرر کیا گیا تھا۔ اسلام کسی کو تعصب کا نشانہ نہیں بناتا بلکہ ہر خطہ کے باسیوں کو ان کی مرضی کے مطابق عدل وانصاف کی حکمرانی کا نظام دیتا ہے، حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی نبی ﷺ نے غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی اور وصیت فرمائی کہ جب تک حبشہ کے لوگ نہ لڑیں مسلمان ان سے تعارض نہ کریں۔

فرشتوں کا اعتراض ابلیس کی خاموشی سے بہتر تھا، ذرا سوچئے تو سہی!

معاشرے میں اقتدار وریاست، نظم ونسق اور حقوق وذمہ داری کی ابتداء میاں بیوی کے رشتہ ازدواج سے ہوتی ہے، افراد اور خاندان کی تبدیلی سے معاشرے اور قوموں میں تبدیلی آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لا اکراہ فی الدین دین میں کوئی زبردستی نہیں۔ عبادت، معاشرت اور حکومت میں اسلام کے حوالے سے جو تخیلات رائج ہیں ان کی اصلاح ضروری ہے۔ عبادت نماز، روزہ وغیرہ میں زبردستی کا تصور بالکل غیر فطری بن جاتا ہے، بندوق کے زور پر نماز اور داڑھی کی تلقین اسلام کے بنیادی تصور کے منافی ہے۔ بندوں اور حکومت کے ڈر سے نماز پڑھی جائے تو بے وضو اور حالت جنابت میں بھی ہوسکتی ہے ایسی ہزار نماز سے ساغر کا اک سجدہ بہتر ہے۔ آؤ ایک سجدہ کریں عالم مدہوشی میں لوگ کہتے ہیں کہ ساغر کو خدا یاد نہیں اور جو داڑھی خوف سے رکھی جائے تو اس کا دنیا وآخرت میں فائدہ کیا؟۔ مولانا فضل الرحمٰن نے میڈیا پر طالبان کا دفاع کرتے ہوئے کہا تھا کہ ''افغانستان میں داڑھی زبردستی رکھوانا درست ہے''۔ آج داڑھی، مونچھ اور سر کے بالوں سے چٹ جان اچکزئی جمعیت علماء اسلام کے ترجمان ہیں تو اسلام کے بارے میں قول وعمل کے اس تضاد کو کیا نام دیا جائے گا؟۔ تصویر کے خلاف ہم نے پاکستان بھر میں مؤثر آواز اُٹھائی لیکن پھر بات سمجھ میں آئی تو اپنے مؤقف کی اعلانیہ تبدیلی سے بالکل بھی نہیں شرمائے، علماء حضرات خلقِ خدا سے نہیں اللہ سے ڈریں تو ان کی عزت بڑھے گی۔

بخاری شریف کی روایت میں قریش کی خواتین کو دنیا کی خواتین پر صاحب فضیلت اسلئے قرار دیا گیا کہ وہ اونٹ کی سواریاں کرسکتی تھیں۔ اونٹ کی سواری سے موجودہ دور میں گاڑی کی ڈرائیونگ زیادہ فضیلت کا باعث اور شریعت کے تقاضوں کے مطابق ہے لیکن سعودی عرب میں خواتین کی ڈرائیونگ پر اسلئے پابندی لگائی گئی کہ ان کی نظر میں یہ غیر اسلامی فعل تھا، حالانکہ اجنبی ڈرائیوروں کو گھروں میں بسانے سے زیادہ خواتین کے تحفظ کیلئے شرعی بنیادوں پر بھی ان کو ڈرائیونگ سکھانا قرین قیاس تھا۔ جس ملک وقوم میں انصاف کے تقاضوں پر عمل ہوگا، وہاں اغیار اور درونِ خانہ شر پسند لوگوں سے کوئی خطرہ نہ ہوگا۔ رائے کی آزادی سے اپنی غلطی کا احساس بھی رہتا ہے اور دوسروں کی اصلاح کا موقع بھی ملتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین کا خلیفہ بنانا چاہا تو شیطان نے اعتراض نہ کیا بلکہ روتا رہا کہ کہیں وہ بدنصیب عزازیل نہ ہو جس نے ابلیس لعین بننا ہے، فرشتوں نے اللہ کی بارگاہ میں اپنے خیال کی بھڑاس نکال دی، جس پر اللہ نے ناراضگی کا اظہار نہیں کیا، پھر سب کو سجدے کا حکم دیا تو ابلیس نے تکبر کا اظہار کیا اور فرشتوں نے سجدہ کیا۔ حضرت آدمؑ نے اپنی خداداد صلاحیت سے علمیت کا مظاہرہ کیا تو فرشتوں کی سمجھ میں بات آگئی کہ قابلیت علم ہے عبادت نہیں۔

یہ محض آسمانی باتیں نہیں بلکہ زمینی حقائق بھی ہیں، حضرت جبریلؑ نے رسول ﷺ کے گھر میں داخل ہونے سے انکار کیا کہ ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں بت یا تصویر ہو، نبی ﷺ نے حضرت جبریلؑ کی بات رکھی لیکن فطرت کی رعایت فرمائی کہ جو تصویر کپڑے میں نقش ہو، وہ مستثنیٰ ہے۔ چونکہ مذہبی تصاویر کی عبادت کا خدشہ اور جبریلؑ کا تجربہ تھا، اور کپڑے میں تصویر کا مذہبی پہلو وہ نہیں رہ سکتا تھا جو عبادت کے لائق سمجھ لیا جاتا۔ رسول ﷺ جس رخ پر نماز پڑھتے، وہاں بھی تصویر تھی جو خلل انداز ہونے کے رخ پر نہ ہوتی تو نہیں ہٹائی جاتی۔ علماء نے تصویر کیخلاف جو لکھا، اس کی مثال ہمارا عملی کردار تھا، لیکن جب آنکھوں سے پردہ اُٹھ گیا تو تصویر کے جواز پر ''جوہری دھماکہ'' کتاب لکھ دی، حضرت جبریلؑ کا جذبہ سچا تھا لیکن نبی ﷺ کا عمل فطرت کے مطابق تھا، آج مکہ، مدینہ، مساجد اور گھروں تک بات نہیں فضائیں اور خلائیں بھی تصاویر سے معمور ہیں، جبریلؑ کو بات سمجھ میں آئی ہے مگر وہ اپنے پیغام رسانی کا کام نہیں کرسکتے، نبوت کا دروازہ بند ہے، حضرت آدمؑ سے لیکر نبی اکرم ﷺ تک حضرت جبریلؑ نے اہم خدمت انجام دی، وہ معراج کے سفر اور نبی ﷺ کی شان سے واقف تھے لیکن دیانت سے جو تجربہ دیکھ لیا تھا، بت شکن حضرت ابراہیمؑ کے تعمیر شدہ کعبہ کو بھی بتوں سے بھر دیا گیا تھا۔ جس بات کا خدشہ تصویر پر جبریلؑ کو تھا اب نبی ﷺ کے عمل کے مطابق وہ یقیناً نہ رہا ہوگا۔ علماء کرام نے تصویر کے بارے میں عملی طور پر ہماری بات مان لی لیکن اعلان نہ کیا، عوامی مفاد میں طلاق کے مسئلہ پر اعلان کرنا ہوگا۔ کعبہ کس منہ جاؤ گے غالب شرم تم کو مگر نہیں آتی

اسلامی تعمیر کا ڈھانچہ اور اجنبیت میں بدل جانے کی وضاحت

مشرکین مکہ اور یہود ونصاریٰ اپنے کو دین ابراہیمی کا علمبردار سمجھتے تھے۔''ابتداء میں رسول اللہ ﷺ مشرکین مکہ کے مقابلے میں ان احکام کے بارے میں جن کا حکم نازل نہیں ہوا تھا، اہل کتاب کو ترجیح دیتے تھے، مشرک سر کے بالوں کی مانگ نکال کر پیچھے کی طرف کنگھی کرتے تھے جبکہ اہل کتاب سر کے بالوں کو سیدھے پیشانی کی طرف کنگھی کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے پہلے اہل کتاب کے طرز پر کنگھی شروع کی اور پھر دوبارہ اہل کتاب کے طرز عمل کو چھوڑ کر سابقہ طرز عمل پر مشرکین مکہ کی طرح سر کے بالوں کی کنگھی کرنے لگے (صحیح بخاری)۔ اس روایت کی عجیب وغریب شرحیں لکھی گئیں، حالانکہ اس کا تعلق مذہب سے نہیں انسانی فطرت سے تھا، ماحول کا اثر انسان قبول کرے تو اس کو مذہب کا نام دینا غیر فطری بات ہے، آج بھی ماحول کے اثرات مذہبی لوگوں پر بھی پڑتے ہیں۔ یہود تہبند نہیں شلوار پہنتے تھے، رسول اللہ ﷺ خود اہل مکہ کی طرح تہبند پہنتے تھے مگر شلوار کو پسند فرماتے۔ سر کے بالوں سے لیکر شلوار تک جب مسلم اور غیر مسلموں کے درمیان رسول اللہ ﷺ نے مشابہت کی بنیاد پر کوئی تفریق نہیں رکھی تو ان مسلمانوں کو سوچنا چاہیے جو اپنے مخصوص عماموں، پگڑیوں اور تراش خراش سے مسلمانوں کے درمیان تفریق وانتشار اور تعصبات کا شکار ہیں۔ طالبان کے امیر حکیم اللہ محسود کی چوٹڑوں تک سر کے لمبے بال سنت نہیں عورت سے مشابہ تھے۔ حضرت عمرؓ کی بڑی مونچھیں اور حضرت علیؓ کی چھوٹی داڑھی اس کی نفی کیلئے کافی ہے کہ لمبی داڑھی اور چٹ مونچھ کوئی اسلامی اور شرعی حلیہ ہے، مخصوص مذہبی حلیہ، عقیدہ اور شریعت کی تحریف میں سابقہ قوموں کی روش پر چل پڑے ہیں۔

غزوہ بدر، غزوہ احد، صلح حدیبیہ اور دیگر معاملات میں صحابہ کرامؓ کی مشاورت اور رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں کی تائید یا اصلاح کیلئے وحی نازل ہوتی تھی اور وحی کی رہنمائی سے ہی اسلام کا ڈھانچہ تیار ہوا تھا۔ بدر میں اکثریت کی مشاورت اور فیصلے کے باوجود رہنمائی کا انداز بالکل مختلف تھا۔ فرمایا ''نبی کیلئے مناسب نہیں تھا کہ ان کے پاس قیدی ہوں یہاں تک کہ وہ خوب خون بہائیں۔ تم دنیا چاہتے ہو اور اللہ آخرت چاہتا ہے۔ اگر اللہ پہلے سے لکھ نہ چکا ہوتا تو شدید عذاب کا مزہ چکھاتا۔'' حضرت عمرؓ اور حضرت سعدؓ کا مشورہ معاف نہ کرنے کا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر عذاب نازل ہوتا تو یہ لوگ بچ جاتے۔ پھر غزوہ احد کے بعد مسلمانوں نے انتقام اور سخت ترین بدلہ لینے کا اظہار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو کسی قوم کے انتقام کی وجہ سے اعتدال سے نہ ہٹنے کی تلقین فرمائی اور فرمایا کہ جتنا انہوں نے کیا ہے تم بھی اتنا کرو اور معاف کرو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے، اور معاف ہی کرو اور ان کو معاف کرنا میری توفیق کے بغیر تمہارے لئے ممکن بھی نہیں۔ جب رئیس المنافقین کا نماز جنازہ پڑھانے کیلئے رسول اللہ ﷺ جارہے تھے تو حضرت عمرؓ نے اختلاف کیا اور پھر اللہ نے حضرت عمرؓ کی رائے کی تائید فرمائی۔ صلح حدیبیہ میں حضرت علیؓ سمیت تمام صحابہ کرامؓ کی رائے رسول اللہ ﷺ سے مختلف تھی لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس کے برعکس معاہدہ کیا، جس کی اللہ نے تائید کی۔

صحابہ کرامؓ کے مجموعی کردار کا قرآن وسنت میں تجزیہ کیا جائے تو جو جمہوری ماحول اسوہ حسنہ کی وجہ سے قائم تھا اس کی مثال رہتی دنیا کیلئے بہترین نمونہ ہے۔ حضرت عمرؓ کے دور میں ممبر پر کھڑے ہوکر جب حضرت عمرؓ نے کہا کہ اگر میں اللہ اور اللہ کے رسول کے بجائے اپنی من مانی کروں تو تمہارا کیا ردعمل ہوگا؟ ایک صحابیؓ نے تلوار نیام سے نکال کر عرض کیا کہ اس سے سیدھا کریں گے۔ حضرت عمرؓ نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ وہ ان حکمرانوں میں سے نہیں جن کے رعب ودبدبہ کی وجہ سے رعایا پر کسی قسم کا دباؤ پڑے۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے خواتین کا حق مہر اپنی طرف سے کم مقرر کیا تو ایک خاتون نے کھڑے ہوکر کہا کہ تم کون ہوتے ہو جب اللہ تعالیٰ نے ہمارا حق مہر کم مقرر نہیں کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنا حکم واپس لیا اور فرمایا کہ عمر نے غلطی کی اور عورت درست بات پر پہنچی۔ خلافت راشدہ کے دور کو اسلئے یادگار سمجھا جاتا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی طرح حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ سے اختلاف کرنا بھی ان کے دور میں ممکن تھا۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کو شہید کیا گیا، بخاری ومسلم کی صحیح روایات میں ان معاملات کا ذکر ہے جن میں خلفاء راشدینؓ سے اختلاف کیا گیا۔ حضرت علیؓ کے دور میں قاضی شریح کی عدالت کا فیصلہ جو ایک یہودی کے حق میں ہوا، بڑی شہرت کا حامل ہے۔

خلافت راشدہ کے بعد بنواُمیہ، بنوعباس اور خلافت عثمانیہ کا موروثی اقتدار رہا اور آخر کار حکومت برطانیہ نے عرب قومیت اور دیگر طریقوں سے ترکی کی خلافت عثمانیہ کا خاتمہ کردیا اور مختلف چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں مسلمان تقسیم ہوکر ملکہ برطانیہ کے ذیلی شاخوں کے ماتحت اقتدار کرنے لگے۔ عوام دم بخود رہ جائیں گے جب ان کو یہ معلوم ہوگا کہ سینکڑوں سال سے قائم اسلامی خلافت کے زوال کے بعد انگریز کے دور اقتدار میں مسلمان کیسے آزاد ہوئے اور اسلامی فکر کو کیسی جلا ملی؟۔ حضرت امیر معاویہؓ کے دور سے بنواُمیہ کی امارت کی ابتداء ہوئی۔ حضرت امیر معاویہؓ نے ایک دن منبر پر کھڑے ہوکر دوران خطبہ فرمایا: مال ہمارا مال ہے اور فئے ہماری فئے ہے۔ ہم جسے چاہیں دیں اور جسے چاہیں نہ دیں۔ ان کو کسی نے جواب نہیں دیا۔ آئندہ جمعہ کے خطبہ میں پھر یہی فرمایا۔ اس وقت بھی کسی نے اس کا جواب نہیں دیا۔ پھر تیسرے جمعہ کو بھی یہی فرمایا۔ یہ سن کر حاضرین مسجد میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا ہرگز نہیں، مال ہمارا مال ہے اور فئے ہماری فئے ہے، پس جو شخص ہمارے اور اس کے درمیان حائل ہوگا ہم اپنی تلوار کے ذریعے اس کا محاکمہ بارگاہ خداوندی میں پیش کریں گے۔ حضرت معاویہؓ منبر سے اترے اور نماز جمعہ کے بعد اس شخص کو اپنی قیامگاہ پر بلایا۔ لوگوں نے کہا یہ آدمی تو مارا گیا۔ پھر دوسرے لوگ حضرت معاویہؓ کی خدمت میں گئے تو دیکھا کہ وہ شخص چارپائی پر حضرت معاویہؓ کیساتھ بیٹھا ہے، حضرت معاویہؓ نے فرمایا اس شخص نے مجھے موت سے بچالیا اللہ تعالیٰ اسے جیتا رکھے۔ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا کہ ''میرے بعد کچھ حاکم ہوں گے جو الٹی سیدھی کہیں گے مگر کسی کو ان کو ٹوکنے کی ہمت نہ ہوگی۔ یہ سب لوگ جہنم میں بندر کی طرح گھسیں گے''۔ میں نے پہلے بطور امتحان یہ بات کہی تھی کہ انہی حاکموں میں سے نہ ہوں پھر دوسرے جمعہ کو یہی بات کہی کسی نے نہیں ٹوکا تو مجھے یقین ہوا کہ میں بھی انہی میں سے ہوں، پھر تیسرے جمعہ کو یہی بات کی تو اس شخص نے مجھے ٹوک دیا پس اس نے مجھے زندہ کردیا اللہ اس کو جیتا رکھے۔ (حیاۃ الصحابہؓ، عصر حاضر، مولانا یوسف لدھیانویؒ)۔ اس کے بعد یزید کا دورِ اقتدار آیا اور پھر بنواُمیہ، بنوعباس اور خلافت عثمانیہ کے ادوار میں لوگوں کے اندر حق بات کہنے کی کتنی جرأت ہوگی؟، ائمہ اہل بیت کی نسبت تقیہ کی طرف کی جاتی ہے، امام ابوحنیفہ کو جیل میں زہر دے کر شہید کیا گیا۔ امام مالک کو ملک بدر کیا گیا، امام شافعی کا منہ کالا کرکے گدھے پر شہر میں گھمایا گیا اور امام احمد بن حنبل کو سخت ترین کوڑے لگائے گئے۔ خواتین بیچاریوں کو گردن زدنی کرنے والے قاضی القضاۃ اور شیوخ الاسلام کے درباروں میں اپنے حقوق کیلئے آواز اٹھانے کی جرأت کہاں سے پیدا ہوسکتی تھی؟۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ اور خلافت راشدہ میں آزادی کا بہترین تصور تھا۔

خلافت عثمانیہ کا خاتمہ ہوا اور ہندوستان میں انگریز کا راج تھا تو کسی خاتون کا شوہر گم ہوگیا، اس کیلئے حنفی فقہ کے مطابق 80 سال تک انتظار کا حکم تھا۔ اسکے ساتھ 80 سال تک کسی اور کیلئے شادی کرنے کی گنجائش نہ تھی۔ کچھ سال انتظار کے بعد اس نے ارتداد کا راستہ اختیار کرتے ہوئے عیسائی مذہب قبول کرلیا۔ علماء ومفتیان کے پاس اس کو اسلام سے روکنے کا راستہ بھی نہ تھا اور اگر کوئی اس کو قتل کردیتا تو سزا کے طور پر خود بھی قتل ہوجاتا۔ مولوی جان کی قربانی بھی نہیں دے سکتا تھا، آخر کار اس نے مسلک کی قربانی دیکر امام ابوحنیفہ کی بجائے امام مالک کے مسلک پر فتویٰ دیا۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے ''حیلہ ناجزہ'' نامی کتاب لکھ کر قرار دیا کہ بوقت ضرورت مسلک حنفی کے بجائے مسلک مالکی پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ 80 سال کے بجائے عورت کیلئے خاوند کی گمشدگی کی صورت میں امام مالک کے مسلک کے مطابق 4 سال کی مدت کے انتظار اور پھر چار ماہ دس دن عدت وفات کے بعد دوسری جگہ شادی کی اجازت مل گئی۔ اس فتوے کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، سرسید احمد خان نے مردوں کیلئے علی گڑھ کالج بنایا تھا لیکن خواتین کی تعلیم کو وہ بھی مسلمانوں کیلئے بے غیرتی سمجھتے تھے۔ اگر اس دور میں تعلیم یافتہ خواتین ہوتیں تو ان کی آنکھیں کھل جاتیں کہ کیا اللہ کی شریعت میں 80 اور 4 سال کا فرق ہوسکتا ہے؟ یا یہ مولویوں کی طرف سے مسلط کردہ خودساختہ مسالک کا نتیجہ ہے۔ اگر کسی بچی کی شادی ماں کے پیٹ میں کرائی جائے اور پیدائش سے پہلے اس کا شوہر گم ہو تو بھی 80 سال کی بڑھیا ہرگز شادی کے لائق نہیں رہتی۔ قرآن میں خواتین کی اس عمر کا بھی ذکر ہے جس میں وہ نکاح کی طرف رغبت نہیں رکھتیں۔ کیا 80 سال رغبت کی عمر ہوسکتی ہے؟۔ علاوہ ازیں کوئی عقل سے پیدل یا گدھے سے بڑھ کر کم عقل شخص ایسا بھی ہوسکتا ہے جو تمام عمر کے مردوں اور خواتین کیلئے 80 سال کا عرصہ رکھے۔ جس کی عمر 60 سال ہو وہ بھی 80 سال انتظار کرے اور 20 سال والا بھی 80 سال انتظار کرے۔ یہ بے تکی خودساختہ شریعت تقلید کے قلادے کی وجہ سے عقیدتوں کے گلے کا ہار بنی ہوئی تھی جو اسلام نہیں بلکہ بدنام وبدانجام ہے۔

عقیدت کا اظہار اور اصلاح کی کوشش!

مجھے چھکان ڈیرہ اسماعیل خان، دارلعلوم کراچی، دارلعلوم الاسلامیہ واٹر پمپ، جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی، جامعہ حمادیہ اور جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی، جامعہ انوار القرآن آدم ٹاؤن، انوار العلوم گلبرگ، جامعہ رحمانیہ فاروق اعظم، جامعہ یوسفیہ شاہووام ہنگو کوہاٹ اور مدرسہ عربیہ فیوچر کالونی میں صرف داخلہ لینے، امتحان دینے اور باقاعدہ پڑھنے کے مواقع ملے ہیں۔لوگوں کی مدارس سے عقیدت ومحبت سے بھی واقف ہوں۔ان کے آپس کے اختلاف سے بھی آگاہ ہوں۔ میں بالکل دیانتداری کیساتھ اس مشکل سے نکالنا چاہتا ہوں جس سے دوچار ہوکر یہ مدارس کھنڈرات میں تبدیل ہوجائیں گے۔ جب بات کی افادیت ہوتی ہے تو لوگ ان پر مرمٹنے کیلئے بھی تیار ہوجاتے ہیں لیکن جب اس کی افادیت ختم ہوجاتی ہے تو لوگ نظروں سے گرادیتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے توحید کی خاطر بیت اللہ کی تعمیر کی لیکن پھر مشرکین مکہ نے خانہ کعبہ 360 بتوں کا مسکن بنادیا۔ ہاتھی والے لشکر سے بیت اللہ کی حفاظت کا ذکر سورۂ فیل میں ہے، پھر جب بتوں کی افادیت کا کلمۂ حق سے خاتمہ ہوا تو بیت اللہ ان بتوں سے پاک ہوا۔ مدارس کو لوگ قرآن واحادیث اور فقہ کی آماجگاہ سمجھتے ہیں لیکن جب لوگوں میں ان کی افادیت نہیں رہے گی تو چندہ دینا بند ہوجائیگا، پھر یہ کھنڈر بن کر نہ رہیں گے تو اور کیا ہوگا؟۔ ہماری تمنا ہے کہ نصاب کو غلطیوں سے پاک کرکے دنیا میں یہ سر اُٹھا کر چلیں اور ان کی آنکھیں جھکی رہیں تو اچھی بات نہیں۔

علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ کے تقویٰ، پرہیزگاری اور دین کی خدمت کے جذبہ سے مجھے عقیدت ہے اور اپنے مرشد حاجی عثمانؒ کی خدمت میں رہا ہوں تو مجھ سے مدارس کے بدخواہ نہیں خیرخواہ کی توقع ہونی چاہیے۔ میں نے اپنی ایک کتاب ''جوہری دھماکہ'' کا انتساب اس وقت کے مذہبی سیاسی اتحاد ''متحدہ مجلس عمل'' کے نام کیا تھا اور تہہ دل سے اس کی قیادت کو خراج تحسین پیش کیا تھا اور اظہار تشکر کیلئے جامعہ بنوری ٹاؤن، علامہ یوسف بنوریؒ اور حاجی عثمانؒ سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا تھا، اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے دین کی بے پناہ خدمت لے تو ان کی ارواح مقدسہ کیلئے خوشی کا باعث بنوں گا۔ مجھے مجلس احرار کے چوہدری افضل الحقؒ اور سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سے بھی بہت محبت ہے جن کے فیض سے میری ذہنی ساخت اور دل کا وہ جذبہ بنا کہ مدرسہ اور خانقاہ سے اپنے عقل ودل کو سلامت لیکر معاشرے کی اصلاح میں اپنا کردار ادا کرنے کے قابل بن سکا ہوں۔ مجھے تبلیغی جماعت کے بانی مولانا الیاسؒ سے بھی بڑی عقیدت ہے اور ان کے صاحبزادے حضرت جیؒ کی آخری تقریر انتہائی دردناک ہے جوامت کے جوڑنے میں بے پناہ درد کی مثال ہے، مجھے اقبالؒ کی شاعری سے بھی بڑا لگاؤ رہا ہے اور مولانا سندھیؒ کے افکار نے بھی مجھے انقلاب کی طرف دھکیل دیا ہے۔تصوف، مدارس اور مذہبی لوگوں کو قریب سے دیکھ کر انکے جذبات، احساسات، خدشات اور خوبیوں وخامیوں کا اچھی طرح سے مجھے بفضل تعالیٰ ادراک بھی ہے۔

مولانا سرفراز خاں صفدرؒ، مولانا خان محمد کندیاں، مولانا مراد ہالیجوی منزل گاہ سکھر اور مولانا عبدالکریم بیرشریفؒ نے اپنی شفقت سے نواز کر میری حوصلہ افزائی فرمائی تھی اور گورنمنٹ ہائی سکول لیہ پنجاب کے اساتذہ استاد شریف، الٰہی بخش بھٹی، استاد انور، عطاء محمد شہانی، قاری اشرف، مولانا ندیم اور لائن سپرڈنٹ فیض محمد شاہین کی رہنمائی اور شفقت کو فراموش نہیں کرسکتا ہوں، مولانا احمد علی لاہوریؒ کی مجلس ذکر کا مطالعہ اور تبلیغی جماعت کے شب جمعہ، گشت اور سہ روزوں نے مجھے بڑا فائدہ پہنچایا، حرکت الجہاد الاسلامی کی قیادت مولانا خالد زبیر شہید نے 1987ء میں مجھ پر بڑا احسان کیا کہ محاذ پر اپنے ساتھ لیکر گئے، جہاں تین میزائل داغنے پر روسی ٹینکوں کی طرف سے ہم پر گولہ باری ہوئی اور اس منظر سے محظوظ ہونے کا موقع ملا، اسی طرح سے جب افغانستان سے رات کو باغڑ بیرمل وانہ وزیرستان آرہے تھے تو روسی توپوں کے گولے ہمارے دائیں بائیں اور آگے پیچھے لگ رہے تھے، اگر اس وقت ویڈیو ہوتی تو فلم کی طرح یہ منظر بھی محفوظ ہوجاتا۔ میں مجاہدین کی للہیت اور موت سے بے خوفی کا شریکِ سفر گواہ رہا ہوں۔

اصولِ فقہ میں پڑھایا جاتا ہے کہ چار شرعی دلائل میں پہلے نمبر پر کتاب اور کتاب سے مراد پورا قرآن نہیں وہ پانچ سوآیات جواحکام سے متعلق ہیں۔ پھر سنت پھر اجماع اور پھر قیاس ہے۔ چاہیے تھا کہ اصول کے مطابق ہر موضوع پر قرآن کی آیات کو پیش کیا جاتا، پھر احادیث کو پیش کیا جاتا، پھر اجماع کی بات آتی اور پھر آخر میں قیاس لایا جاتا لیکن اسکے بالکل برعکس قیاس کو نہ صرف مقدم رکھا گیا بلکہ ناقص قیاس سے قرآن وسنت کے واضح احکام کوبھی فحش تضاد کامحور بنالیاہے۔ مجھے یقین ہے کہ طلاق کے موضوع پرقرآنی آیات کوسامنے رکھاجائے تو عوام اور علماء کی آنکھیں کھل جائیں گی۔

اصولِ فقہ میں کتاب کی تعریف میں آیات پیش کی جاتیں تو مسئلہ نہ بنتا۔ قرآن میں سینکڑوں مرتبہ لفظِ کتاب ہے، وحی کے آغاز میں قلم اور کتاب کے شروع میں **ذالک الکتٰب لاریب فیه** (یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں) اور فرمایا: **اولم یکفیهم انا انزلنا علیک الکتاب یتلی علیهم** (اور کیا یہ ان کیلئے کافی نہیں ہے؟ بیشک ہم نے آپ پر کتاب نازل کی جوان پر تلاوت کی جاتی ہے) **وماااختلاف الذین اوتواالکتاب الا من بعدماجاء هم العلم بغیا بینهم** (اور اختلاف نہیں کیا جن کو کتاب دی گئی مگر اسکے بعد جب انکے پاس علم آیا فحش الجھے آپس میں)۔ یعنی کتاب کا علم آنے کے بعد فحش الجھاؤ غلط ہے۔ شیخ الہندؒ کتاب کی طرف رجوع اور **بغیا بینهم** کا خاتمہ چاہتے تھے، مولانا الیاسؒ نے فحش الجھاؤ چھوڑا، فضائل کی تبلیغ شروع کی، مولانا عبیداللہ سندھیؒ، مولانا مناظر احسن گیلانیؒ اور مولانا ابوالکلام آزادؒ کی وضاحتوں سے نصاب درست نہ ہوا۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے جماعت بنائی تو بڑے علماء کرام مولانا ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا منظور احمد نعمانی اور دیگر بڑے لوگ شامل تھے۔

تقلید سے ناکارہ نہ کر اپنی خودی کو کر اس کی حفاظت کہ یہ گوہر ہے یگانہ

اس میں شک نہیں کہ صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کے بال سے تبرک حاصل کیا، وضو کے پانی کو تبرک کے طور سے اپنے جسموں پر ملا، عقیدت کا مظاہرہ کرنے کیلئے آپ ﷺ کے سامنے سجدہ ریز ہونے کی اجازت طلب کی، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے نبی ﷺ کو حجرے کے باہر سے مت پکارنا، اوراس طرح سے نہ بلانا جیسے تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو، کہ تمہارے اعمال ضائع کردیئے جائیں۔ ادب کے تقاضوں کوملحوظِ خاطر رکھنا انسانی فطرت کے عین مطابق ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کی سیرت سے دنیا اس طرح متاثر نہ ہوگی کہ علامہ الیاس قادری اپنے کم عقل مریدوں سے اپنی تھوک اپنے جسموں پر ملنے کیلئے صحابہ کرامؓ کے حوالہ جات تو دیں لیکن یہ بتانا بھول جائیں کہ رسول اللہ ﷺ کی شخصیت کا ہر پہلو نمایاں تھا، صحابہ کرامؓ نے کھلے دل ودماغ کیساتھ کبھی اپنی مشاورت اور بارگاہ رسالت ﷺ میں اپنا اختلافی نقطۂ نظر پیش کرنے سے پس وپیش نہیں کیا، سورۂ مجادلہ میں خاتون نے آپ ﷺ مجادلہ کیا تو اللہ نے سن لی اور فیصلہ بھی نبی ﷺ کے فتویٰ کے برعکس دیا، صلح حدیبیہ میں صحابہؓ نے اختلافِ رائے ظاہر کی، ابن ابی کی جنازہ پرحضرت عمرؓ کا اختلاف، حضرت ابوہریرہؓ کو حدیث پر مُکا مارنا اور حدیث قرطاس وغیرہ اُسوہ حسنہ کا وہ پہلو ہے جس کے ذریعہ عوام میں جرأت پیدا ہوتی مگر لیڈر اپنے کارکنوں کو شعور نہیں دینا چاہتے۔ اہل تشیع کو حضرت عمرؓ سے فرقہ وارانہ تعصب اور بریلوی حقائق سے بے خبر ہیں۔

مجھ پر پہلے شیعہ ہونے اور بعد میں بریلوی ہونے کی تہمت لگائی گئی، ہمارے مرشد حاجی عثمانؒ کا تعلق تبلیغی جماعت اوران سے دیوبندی اکابر علماء بیعت تھے، فتویٰ لگنے کے بعد بھی مولانا انیس الرحمٰن درخواستی شہید وغیرہ بیعت ہوگئے تھے، اور مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ اپنے داماد کولیکر حاجی عثمانؒ کی قبر پر جاتے تھے، کسی نے مشاہدہ بیان کیا کہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ نے مولانا الیاسؒ کوتاج دیا جو حاجی عثمان کو پہنایا گیا۔ جب فتوؤں کے خلاف میں مزاحمت کررہا تھا اور حاجی عثمانؒ مجھے اپنا جانشین نامزد کرنا چاہتے تھے اور میں نہیں چاہتا تھا کہ اس جھنجٹ میں پڑوں تو میں نے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کوخواب میں دیکھا کہ وہ مجھے خانقاہ میں دیکھنے کیلئے تشریف لائے ہیں۔ اگرچہ مجھے اس وقت خواب میں بھی کوئی دلچسپی نہ تھی اوراب بھی نہیں ہے لیکن علماء حق کے سلسلہ کی جانشینی کا اصل کردار ہم ادا کررہے ہیں، اکابر کے نام پر روٹیاں توڑنے والے نہیں۔ میں چاہتا تو مسجد الٰہیہ، خانقاہ چشتیہ، مدرسہ محمدیہ، خدمت گاہ قادریہ کا سجادہ جانشین بن کر دین کی خدمت کے نام پراپنی خدمت کرواتا۔ نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری، پراللہ کا شکر ہے علامہ اقبال نے شکوہ کیا: اس دیس میں پیدا کیا مجھ کو جس دیس کے بندے ہیں غلامی پہ رضامند۔ میں مخالفین کا شکریہ ادا کرتا ہوں، رسم شبیری بھی ادا کرنے کی تکمیل مخالفت ہی کی رہینِ منت ہے۔ جو فقر ہوا تلخیٔ دوراں کا گلہ مند اس فقر میں باقی ہے ابھی بوئے گدائی

درسِ نظامی میں تحریفِ قرآن کی تعلیم

اصولِ فقہ میں دلائل کی ترتیب اور افادیت سے انکار کی گنجائش نہیں لیکن حقائق اسکے بالکل برعکس ہیں۔اصولِ فقہ میں اللہ کی کتاب سے ابتداء کرنے کی بجائے قیاس سے ہی ابتداء کی جاتی ہے، کتاب کی تعریف بھی قیاس سے کی جاتی ہے، یہ پڑھایا جاتا ہے کہ'' **المکتوب فی المصاحف** سے مراد قرآن کے لکھے ہوئے نسخے مراد نہیں جن کو عوام اللہ کی کتاب سمجھتے ہیں بلکہ سات قاریوں کے الگ الگ قرآن ہیں کیونکہ لکھائی کی شکل میں کتاب کے سطور محض نقوش ہیں جو نہ الفاظ ہیں اور نہ معانی''۔اسی وجہ سے فقہ کا مسئلہ ہے کہ'' کتابی شکل میں مصحفِ قرآن پر ہاتھ رکھ کر قسم کھانے سے قسم کا حکم لاگو نہیں ہوتا اور نہ اس کے کفارہ کی ضرورت ہے البتہ زبانی الفاظ سے اللہ کی کتاب کی قسم کھائی جائے تو قسم منعقد ہوجائے گی''۔جبکہ **والقلم ومایسطرون** قرآن میں قلم اور سطروں میں لکھی ہوئی کتاب کی قسم کا ذکر ہے، قلم کے ذریعہ علم سکھانے کی پہلی وحی نازل ہوئی۔قرآن میں سینکڑوں مرتبہ کتاب کا ذکر ہے اور سنت میں بھی **ما بین دفتین** (دوجلدوں کے درمیان مجلد) کو اللہ کی کتاب قرار دیا گیا ہے اور حدیث قرطاس میں لکھی ہوئی وصیت کو بھی کتاب قرار دیا گیا تھا۔اگر قرآن کی تعریف میں قرآن وسنت کو قیاس پر فوقیت دی جاتی تو اتنی بڑی ٹھوکر کھانے سے مدارس کا نصاب بچ جاتا۔قرآن کی تعریف میں سب سے پہلے **ذٰلک الکتٰب لاریب فیہ** ''یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں'' کا حوالہ دینا چاہیے تھا۔اصولِ فقہ میں اللہ کی کتاب کو مشکوک بنانے کا قیاس سے سہارا لیا گیا ہے۔چنانچہ لکھا ہے کہ'' صحیح بات یہ ہے کہ بسم اللہ قرآن ہے لیکن اس میں شک ہے اور شبہ اتنا قوی ہے کہ اس کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر نہیں بنتا''۔(نورالانوار، توضیح التلویح)

اصولِ فقہ کا علم قیاس سے مرتب کیا گیا ہے۔کراچی یونیورسٹی کے سابق چانسلر ڈاکٹر منظور احمد (امریکہ میں بھی فلسفہ کے پروفیسر رہے) کا بھی یہی خیال تھا کہ قرآن کتابی شکل میں نہیں بلکہ اورل یعنی زبانی ہے۔اسلامی جمعیت طلبہ کے سابق مرکزی صدر ڈاکٹر منظور احمد نے اسلام پر کتاب لکھی ہے اور ان کو عربی اور اصولِ فقہ کے علم پر بھی مکمل دسترس حاصل ہے۔جب میں نے انکے سامنے بات رکھی کہ میز، کرسی، کھڑکی، دیوار، چھت، پنکھا اور بلب کا نام لینے سے وہ اشیاء پہچانے جاتے ہیں اسی طرح کتاب کو نام سے بچے اور ان پڑھ بھی سمجھ لیتے ہیں کہ کتاب کیا ہے؟۔اور قرآنی تعلیمات کے یہ سراسر منافی ہے کہ قرآن سے تحریری کتاب مراد نہ لی جائے۔ڈاکٹر صاحب نے مجھ سے اتفاق کیا لیکن ساتھ میں یہ تلقین بھی کردی کہ'' جو کچھ لکھنا ہو، لکھیں مگر چھاپنا نہیں اسلیئے کہ مدارس کے ارباب اہتمام اپنے ذاتی مفادات کی وجہ سے آپ کو نقصان پہنچائیں گے''۔مشرکین مکہ کے ان پڑھ جاہل بھی کتاب کا معنیٰ سمجھ کر کہتے تھے کہ **قالوا اساطیر اولین اکتتبھا بکرۃ و اصیلاً** ''یہ کتاب پرانے قصے ہیں جو صبح وشام لکھوائے جاتے ہیں''۔

جامعہ بنوری ٹاؤن میں داخلہ سے پہلے مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ سے سنا تھا کہ قرآن کے مصحف پر ہاتھ رکھ کر حلف اُٹھانے سے حلف کا کفارہ واجب نہیں ہوتا اسلیئے کہ یہ اللہ کا کلام نہیں نقشِ کلام ہے۔پھر داخلہ کے پہلے سال جب مولانا عبدالسمیعؒ سے بحث ہوئی تو آخر کار انہوں نے فرمایا کہ اس قرآن کو تم اللہ کی کتاب مانتے ہو؟، میں نے کہا کہ یہ اللہ کی کتاب نہیں، اس کا نقش ہے تو مجھے کافر قرار دیا، جب میں نے مولانا یوسف لدھیانویؒ کے حوالہ سے ذکر کیا تو بہت بُرا بھلا کہنے لگے کہ تم لوگ پہلے سے پڑھ کر آتے ہو، مقصد پڑھنا نہیں ہمیں ذلیل کرنا ہے وغیرہ، میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے تو ایک طالب علم نے میرا بازو پکڑا، اور ساتھ لیکر مسجد کے ایک کونے میں بٹھادیا کہ''صوفی صاحب اپنا ذکر کریں''۔دوسرے دن پتہ چلا کہ طالب علموں نے مجھے علامہ تفتازانی کا خطاب دیا ہے۔مجھے یہ احساس ہے کہ علماء کرام بے چارے جو کچھ پڑھتے اور پڑھاتے ہیں خود بھی نہیں سمجھتے۔زمانہ طالب علمی سے اساتذۂ کرام، ماہنامہ ضربِ حق کراچی میں تائید کرنے والے اور مولانا شیرانی وغیرہ مجھ سے نصاب کی تبدیلی کے خواہاں رہے تھے۔

جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی کے بانی علامہ سید محمد یوسف بنوری، دارالعلوم کراچی کے بانی مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع اور دارالعلوم حقانیہ کے بانی مولانا عبدالحق کے استاذ دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث علامہ سید انور شاہ کشمیری نے فیض الباری میں لکھا ہے کہ" قرآن میں معنوی تحریف تو بہت ہوئی ہے اور جو میری تحقیق ہے اس میں لفظی تحریف بھی ہوئی ہے، جان بوجھ کر یا پھر مغالطہ سے"۔ فیض الباری ج 3 ص 395۔ کلاچی ڈیرہ اسماعیل خان کے قاضی عبدالکریم نے مفتی فرید صاحب اکوڑہ خٹک کو خط لکھا کہ" اس عبارت کو پڑھ کر سر چکرا گیا۔ ایک طرف محفوظیت کا بنیادی اور قطعی یا ضروری عقیدہ...... ناکارہ عبدالکریم نجم المدارس کلاچی، 28 دسمبر 1991ء فتاویٰ دیوبند پاکستان، المعروف بہ فتاویٰ فریدیہ جلد اول، ص 81 ناشر مولانا حسین احمد صدیقی، دارالعلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی۔ مولانا سمیع الحق کا ہم نے انٹرویو چھاپا کہ" نصاب آسمانی صحیفہ نہیں اس میں غلطی اور اصلاح ہوسکتی ہے"

بریلوی مکتب کے علامہ غلام رسول سعیدی نے شرح بخاری نعمۃ الباری جلد اول ص 107,276 میں علامہ انور شاہ کشمیری کی یہ عبارت نقل کرکے مولانا سلیم اللہ خان اور مفتی محمد تقی عثمانی سے سوال پوچھا ہے کہ" یہ کفر ہے، گمراہی ہے، کیا ہے؟...... ہمارے پاس دارالعلوم کراچی کے فتویٰ میں اس عبارت کے قائل پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا ہے"۔ اہل تشیع نے دیوبندیوں کو مندرجہ بالا حوالہ دیکر تحریف قرآن کا قائل قرار دیا۔ جب شیعہ کو جامعہ بنوری ٹاؤن سے نکلنے والے ماہنامہ" **البیـنـات** " کے خصوصی ایڈیشن میں انڈیا کے مولانا منظور احمد نعمانی کے سوال پر مفتی اعظم مفتی ولی حسن ٹونکی کے جواب میں کافر قرار دیا گیا جس میں پاکستان اور بنگلہ دیش کے بہت سے مدارس کے تصدیقی دستخط بھی تھے تو دارالعلوم کراچی نے تصدیق نہیں کی بلکہ مفتی محمد تقی عثمانی نے اپنی کتاب میں" اہل تشیع کو قرآن کی حفاظت کا قائل قرار دیا"۔ پھر اہل تشیع سے مدارس اور متحدہ مجلس عمل میں اتحاد پر جامعہ بنوری ٹاؤن سے فتویٰ دیا گیا تو میں نے پہلے فتوے پر وضاحت مانگی، فتویٰ لکھنے والے مفتی شاہ فیصل برکی میرے پاس آئے مگر پہلے فتوے سے تضاد کا جواب نہ بنا۔

جب درسِ نظامی میں قرآن کے بارے میں یہ عقیدہ پڑھایا جاتا ہے کہ" یہ نقل متواتر ہے اور نقل متواتر کی قید سے وہ آیات نکل گئیں جو خبر مشہور یا احاد سے نقل کی گئی ہیں" (نورالانوار، ملاجیون) تو پھر محفوظیت قرآن کا عقیدہ کہاں باقی رہتا ہے؟ جب احادیث کی طرح قرآنی آیات میں بھی متواتر، غیر متواتر، مشہور، غیر مشہور اور صحیح احاد اور ضعیف روایات کا عقیدہ رکھا جائے تو قرآن کی صحت کے بارے میں اعتقاد کیسے درست ہوسکتا ہے؟۔ مولانا انور شاہ کشمیری نے اپنی ایمانداری اور سچائی سے جس بات کا ذکر کیا ہے وہ تو مدارس کے نصاب" درس نظامی" میں موجود ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک قرآن سے باہر کوئی مشہور اور خبر احاد کی آیت نہیں اور یہ عقیدہ تحریف قرآن ہے۔ اسلئے وہ قسم کے کفارہ کے روزوں میں متواتر کے قائل نہیں اور احناف کے نزدیک دو قرأت دو آیات کی طرح ہیں۔ امام شافعیؒ پر رافضیت کا الزام لگا کر منہ کالا کر کے شہر میں گدھے پر گھمایا گیا تھا۔ امام شافعیؒ بسم اللہ کو بھی قرآن میں مشکوک نہیں سمجھتے تھے اور سورہ فاتحہ کے ساتھ نماز کی قرأت کیساتھ جہری پڑھتے تھے۔ تو ایسی حدیثیں بھی گھڑی گئیں کہ" ایک شخص کا نام ادریس ہوگا جو امت کیلئے ابلیس سے زیادہ ضرر پہنچانے کا باعث ہوگا" باقی ائمہ کو بھی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، حنفی مسلک میں 85% مسائل میں امام ابوحنیفہؒ کے موافق نہیں، سورۂ فاتحہ کو پیشاب سے لکھنے کے جواز کی کڑی امام ابوحنیفہؒ نہیں فتاویٰ شامیہ میں صاحب ہدایہ اور امام ابو یوسف سے ملائی گئی۔

وتر کی نماز میں دعائے قنوت یاد ہو تو اس کا پڑھنا احناف کے نزدیک واجب ہے کیونکہ یہ اصل میں قرآن کی دو سورتیں ہیں جبکہ دوسرے مسالک والے اس کو پڑھنا جائز نہیں سمجھتے اسلئے کہ اس سے تحریف قرآن کا عقیدہ لازم آتا ہے۔ دعائے قنوت میں ہے کہ **و نخلع و نترک من یفجرک** " اور ہم چھوڑ دیتے ہیں اور قطع تعلق کرتے ہیں جو تیری نافرمانی کرے۔" ہمارا معاشرہ دعائے قنوت پہلے تو پڑھنا نہیں جانتا اور پڑھتا ہے تو سمجھتا نہیں، جب مجھے عربی سمجھ میں آنے لگی تو میں نے اس پر عمل شروع کیا اور اس بنیاد پر 1987ء میں اپنے رشتہ داروں کے گھروں سے ٹی وی نکلوائے، اللہ نے قرآن میں فرمایا کہ **لم تقولون مالا تفعلون** " وہ بات کیوں کرتے ہو جس پر عمل نہیں کرتے"۔ انتہا پسند دعائے قنوت کے الفاظ پر عمل پیرا ہیں اور جن مذہبی لوگوں کو اس کے خلاف دیکھتے ہیں تو ان کو منافق سمجھتے ہیں، پارلمنٹ، مدارس اور میڈیا پر وضاحت کی ضرورت ہے۔ وزیرستان کے لوگ کہتے ہیں" نماز آسان ہے لیکن اس کی دعائے قنوت مشکل ہے۔" لوگوں کو اگر حقائق کا پتہ چل جائے کہ دعائے قنوت کا پڑھنا اسلئے علماء واجب قرار دیتے ہیں کہ اس کو قرآن کی دو منسوخ سورتیں سمجھتے ہیں اور باقی آئمہ کے نزدیک اس کا ترک فرض ہے تو بڑا بوجھ سر سے اترے گا۔

غلام رسول سعیدی کا ابن مسعودؓ اور موجودہ قرآن پر حملہ اور اسکا جاندار جواب

صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ وضاحت فرمائی ہے کہ جب تک رسول اللہ ﷺ ہمارے اندر موجود تھے، ہم نماز میں مخاطب کے صیغہ **السلام علیک ایھا النبی** پڑھتے تھے لیکن وصال کے بعد نماز میں **والسلام علی النبی** غائب کے صیغہ سے سلام پڑھنے لگے۔(کتاب الاستیذان، باب: **الاخذ بالیدین** دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا) علامہ غلام رسول سعیدی نے اس روایت کو اپنے مسلکانہ تعصب کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔ بریلوی مکتبِ فکر کی تبلیغی جماعت ''دعوتِ اسلامی'' نے بھی اپنا طرزِ عمل تبدیل کر دیا ہے، چنانچہ بانی امیر الیاس قادری صاحب مخاطب کی بجائے درود کیلئے غائب کا صیغہ استعمال کرتے ہیں **صلوا علی الحبیب! صلی اللہ تعالیٰ علی محمد** کٹر قسم کے بریلوی عرب امارات کی وجہ سے اپنے رویہ، پہچان اور مسلک میں تبدیلی لا سکتے ہیں لیکن صحابہ کرامؓ پر مسلکی چھاپ کا اندیشہ تو نہیں ہو سکتا۔ البتہ علامہ غلام رسول سعیدی نے عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں یہ لکھ کر مسلکی تعصب کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے کہ ان کے تفردات میں سے یہ بھی ہے کہ وہ قرآن کی آخری دو سورتوں ''معوذتین'' کا بھی صحابہؓ کے برعکس قرآن ہونے کے منکر تھے۔ علامہ غلام رسول سعیدی نے اس روایت کی مخالفت میں یہ عنوانات قائم کئے۔ (1) غیر مقلدین کا نماز کے تشہد میں خطاب کے صیغے کو غیر واجب قرار دینا۔ (2) حضرت ابن مسعودؓ نے جو تشہد کے کلمات میں رسول اللہ ﷺ کی حیات اور بعد از وفات کا فرق کیا ہے وہ دیگر صحابہ کے نزدیک معتبر نہیں تھا۔ (3) نبی ﷺ کی حیات مبارکہ اور آپ کی سماعت کی وسعت کی بناء پر حضرت ابن مسعودؓ کا تشہد کے سلام میں حیات اور بعد از وفات کا فرق کرنا مرجوح اور ضعیف ہے۔ (4) حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے تفردات۔ (5) سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کا قرآن ہونے سے انکار کرنے میں حضرت ابن مسعودؓ کا تفرد اور (6) حضرت ابن مسعودؓ کے دیگر تفردات کے عنوانات سے نعم الباری فی شرح صحیح بخاری، جلد 13 ص 224-215 دلائل دیئے۔

علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے دیگر تفردات

امام بخاری اپنی سند کیساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اصحاب حضرت ابو درداءؓ کے پاس آئے اور حضرت ابو درداءؓ نے ان میں سے کسی قاری کو طلب کیا پس انہوں نے اس کو پا لیا۔ پس ابو درداءؓ نے پوچھا: تم میں سے کون حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی قرأت کے موافق پڑھتا ہے؟ ابراہیم نے کہا: ہم سب ان کی قرأت کے موافق پڑھتے ہیں۔ پھر انہوں نے پوچھا: تم میں سب سے زیادہ حافظ کون ہے؟ تو ہم نے حضرت علقمہؓ کا نام بتا دیا۔ انہوں نے حضرت علقمہؓ سے پوچھا: تم نے حضرت ابن مسعودؓ سے: **والیل اذا یغشٰی** O (اللیل: 1) کو کس طرح سے پڑھتے ہوئے سنا ہے؟ علقمہؓ نے کہا ''**و الذکر و الانثٰی**'' حضرت ابو درداءؓ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے نبی ﷺ کو اس طرح پڑھتے ہوئے سنا ہے۔ اور یہ لوگ (اہل شام) کا ارادہ کرتے ہیں کہ میں **وما خلق الذکر و الانثٰی** پڑھوں اور اللہ کی قسم میں ان کی موافقت نہیں کروں گا۔ (صحیح بخاری، ۴۹۴۳، ۴۹۴۴، صحیح مسلم: ۸۲۴، سنن ترمذی، ۲۹۳۹)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: ہر چند کہ اس روایت کی نسبت حضرت ابو درداءؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کے شاگردوں کی طرف بہت قوی ہے مگر اب قرأت متواترہ پر اجماع ہو چکا ہے اور غالباً حضرت ابو درداءؓ کی قرأت ''**و الذکر و الانثٰی**'' کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے اور حضرت ابو درداءؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کے شاگردوں تک اس کے منسوخ ہونے کا علم نہیں پہنچا تھا اور تعجب ہے کہ کوفہ میں جو علقمہؓ اور عبداللہ ابن مسعودؓ کے شاگرد تھے انہوں نے بھی ان کی قرأت کے موافق نہیں پڑھا اور اسی طرح اہل شام نے بھی حضرت ابو درداءؓ کی قرأت

کے موافق نہیں پڑھا، اس سے یہ بات قوی ہوجاتی ہے کہ انکی قرأت کی تلاوت منسوخ ہوچکی ہے۔(فتح الباری، ج۲، ص۱۲۰، دارالمعرفہ بیروت)

اس طرح حضرت ابن مسعودؓ جنبی کیلئے تیمّم کے جواز کے قائل نہیں تھے اور وہ کہتے تھے کہ جب تک جنبی کو پانی نہ ملے وہ نماز نہ پڑھے اور جب پانی مل جائے تو وضو کر کے نماز پڑھے۔اس سلسلے میں جمہور صحابہ کا ان سے اختلاف رہا ہے اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے اس مسئلے میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے مناظرہ کیا۔جس کی کچھ تفصیل امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں روایت کی ہے جس کو ہم پیش کررہے ہیں: امام بخاری اپنی سند کے ساتھ شقیق بن سلمہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بتایا کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، پس حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے کہا: اے عبدالرحمٰن! یہ بتایئے کہ جب جنبی کو پانی نہ ملے تو وہ کیا کرے؟ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے کہا: وہ نماز نہ پڑھے حتیٰ کہ پانی کو پالے۔حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے کہا: تو آپ حضرت عمارؓ کے اس قول کا کیا جواب دیں گے جب نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تمہارے لئے تیمّم کرلینا کافی تھا۔حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے جواب دیا کہ کیا تم کو معلوم نہیں کہ حضرت عمرؓ حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کی اس حدیث سے مطمئن نہیں ہوئے تھے؟ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے کہا چلئے حضرت عمارؓ کی اس حدیث کو چھوڑ یئے آپ بتایئے اس آیت کا آپ کیا جواب دیں گے: **و ان کنتم مرضیٰ او علیٰ سفرٍ او جاء احد منکم من الغائط اولٰمستم النساء فلم تجد و ا ماء فتیمموا صعیداً طیبہ فامسحوا بوجوھکم و ایدیکم منہ** (المائدہ:6)''اور اگر تم بیمار ہو یا تم مسافر ہو یا تم میں سے کوئی قضاء حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو پس پانی کو نہ پاؤ، تو تم پاک مٹی سے تیمّم کرو۔سو تم اپنے چہروں اور ہاتھوں پر اس پاک مٹی سے مسح کرو۔'' پس حضرت ابن مسعودؓ کو پتہ نہیں چلا کہ وہ جواب میں کیا کہیں، پس انہوں نے کہا: اگر ہم ان کو اس صورت میں تیمّم کرنے کی اجازت دے دیں تو جس شخص کو ذرا بھی پانی ٹھنڈا لگے گا وہ پانی کو چھوڑ کر تیمّم کرے گا۔پس میں نے شقیق سے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس وجہ سے جنبی کیلئے تیمّم کو مکروہ کہتے تھے۔انہوں نے کہا کہ ہاں!(صحیح بخاری:۳۴۶، ۳۴۷)

میں کہتا ہوں کہ اس تفسیر کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا کوئی اجتہاد یا ان کا کوئی قول دین میں حجت نہیں ہے بلکہ ان کا وہ اجتہاد اور وہ قول دین میں حجت نہیں ہے جو رسول اللہ ﷺ کے صریح حدیث کے خلاف ہو اور جمہور صحابہ نے اس کی موافقت نہ کی ہو۔اور ان کا جو قول رسول اللہ ﷺ کی کسی صریح حدیث کے خلاف نہیں ہے اور جمہور صحابہ نے اس کی مخالفت نہیں کی بلکہ موافقت کی ہے تو ان کا وہ قول اور اجتہاد دین میں حجت ہے۔ (نعم الباری شرح صحیح بخاری، ج13، ص224-222، علامہ غلام رسول سعیدی)

آپ نے دیکھا کہ جب اپنے مسلک کے تحفظ کی بات آتی ہے تو مسلک پرست قسم کے علماء حضرت عبداللہ بن مسعودؓ پر کس طرح جھپٹ پڑتے ہیں مگر اب یہ بھی دیکھ لیجئے کہ جب قرآن کی بات آتی ہے تو قرآن کے مقابلے میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت کو متناسب قرار دیتے ہیں۔نماز کے التحیات میں سلام کے لفظ کی بات آئی تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو تفردات کے نام پر منکرِ قرآن قرار دینے سے بھی دریغ نہیں کیا لیکن جب قرآن کے مقابلہ میں عبداللہ بن مسعودؓ کی طرف منسوب انفرادی روایت کی بات آئی تو اس کو قرآن کی موجودہ آیت کے مقابلہ میں لفظی اور معنوی اعتبار سے درست قرار دیا ہے۔نعم الباری کے جلد13 ص222,224 کے بعد اسی جلد13 کے صفحہ 265 پر تعجب کی انتہا دیکھ لیجئے۔

چنانچہ علامہ غلام رسول سعیدی ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی قرأت کی تحقیق

نبی ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے قرآن مجید پڑھنے کی تاکید فرمائی۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اس طرح قرآن پڑھنا چاہتا ہو جس طرح قرآن نازل ہوا ہو تو ابن ام عبد کی قرأت پر پڑھے۔(صحیح الجامع:۵۹۶۱) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس طرح سے پڑھتے تھے: **و الیل اذا یغشٰی O و النھار اذا تجلّٰی O و الذکر والانثٰی O** (الیل:۱تا۳) حضرت ابن مسعودؓ اس آیت کو اس طرح سے پڑھتے تھے جس طرح

انہوں نے نبی ﷺ کے منہ سے سنا تھا اور قرأت معروفہ اور قرأت متواترہ اس طرح ہے"وما خلق الذکر و الانثٰی O"(الیل:۳) حضرت ابن مسعودؓ کی قرأت میں یہ تینوں آیات متناسب ہیں: و الیل اذا یغشٰی O و النھار اذا تجلّٰی O و الذکر والانثٰی O (الیل:۱تا۳)"اور رات کی قسم جب وہ (دن کو) چھپالے۔ اور دن کی (قسم) جب وہ روشن ہو۔ اور نر اور مادہ کی قسم۔" اس صورت میں ان تینوں آیات میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی قسمیں ہیں۔ اور یہ تینوں آیات متناسب ہیں۔ کیونکہ رات اور دن بھی ایک دوسرے کے مقابل ہیں اور نر اور مادہ بھی ایک دوسرے کے متقابل ہیں۔ تو گویا اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے متقابلات کی قسمیں کھائیں۔ اور قرأت معروفہ میں تیسری آیت میں اللہ تعالیٰ کی ذات کی قسم ہے۔ یعنی پہلی دو آیات میں مخلوق کی قسم ہے اور تیسری آیت میں خالق کی قسم ہے۔ اور بظاہر یہ آیات غیر متناسب ہیں۔ و الیل اذا یغشٰی O و النھار اذا تجلّٰی O وما خلق الذکر والانثٰی O (الیل:۱تا۳)"اور رات کی قسم جب وہ (دن کو) چھپالے۔ اور دن کی (قسم) جب وہ روشن ہو۔ اور اس ذات کی قسم جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا۔"

مسئلہ: کیا ہمارے لئے یہ جائز ہے کہ ہم ابن مسعودؓ کی قرأت کے مطابق وہ پڑھیں جو نبی ﷺ سے صحت کیساتھ ثابت ہے۔ خواہ متواتر نہ ہو۔

الجواب: اس کا پڑھنا اگرچہ جائز ہے لیکن چونکہ عوام اس قرأت سے مانوس نہیں ہے تو ایسی قرأت نہ کی جائے جو عوام کے نزدیک غیر مانوس ہو۔ کیونکہ اس سے فتنۂ عظیمہ پیدا ہوگا کیونکہ لوگ کہیں گے کہ کبھی قرآن اس طرح سے پڑھتے ہیں اور کبھی دوسری طرح پڑھتے ہیں انہوں نے قرآن کو کھیل بنا رکھا ہے۔ (شرح صحیح بخاری، ج6،ص99-97، مکتبہ الطبری، القاہرہ،1429ھ) (نعم الباری، جلد13،ص265، علامہ سعیدی)

علامہ غلام رسول سعیدی کی ذہنی صلاحیت شاید ختم ہوگئی ہے ورنہ آیت وما خلق الذکر والانثٰی میں بھی واضح طور سے تخلیق ہی کی قسم ہے "اور قسم ہے جو پیدا کیا نر و اور مادہ کو"۔ جب صحیح، متناسب اور نبی ﷺ کی تلقین کے مطابق ابن مسعودؓ سے منقول قرآن درست ہے اور فتنۂ عظیمہ پیدا ہونے کا خدشہ ہے تو لفظی تحریف کیا ہے؟ حالانکہ متناسب وہی آیات ہیں جو قرآن میں موجود ہیں۔ الفاظ اور معانی دونوں کے حوالے سے۔ اگر اس طرح سے ان کو غیر متناسب قرار دیا جائے تو پورے کا پورا قرآن نعوذ باللہ غیر متناسب قرار دیا جائے گا۔ قرآن کے الفاظ میں لفظی اور معنوی اعتبار سے تناسب کا وہ اعجاز ہے جس کو دنیا کی کوئی طاقت غیر متناسب نہیں قرار دے سکتی۔ صرف رات اور دن کا ذکر نہیں بلکہ رات کی صفت کا بھی ذکر ہے جب وہ ڈھانپ لیتی ہے۔ اور دن کی صفت کا بھی ذکر ہے جب وہ روشن ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تیسری آیت میں بھی مذکر و مؤنث کے خالق اپنی ذات کی نہیں تخلیق کی قسم کھائی ہے۔ قرآن کی مختلف آیات میں الفاظ و معانی کے حوالہ سے سورۃ اللیل کی تینوں آیات بالکل معروف طریقہ سے متناسب ہیں، عربی میں رات "لیل" مذکر ہے اور دن "نھار" مؤنث ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفتِ تخلیق اور مذکر و مؤنث کے جوڑوں میں بھی باہمی ربط ہے اور مذکر کا مؤنث کو چھپانے کی صفت کا بھی اللہ نے کھلے الفاظ میں ذکر کیا ہے اور نہار (دن) مؤنث کی صفتِ تجلی بھی روزِ روشن کی طرح واضح ہے۔ چونکہ علامہ غلام رسول سعیدی نے قرآن میں سورہ اللیل کی ابتدائی تین آیات پر اپنے جاہلانہ طرز استدلال سے وار کیا ہے اسلئے ان کے دفاع میں مختلف آیات کا سرسری تذکرہ بھی ضروری اور کافی ہے جو معروف نہیں بلکہ بلاشک وشبہ حقیقی، محفوظ اور معروف قرآن کی تائید کرتی ہیں۔

والذی خلق الازواج کلھا (الزخرف:12) "اور جس نے تمام جوڑے پیدا کئے ہیں" رات اور دن بھی اللہ کی تخلیق اور جوڑوں میں شامل ہیں۔ ومن کل الثمٰرات جعل فیھا زوجین اثنین یغشی اللیل النھار (الرعد:2)"اور ہر ایک پھلوں میں سے بنائے ہیں جوڑے دو دو (مذکر و مؤنث)۔ پھلوں میں سے جوڑوں یعنی مذکر و مؤونث کا ذکر ہے اور یہ بھی ہے کہ رات دن کو چھپا لیتی ہے۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے مرد کا عورت کو چھپا لینے کا بھی ذکر کیا ہے اور شرک کی نفی کی ہے اور جہالت سے اعراض کرنے کا حکم دیا ہے اور مؤمنوں کی یہ صفت بیان کی ہے کہ جب شیطان اس کو گھیر لیتے ہیں تو وہ سنبھل جاتے ہیں لیکن جو شیطان کے بھائی ہیں وہ کھنچے چلے جاتے ہیں اور اس میں کسر نہیں چھوڑتے، تفصیل قرآن میں دیکھی جائے: ھوا الذی خلقکم من نفس واحدۃ و جعل منھا زوجھا لیسکن الیھا فلما تغشاھا حملت حملاً خفیفاً فمرت بہٖ فلما اثقلت دعوا اللہ ربھما لئن اٰتیتنا صالحاً لنکونن من الشٰکرین O فلما اٰتٰھما صالحاً جعلا لہ شرکاء فیما اٰتٰھما فتعٰلی

دعوت اسلامی کے امیر علامہ الیاس قادری کی طرف سے بریلوی مکتبہ فکر کی مستند کتاب ''بہار شریعت'' کے حوالے سے مکمل سورہ فاتحہ اور بعض آیات کے قرآن نہ ہونے کی کھلے لفظوں میں تعلیم

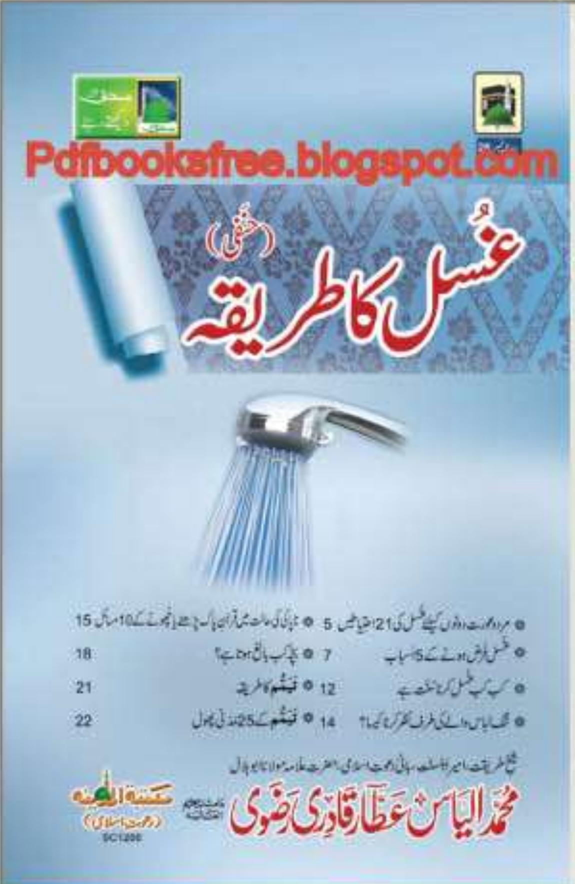

''قرآن مقدس ھے'' کے دس حروف کی نسبت ناپاکی کی حالت میں قرآن پڑھنے یا چھونے کے 10 مسائل

(1) جس پر غسل فرض ہو اس کو مسجد میں جانا، طواف کرنا، قرآن پاک چھونا، بے چھوئے زبانی پڑھنا، کسی آیت کا لکھنا، آیت کا تعویذ لکھنا (لکھنا اس صورت میں حرام ہے جس میں کاغذ کا چھونا پایا جائے اگر کاغذ کو نہ چھوئے تو لکھنا جائز ہے) (غیر مطبوعہ فتاویٰ اہلسنت) ایسا تعویذ چھونا، ایسی انگوٹھی چھونا یا پہننا جس پر آیت یا حروف مقطعات لکھے ہوں حرام ہے (بہار شریعت، ج 1، ص 326) (موم جامے والے یا پلاسٹک میں لپیٹ کر کپڑے یا چمڑے وغیرہ میں سلے ہوئے تعویذ کو پہننے یا چھونے میں مضائقہ نہیں)۔

(2) اگر قرآن پاک جزدان میں ہو تو بے وضو یا بے غسل جزدان پر ہاتھ لگانے میں حرج نہیں (ایضاً)

(3) اسی طرح کسی ایسے کپڑے یا رومال وغیرہ سے قرآن پاک پکڑنا جائز ہے جو نہ اپنے تابع ہو نہ قرآن پاک کے۔ (ایضاً)

(4) کرتے کی آستین، دوپٹے کے آنچل سے یہاں تک کہ چادر کا ایک کونا اسکے کندھے پر ہے تو چادر کے دوسرے کونے سے قرآن پاک کو چھونا حرام ہے کہ یہ سب چیزیں اس (چھونے والے) کے تابع ہیں۔ ایضاً

(5) قرآن پاک کی آیت دعا کی نیت سے یا تبرک کیلئے مثلاً بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یا ادائے شکر کیلئے الحمد للہ رب العٰلمین یا کسی مسلمان کی موت یا کسی قسم کے نقصان کی خبر پر انا للہ وانا الیہ راجعون یا ثنا کی نیت سے پوری سورۃ الفاتحہ یا آیۃ الکرسی یا سورۃ الحشر کی آخری تین آیات پڑھیں اور ان سب صورتوں میں قرآن پڑھنے کی نیت نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ (ایضاً)

(6) تینوں قل بلا لفظ قل بہ نیت ثنا پڑھ سکتے ہیں۔ لفظ قل کیساتھ ثنا کی نیت سے بھی نہیں پڑھ سکتے کیونکہ اس صورت میں انکا قرآن ہونا متعین ہے، نیت کو کچھ دخل نہیں۔ (ایضاً) (غسل کا طریقہ، ص 15-16)

علامہ شامی نے فتاویٰ شامیہ میں ہدایہ کے مصنف کے حوالے سے سورہ فاتحہ کو علاج کیلئے پیشاب سے لکھنا جائز قرار دیا ہے جس کو مفتی تقی عثمانی نے اپنی کتابوں ''فقہی مقالات، جلد چہارم'' اور ''تکملہ فتح الملہم''، میں نقل کیا تھا تو بریلوی مکتبہ فکر کی دعوت اسلامی نے مفتی تقی عثمانی کیخلاف ایک طوفان اٹھادیا تھا۔ علامہ غلام رسول سعیدی نے دیوبندی مکتبہ فکر کے شیخ الحدیث علامہ انور شاہ کشمیری کے حوالہ سے تحریف قرآن کے عقیدے کی عبارت نقل کی اور سوال اٹھایا۔ درس نظامی کی کتابوں میں تحریری قرآن کے بارے میں پڑھایا جاتا ہے کہ تحریری کتاب اللہ کا کلام نہیں کیونکہ یہ نہ لفظ ہیں اور نہ معنی۔

اب دعوت اسلامی کے مبلغین کی طرف سے مکمل سورہ فاتحہ کی تلاوت کو ثنا کی نیت سے پڑھنا جائز قرار دینا اور آخری تین قل کو لفظ قل کے بغیر جائز قرار دینا مگر لفظ قل کے ساتھ اس لئے ناجائز قرار دینا کہ ان سورتوں کا قرآن ہونا پھر متعین ہے اور نیت کو کچھ اعتبار نہیں، تو کیا سورہ فاتحہ کا قرآن ہونا متعین نہیں ہے؟۔ لفظ قل کے بغیر بھی آخری سورتوں کا قرآن ہونا متعین ہے اسلئے کہ کوئی ایک آیت بھی قرآن کی طرح بنانے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ علامہ الیاس قادری اور بریلوی مکتبہ فکر کے رہنما الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے ذریعے سے اس گمراہ کن عقیدے سے اپنی برأت کا اعلان کریں جس طرح کہ مفتی تقی عثمانی نے اسلام اخبار میں اپنی کتابوں سے سورہ فاتحہ کے بارے میں علامہ شامی اور صاحب ہدایہ کی عبارت کو نکالنے کا اعلان کیا تھا، اسی طرح سے مدارس میں بھی جو نصاب پڑھایا جاتا ہے، میرا تجربہ اور ایمان ہے کہ علماء کو قرآن کے حوالے سے تحریف کا عقیدہ سمجھ میں نہیں آتا اور اب سمجھ میں آئے تو ان کی طرف سے ہٹ دھرمی کے خراب نتائج نکلیں گے۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی

سید جمال الدین افغانی

بانیٔ اہلحدیث نواب صدیق حسن خان

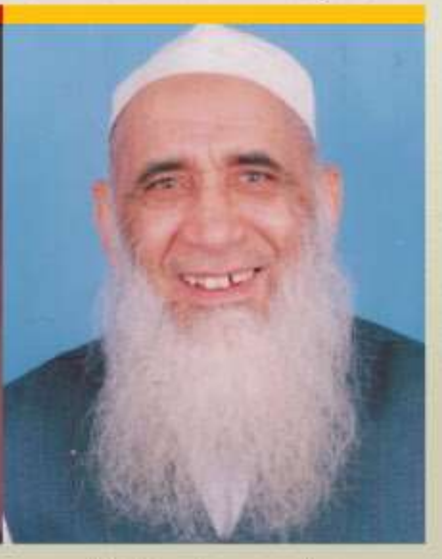
مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید

بانیٔ جماعت اسلامی سید ابوالاعلیٰ مودودی

بانی الاخوان المسلمون سید قطب شہید

علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید

امیر تحریک طالبان حکیم اللہ محسود

شاعر مشرق علامہ محمد اقبال

صدر جمعیت علماء ہند مولانا حسین احمد مدنی

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد رفیع عثمانی

محدث العصر مولانا سلیم اللہ خان

ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر

الـلـه عما يشركونO ايشـركـون مـا لا يخلق شيئاً وهم يخلقون O ولا يستـطيـعـون لهم نصراً ولا انفسهم ينصرونO ان تـدعـوهـم الى الهدٰى لا يتبعوكم سواء عليكم ادعوتموهم ام انتم صامتونO ان الـذين تدعون من دون الله عباداً امثالكم فادعوهم فليستجيبوا لكم ان كنتم صٰدقينO

(الاعراف:189 سے) ترجمہ" وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا ایک جان سے اور اسی سے بنایا اس کا جوڑا، تا کہ اس کے پاس سکون حاصل کرے۔ پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانکا، حمل ٹھہرا ہلکا سا حمل، تو وہ چلتی پھرتی تھی اس کیساتھ۔ پھر جب بوجھل ہوگئی تو دونوں نے پکارا اللہ اپنے رب کو کہ اگر تو ہم کو بخش اچھا بھلا تو ہم ضرور شکر گزاروں میں بن جائیں گے۔ پھر جب ان کو دیا اچھا بھلا تو بنانے لگے اس کیلئے شرکاء، اس کی بخشی ہوئی چیز میں، تو اللہ تعالیٰ برتر ہے شریک بنانے سے۔ کیا شریک بناتے ہوایسوں کو جو پیدا نہ کریں ایک چیز بھی اور وہ خود پیدا ہوئے ہیں۔ اور نہیں کر سکتے ان کی مدد اور نہ اپنی مدد۔ اگر تم ان کو پکارو ہدایت کی طرف تو نہ چلیں تمہاری پکار پر۔ برابر ہے کہ تم ان کو پکارو یا تم خاموش رہو۔ جن کو تم پکارتے ہو اللہ کے سوا وہ بندے ہیں تمہارے جیسے۔ بھلے پکارو تم ان کو اور چاہیے کہ وہ جواب دیں تمہاری پکار کا اگر تم سچے ہو"۔

قرآن کی انہی آیات میں اہل ایمان کی اس صفت کا بھی آگے ذکر ہے کہ جب شیطان کبھی اچک لیتا ہے تو یہ بیدار ہو کر توبہ کر لیتے ہیں۔ مولانا انور شاہ کشمیری نے لفظی تحریف کی بات کی تو آخر کار تائب بھی ہوئے، علامہ غلام رسول سعیدی بھی اپنے مؤقف سے ہی اتفاق نہ رکھتے ہوں گے لیکن بلا سوچے سمجھے شیطان اچک لیتا ہے۔ اللہ رحمٰن رحیم ہے اور وہ اپنے بندوں کو پھر اپنے کلام کی ان آیات سے بچا لیتا ہے جن میں قرآن کو بلاشبہ قرار دیا گیا ہے۔ علماء کرام جب تک اپنے نصاب پر نظر ثانی نہیں کریں گے وہ قرآن کی بدولت اپنے ایمان کی حفاظت بھی کریں تو شیطان اُچکتا رہے گا۔ میں یہ تو نہیں کہتا کہ علماء حق کے جوتوں کی خاک ہوں کیونکہ حضرت عمرؓ سے نسبت رکھتا ہوں ان کا فرمان ہے کہ "ایک طرف یہ ایمان کہ اگر ایک ہی بندہ جنت میں جائے تو وہ عمرؓ ہوگا اور دوسری طرف یہ خطرہ کہ کوئی ایک ہی بندہ جہنم میں جائے تو وہ عمرؓ ہی ہوسکتا ہے۔" اگر مجھے سرسار منافق بھی کہا جائے تو فی الحال علماء کی اس لغزش سے بچنے کی ضرورت ہے جس کی وجہ سے امت مسلمہ زوال کا شکار ہے، حضرت معاذؓ کے قول کے مطابق عالم کی لغزش سے بچو۔

آخری دو سورتوں کے حوالہ سے علامہ غلام رسول سعیدی نے اپنی تفسیر "تبیان القرآن" میں بہت کچھ لکھا ہے، کسی نے روایات کو جھوٹ قرار دیا اور کسی نے لکھا کہ روایات صحیح ہیں انکار کی گنجائش نہیں تو عبداللہ بن مسعودؓ کے وقت میں اجماع نہ ہوا تھا اسلئے اس وقت ان سورتوں کا منکر کافر نہ تھا اور اب کوئی انکار کریگا تو کافر ہو جائیگا۔ وغیرہ وغیرہ۔ علامہ شبیر احمد عثمانی نے بھی تفسیر عثمانی میں اس حوالہ سے انکار کی نسبت اور وضاحت کی کوشش کی ہے اور مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے بھی لکھا کہ ابن مسعودؓ کا اپنے مصحف میں سورۂ فاتحہ کا نہ لکھنا انکار کی وجہ سے نہیں بلکہ اس وجہ سے ہوسکتا ہے کہ اتنا معروف ہے کہ لکھنے کی ضرورت نہ ہوگی، اگر میں یہ کہتا کہ "صاحب ہدایہ نے ٹھیک لکھا ہے کہ سورۂ فاتحہ کو پیشاب سے لکھنا جائز ہے اور فتاویٰ شامیہ نے ٹھیک نقل کیا ہے اور بہار شریعت میں بھی بالکل ٹھیک لکھا ہے کہ پوری سورۂ فاتحہ حالت جنابت میں دعا کی نیت سے پڑھ سکتے ہیں لیکن آخری دو سورتیں نہیں۔ اور دلیل یہ دیتا کہ 1: تحریرِ نقش کلام ہے اللہ کا کلام نہیں، 2: ابن مسعودؓ کے قرآن کو نبی ﷺ نے معتبر قرار دیا ہے اور اس میں سورۂ فاتحہ شامل نہیں 3: اللہ نے ذٰلک الکتٰب لا ریب فیہ سورۂ فاتحہ کے بعد کی ہے لہٰذا یہ اس میں شامل نہیں، اہلحدیث تو اہلحدیث نہیں بلکہ خبیث ہیں جو فقہ کی کتابوں سے چمگادڑ کے پیشاب کا پاک ہونا نقل کرتے ہیں اور فقہ پر ان کا سب سے مضبوط اعتراض یہ ہے کہ معتبر کتابوں میں سورۂ فاتحہ کو پیشاب سے لکھنے کا جواز کیسے؟، تو یہ جواب دیا جاسکتا تھا کہ تمہارے نزدیک بچی کا پیشاب ناپاک اور شیر خوار بچے کا پیشاب پاک ہے تو پاک پیشاب سے سورۂ فاتحہ کو لکھنے میں کیا حرج ہے؟" تو رمضان المبارک میں مجھے بڑا معاوضہ دیکر مدارس میں مناظرے کی تعلیم کیلئے رکھ لیا جاتا مگر وکالت سے ایمان نہ رہتا۔

مساجد میں قرآن کے پہلے اور آخری اوراق ضائع ہو جاتے، ابن مسعودؓ کے مصحف میں بھی ایسا ہی تھا لیکن اس پر اقسام وانواع کی روایات، آراء اور الجھاؤ کی کیفیت پیدا کی گئی، ہمارے مذہبی محاذ پر کام کرنے والی ہر مقدس گائے کی قربانی دینی پڑے گی، بنی اسرائیل کی طرح سوال جواب کرنے کی روش پر چلنے سے بات نہیں بنے گی، انہوں نے بالآخر جئت بالحق (حق پر آئے) کہہ دیا، اب ہمیں خود بھی حق پر آنا ہی پڑیگا۔

پاکستان میں فرقہ واریت کا خاتمہ ممکن مگر سنجیدہ توجہ کی ضرورت ہے

قرآن وسنت کی اہمیت سے انکار کی گنجائش کیسے ہے؟۔اہل تشیع احادیث کی بنیاد پر قرآن واہلبیت کو معیار قرار دیتے ہیں، امام جعفرؒ کے نام سے فقہ جعفریہ وجود میں آیا، ائمہ اہلبیت کا سلسلہ اہل تشیع کے ہاں حضرت علیؓ سے حضرت حسن عسکریؒ اور پھر امام مہدی کی غیبت میں ہونے تک ملتا ہے، جبکہ اہلسنت کے ہاں مدینہ کے فقہاء سبعہ (سات فقہاء) جن میں حضرت عروہؒ نواسۂ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت قاسمؒ پوتا حضرت ابوبکرؓ اور سعید بن المسیبؒ کے علاوہ دیگر چار افراد شامل تھے۔تابعینؒ کے فقہاء سبعہ کے بعد ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کی شہرت کو چار چاند لگ گئے۔امام ابوحنیفہؒ نے جیل میں وفات پائی، امام مالکؒ کو جلاوطن کیا گیا، امام شافعیؒ کا منہ کالا کر کے شہر میں گدھے پر گھمایا گیا اور امام احمد بن حنبلؒ کو بدترین کوڑے مارے گئے۔ان علماء حق کے کردار سے کسی کو اختلاف نہیں البتہ فقہی نقطۂ نگاہ کا اختلاف ان حضرات کو آپس میں بھی تھا۔ان ائمہ کرام نے اپنے اپنے اصولوں کے تحت قرآن اور احادیث کی بنیاد پر جو مسالک بنائے بعد والوں نے ان کے اصولوں کی بنیاد پر مستقل مسلک سازی کا سلسلہ جاری رکھا، چوتھی صدی ہجری میں تقلید کا کلیہ رائج ہوا، اور پھر شاہ ولی اللہؒ کے پوتے شاہ اسماعیل شہیدؒ نے ایک حدیث کی بنیاد پر پہلی، دوسری اور تیسری صدی ہجری تک کے احکام کو قابل اتباع اور باقی کو قابلِ اصلاح قرار دیا، خیر القرون کے تین ادوار کے بعد چوتھی ہجری میں تقلید کی پابندی کو بدعت قرار دیا، علماء دیوبند نے پہلے تائید اور مولانا احمد رضا خانؒ کی طرف سے مخالفت کے بعد تردید کی، مولانا یوسف بنوریؒ کے والد مولانا احمد رضا خان کو حنفی مسلک بچانے کا کریڈٹ دیتے تھے اور مولانا یوسف بنوریؒ نے شاہ اسماعیلؒ کی کتاب کے اردو ترجمہ "بدعت کی حقیقت" میں شاہ اسماعیلؒ سے اظہار عقیدت کیا ہے جس میں تقلید کو عملی بدعت قرار دیا گیا ہے اور اس تقریظ میں "منصب امامت" کو بھی خراج عقیدت پیش کی ہے، بدعت کی حقیقت اور منصبِ امامت کے نظریات میں اہلحدیث، بریلوی اور اہل تشیع کو بھی ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا جاسکتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے لکھا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے خلافت دینے کا وعدہ کیا تھا، عربی میں جمع کے صیغہ کا کم ازکم تین افراد پر اطلاق ہوتا ہے، چنانچہ یہ وعدہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ساتھ پورا ہوا، حضرت علیؓ کی خلافت منتظمہ نہیں تھی اسلئے اس دور کو شامل نہیں کرسکتے ہیں"۔شاہ ولی اللہؒ کی تصنیف "ازالة الخفا عن الخلفاء" میں قرآنی آیات اور احادیث کی یہ تطبیق کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دور کے بعد خیر القرون کا دوسرا دور ابوبکرؓ وعمرؓ اور تیسرا حضرت عثمانؓ کے دور کو قرار دیا گیا ہے۔مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے اس میں یہ ترمیم کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کے دور کو ایک قرار دیا، دوسرا حضرت عمرؓ اور تیسرا حضرت عثمانؓ کے دور کو قرار دیا ہے جس کیلئے حدیث میں خیر کی شہادت موجود ہے۔مصر کے سید قطب شہیدؒ اور ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے نزدیک پہلا دور نبی ﷺ کا، دوسرا حضرت ابوبکرؓ اور تیسرا حضرت عمرؓ کا دور تھا، ان لوگوں کے نزدیک حضرت عثمانؓ کے دور میں بہت خامیاں تھیں اسلئے حضرت علیؓ کی طرح یہ دور بھی ان خیر القرون میں شمار نہیں تھا۔قرآن میں خلافت کے وعدہ کیساتھ قیامِ امن کا وعدہ بھی ہے، حضرت علیؓ کے دور میں امن نہیں تھا تو حضرت عثمانؓ کا بھی کئی دنوں تک محاصرہ کر کے شہید کیا گیا۔دو، تین کیساتھ خلافت کا وعدہ پورا ہوا تو تمام صحابہؓ کے ساتھ وعدہ خلافی کی گئی؟ نہیں بلکہ خلافت، امارت اور بادشاہت کے تمام ادوار پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

آیت اور حدیث کی تشریح کا حق اور اختلاف کی گنجائش سب کیلئے ہے کیونکہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم بار بار اللہ نے قرآن میں دیا ہے، شاہ اسماعیل شہیدؒ اور شاہ ولی اللہؒ نے اس آیت وحدیث کی تشریح بالکل الگ الگ کی ہے۔اگر مشاورت ہوتی تو شاید اختلاف بھی رفع دفع ہوجاتا۔جیسے امریکی قوم سپر طاقت ہے بش، اوبامہ اور ہیلری کلنٹن کی صدارت سے فرق نہیں پڑتا، اسی طرح قرون اولیٰ کے مسلمانوں کا اقتدار تھا۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے خلافت کا وعدہ افراد نہیں قوم سے کیا تھا، یہ نہ صرف تمام صحابہؓ سے پورا ہوا بلکہ بنی امیہ، بنی عباس کے بعد خلافت عثمانیہ اور تمام اہل اقتدار کیساتھ پورا ہوا، مولوی حکمران کی تقرری پر تؤتی الملک من تشاء پڑھتا ہے۔اہل تشیع کا احادیث کی بنیاد پر بارہ خلفاء کا

عقیدہ ان کا حق ہے لیکن بارہ خلفاء کی حدیث پر لاجواب ہونے کی پوزیشن سمجھ کر اپنے لہجے میں درشتی لانے کو ترک کریں، کلمہ وآذان کا تعلق ان کے عقیدۂ امامت سے ہوتا تو بارہ اماموں کیساتھ تبدیلی اس میں لازم تھی، حضرت علیؓ کے بعد امام حسنؓ، امام حسینؓ کے بعد دیگرے تبدیل ہوتا۔ صحیح بخاری میں ائمہ اہل بیت کیساتھ علیہ السلام لکھا ہوا ہے۔ پیر مہر علی شاہ گولڑہ شریف نے اپنی تصنیف ''تصفیہ مابین سنی وشیعہ'' میں لکھا ہے کہ حدیث میں موجود بارہ خلفاء کا تعلق آئندہ کے دور سے ہے اور احادیث میں ان بارہ خلفاء پر امت کے اکٹھا ہونے کی خوشخبری بھی ہے اور علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی کتاب میں بھی وضاحت ہے کہ یہ بارہ خلفاء ابھی تک نہیں آئے۔ احادیث میں نبوت ورحمت، خلافت راشدہ، امارت، بادشاہت، جبری حکومتوں کے بعد پھر خلافت کا ذکر ہے۔ علامہ طالب جوہری نے اپنی کتاب ظہور مہدی (اشاعت 1987) میں مہدی آخر زمان سے قبل مشرقی دجال کے مقابلہ میں امام حسن کی اولاد سے سید گیلانی کا ذکر کیا ہے اور شاہ اسماعیل شہیدؒ نے ''منصب امامت'' میں مہدی آخر زمان سے قبل خراسان کے مہدی کی حدیث کا ذکر کیا ہے۔ وہ سید احمد بریلوی شہیدؒ پر یہی گمان رکھتے تھے اور طالبان کے ملا عمر مجاہد کو بھی خراسان کا مہدی قرار دیا جاتا ہے۔

درسِ نظامی میں عقائد کی واحد کتاب ''شرح العقائد'' میں اہلسنت اور اہل تشیع کے درمیان عقیدہ کے مسئلہ پر امامت کے حوالہ سے اختلاف ہے، امام کا تقرر اہلسنت کے نزدیک مخلوق کا فریضہ ہے اور اہل تشیع کے نزدیک اللہ پر واجب ہے کہ امام مقرر کرے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے مشاہدہ میں دیکھا کہ رسول ﷺ نے اہل تشیع کی گمراہی کا سبب عقیدۂ امامت قرار دیا۔ شاہ ولی اللہؒ نے اس تناظر میں قرار دیا کہ اس عقیدے کی وجہ سے ختم نبوت کا انکار لازم آتا ہے تو ان کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیزؒ نے تحفہ اثنا عشریہ میں عقیدۂ امامت کو کفر تک پہنچا دیا۔ پھر شاہ اسماعیل شہیدؒ نے منصب امامت میں وہ عقیدہ بھی درست قرار دیا جو اللہ کی طرف سے امام کے تقرر کے بارے میں اہل تشیع کا تھا۔ اہل تشیع امام کے بارے میں جو عقیدہ رکھتے ہیں، قرآن وسنت میں نبی ﷺ کیلئے بھی اتنی گنجائش ہی نہیں ہے۔ اہل سنت امام مہدی کے بارے یہ عقیدت رکھتے ہیں کہ وہ تمام دنیا کو اپنی روحانی قوت سے فتح کرلیں گے حالانکہ کوئی نبی بھی ایسے نہیں آئے۔ مولانا مودودیؒ نے لکھا کہ ''اگر بڑے بڑے ائمہ ضلالت دنیا میں انقلاب لے کر آئے ہیں تو کسی امام ہدایت کی پیدائش کیوں بعید از قیاس ہوسکتی ہے جو اسلام کے ذریعہ دنیا میں ایک فطری انقلاب لیکر آجائے۔ البتہ اس کو دینی اور دنیاوی علوم پر دسترس ہوگی اور حلیہ ایسا نہیں ہوگا کہ علامتوں سے ان کو تاڑ لیا جائے، وہ تمام جدیدوں سے بڑھ کر جدید ہوگا اور مجھے اندیشہ ہے کہ ان کی جدتوں سے گھبرا کر صوفی اور مولوی صاحبان ہی سب سے پہلے ان کے خلاف شورش برپا کریں گے''۔ (تجدید واحیائے دین)

شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہر القادری اور مفتی اعظم پاکستان مفتی رفیع عثمانی نے اپنی کتابوں میں بدترین خیانت کا مظاہرہ کرتے ہوئے علامہ سیوطیؒ کے حوالہ سے اس حدیث کا ذکر کیا ہے جس میں مہدی آخری امیر امت سے پہلے واضح طور سے ایک مہدی اور اس کے بعد قحطانی امیر کا ذکر ہے لیکن وضاحت تو بہت دور کی بات ہے یہ لوگ اصل حدیث کو چٹ کر گئے اور ضمنی بات کو اپنی کتابوں میں نقل کرکے حقیقت پر پردہ ڈالنے کے مرتکب ہوئے ہیں۔ علاوہ ازیں بخاری شریف میں آخری خطبہ کے حوالہ سے دجال کا ذکر ہے جس میں سب سے بڑی اور خاص بات یہ ہے کہ دجال کو زیادہ تر مسلمان پہچاننے سے قاصر ہونگے اور اس کو اللہ پہچانتا ہوگا۔ اس کی ایک آنکھ خراب ہوگی، اسکی سب سے بڑی نشانی یہ ہوگی کہ اس کی وجہ سے مسلمانوں کے خون، مال اور عزت کی حرمت ختم ہوجائے گی۔ طالبان کو صحیح بخاری کی حدیث کو دیکھ کر خود فیصلہ کرنا چاہیے کہ اس خطہ میں مسلمانوں کی خون ریزی کو کیسے روکا جاسکتا ہے، اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''جیسے اس شہر (مکہ) میں اس مہینہ (ذی الحجہ) میں اس دن (عرفہ) کی حرمت ہے، اسی طرح سے مسلمانوں کے خون، عزت اور مال کی حرمت ہے''۔ امریکہ نے کسی کو دوست، کسی کو دشمن بنا کر اس خطہ، عراق، لیبیا اور شام میں امن وامان کی فضا خراب کردی ہے، ہمیں ہوش میں آنا چاہیے۔ مولانا فضل الرحمٰن نے ٹانک کی مسجد میں طالبان کو خراسان کے دجال کا لشکر قرار دیا تھا، ملا عمر اسلام کے درست تصور کی بنیاد پر افغانستان میں خراسان کے مہدی کا کردار بھی ادا کرسکتے ہیں۔ دوست کا دوست بھی دوست ہوتا ہے اگر قطر امریکہ اور طالبان کا دوست ہے تو امریکہ اور طالبان کو بھی دشمن نہیں قرار دیا جاسکتا، پہلے میڈیا پر کہا جاتا تھا کہ پاکستان میں طالبان کیخلاف امریکہ کاروائی کرانا چاہتا ہے لیکن اب یہ انکشاف سامنے لایا گیا کہ ''امریکہ اپنے انخلاء تک کاروائی کی اجازت نہیں دے رہا تھا ورنہ پاک فوج کی پہلے بھی کاروائی کی چاہت تھی''۔

اسلام، عوام، علماء اور پاکستان کے اہل اقتدار کا راستہ کیسے ایک ہوگا؟

علماء کرام ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں اور جب مسلکے مسائل اور اختلافات کی بات آتی ہے تو اپنی ضرورت کیلئے اختلاف کو فروعی قرار دیکر جان چھڑائی جاتی ہے۔ کیا اگر مسلک حنفی قرأت مشہورہ اور احاد کو موجودہ قرآن کے برعکس قرآن کی آیت سمجھے اور اس کے نہ ماننے والے کو کافر قرار دے اور امام شافعیؒ کے ماننے والے قرأت مشہورہ اور احاد کو کچھ نہ سمجھے اور اس کو ماننا قرآن کی تحریف سمجھے تو یہ فروعی اختلاف ہے یا اصولی؟۔ شیعہ کو تحریف قرآن کی بنیاد پر کافر بھی سمجھیں اور بوقت ضرورت برداشت بھی کریں۔ اب میڈیا کا علماء کو اس کشمکش سے نکالنا انتہائی ضروری ہے۔

مولانا انور کشمیری نے قرآن کے بارے میں بہت سی باتوں میں معنوی تحریف کا اعتراف کیا اور مسلکوں کی وکالت پر اپنی عمر ضائع کرنے کا بھی فرمایا ہے تو لیجئے اس کی مثال۔ تین طلاق کے بارے میں امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا فتویٰ یہ ہے کہ ایک ساتھ دینا گناہ ہے اور امام شافعی کے نزدیک یہ سنت کے مطابق اور گناہ نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبل کا ایک قول امام شافعی کی تائید اور دوسرا قول امام ابوحنیفہ و امام مالک کی تائید میں ہے لیکن سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ "ایک ساتھ تین طلاق واقع ہوجاتی ہیں"۔ امام ابوبکر جصاص رازی حنفی جب ایک ساتھ تین طلاق کے واقع ہونے کو ناجائز اور گناہ قرار دیتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ "قرآن میں الطلاق مرتٰن سے مراد الگ الگ دو مرتبہ طلاق ہے۔ جیسے دو درہم اور دو انڈے کو دو مرتبہ درہم اور انڈہ کہنا درست نہیں، 2 روپے اور 2 انڈے کہنا درست ہے، اسی طرح سے 2 مرتبہ طلاق کو 2 طلاق سمجھنا قرآن میں معنوی تحریف ہے۔" (احکام القرآن) اور جب حنفی موقف کے مطابق یہ دلیل دیتے ہیں کہ "ایک ساتھ تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں تو قرآنی آیت کے بارے میں اپنے موقف کی تردید کرتے ہیں کہ واقع ہوجاتی ہیں یہ بہت باریک معاملہ ہے جس کو عوام نہیں سمجھتے۔" (احکام القرآن، امام ابوبکر جصاص رازی حنفی)۔

ایک ساتھ تین طلاق واقع ہوجاتی ہیں اس کیلئے قرآنی آیات اور احادیث کا ذخیرہ احناف کے نزدیک یکساں طور پر دلائل کے انبار بن جاتا ہے اور ایک ساتھ تین طلاق واقع کرنے کو گناہ قرار دینے میں بھی وہی آیات اور احادیث احناف کے نزدیک دلائل کے انبار بن جاتے ہیں۔ ایک ساتھ تین طلاق واقع کرنے کو سنت کے مطابق جائز قرار دینے کیلئے امام شافعی کے نزدیک ایک ہی حدیث ہے۔ عویمر عجلانیؓ نے لعان کے بعد اپنی بیوی سے کہا تھا کہ تجھے تین طلاق، اس کے علاوہ امام شافعی کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ اس حدیث کے احناف نے کئی جواب دیئے ہیں، علامہ انور شاہ کشمیری نے فیض الباری میں لکھا کہ "تین طلاق کے لفظ سے حدیث میں یہ لازم نہیں آتا کہ ایک ساتھ ہی تین طلاقیں دی ہوں بلکہ یہ الگ الگ بھی تین طلاقیں ہوسکتی ہیں" (فیض الباری شرح صحیح بخاری)۔ وفاق المدارس کے صدر محدث العصر مولانا سلیم اللہ خان صاحب نے بخاری کی اپنی شرح "کشف الباری" میں لکھا کہ "ایک روایت میں ہے کہ رفاعہ القرظیؓ نے تین طلاقیں دی تھیں اور بخاری کی کتاب الادب میں لکھا ہے کہ رفاعہ القرظیؓ نے تین طلاقیں الگ الگ دی تھیں۔ ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ تین طلاق ایک ساتھ واقع ہوتی ہیں اور دوسری روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ تین طلاق الگ الگ دینی چاہئیں"۔ واقعہ ایک ہو تو ایک روایت میں اجمالاً اور دوسری میں تفصیلاً ذکر ہے۔ ائمہ مجتہدینؒ اتنے احمق نہیں تھے ورنہ وہ بھی یہ دلیل ضرور دیتے، لوگ ترقی کرتے ہیں، ہم تنزلی کی طرف جارہے ہیں، شکر ہے تقلید ہی سہی، بریک تو لگی تھی ورنہ کم عقلوں کے ہاتھوں کہاں پہنچتے؟۔

مولانا سلیم اللہ خان نے پہلی مرتبہ اس کم عقلی کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے ماننے والے سب کے سب اس بات پر متفق ہیں کہ اگر عورت ایک مرتبہ بھی بدکاری کا اعتراف جرم کرلے تو اس پر حد واجب ہوجاتی ہے کیونکہ ایک روایت میں یہ ذکر ہے کہ عورت نے اعتراف کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس پر حد نافذ فرمادی۔ امام ابوحنیفہ کا موقف یہ تھا کہ اس واقعہ کی تمام تفصیلات احادیث کی کتب میں موجود ہیں، کئی دفعہ اعتراف کے بعد اس عورت کو لوٹایا گیا، پھر اس کے حمل کا پتہ چلا، پھر بچے کی پیدائش تک معاملہ مؤخر ہوا، پھر بچے کو دودھ پلانے تک معاملہ ٹال دیا گیا اور جب عورت نے کہا کہ اب بچہ خود کھانا کھا سکتا ہے تو پھر اس پر حد نافذ کی گئی۔ البتہ یہ کوئی اتنی سادہ سی بات نہیں کہ تینوں ائمہ اتنے احمق تھے کہ

ساری تفصیلات کے باوجود کسی ایک روایت پر ان تمام تفصیلات کو ترک کر کے یہ مسلک بنالیا کہ ایک مرتبہ اعتراف جرم سے بھی عورت کیلئے حد واجب ہو جاتی ہے جبکہ مردوں کیلئے چار مرتبہ اعتراف جرم کرنا ضروری ہے۔ ہوسکتا ہے کہ تینوں ائمہ مجتہدین کے نزدیک وہ ایک روایت معتبر ہو اور اس کی تمام تفصیلات ضعیف اور غیر معتبر ہوں۔

یہ کتنی بھیانک اور گھناؤنی بات ہے کہ ایک طرف جب کسی خاتون کے ساتھ زبردستی سے بدکاری کی جائے تو مردوں کے بارے میں اس کی گواہی معتبر نہ ہو، جبکہ رسول اللہ ﷺ نے وائل ابن حجرؓ کی روایت میں ایک خاتون کے ساتھ زبردستی سے زیادتی کرنے والوں کو رجم کرنے کا حکم فرمایا تھا اور دوسری طرف مرد کیلئے اعتراف جرم میں چار مرتبہ کا اقرار ضروری ہو اور عورت کیلئے ایک مرتبہ اقرار بھی کافی ہو۔ کیا اسلئے کہ ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی یہ خوبی قرار دی ہے کہ اگر یہ اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت سارے اختلاف پاتے۔ دین اسلام کو مسلکی اختلافات کی بنیاد پر تضادات کا وہ مجموعہ بنایا گیا ہے جس کے بارے میں بقول کسی عالم کے ''علماء نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ وہ کبھی متفق نہ ہوں گے۔'' اسلامی نظریاتی کونسل میں عہدے مختلف مکاتب فکر کے علماء کو سیاسی رشوت کے طور پر دیئے جاتے ہیں جس کی سفارشات کی اہمیت اسلئے نہیں ہوتی کہ جو لوگ اپنے فن سے واقف نہ ہوں ان کو دوسرے فنون کے بارے میں رہنمائی کے قابل سمجھنا امت مسلمہ کو اُلو بنانے کے مترادف ہے۔ جب ٹھوس قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ کی تشریحات عوام کے سامنے نہیں لائی جاسکتیں تو اعضاء کی پیوندکاری پر ان سے رہنمائی حاصل کرنا اندھیرے کنوئیں کو سورج سمجھنے کے مترادف ہے۔

قرآن وسنت کی عملی تفسیر صحابہ کرامؓ کا اختلاف اور مسئلے مسائل کا حل

عمل کے جذبہ کو مستقل طور سے فکری وعملی، مسلکانہ اور فرقہ وارانہ رنگ دینا انتہائی درجہ کی کم عقلی اور غیر فطری بات ہے۔ بدر کے قیدیوں پر فدیہ لینے کا اختلاف صحابہؓ نے کیا، نبی ﷺ نے اکثریت کی رائے مان لی، اللہ نے حضرت عمرؓ کی رائے کی اقلیت کے باوجود تائید فرمائی، حالانکہ اللہ کے ہاں بھی درست وہی تھا جو نبی ﷺ اور اکثریت کی رائے تھی چنانچہ احد میں نبی ﷺ اور صحابہؓ کا جذبہ شکست پر بدل گیا تو اللہ نے اس کے برعکس فیصلہ سنادیا، اور قرآن میں یہ حکم بھی موجود ہے کہ قیدیوں کو فدیہ اور بغیر فدیہ کے چھوڑ سکتے ہیں، روایات میں یہ بھی ہے کہ حضرت علیؓ نے نشہ کی حالت میں نماز پڑھ لی تو یہ آیت نازل ہوئی اور یہ بھی ہے کہ صرف حضرت علیؓ کو جنابت کی حالت میں مسجد جانے کی اجازت تھی۔ یہ دیکھنا پڑے گا کہ روایات قرآن سے کیا جوڑ کھاتے ہیں اور قرآن سے امت مسلمہ کی کیا رہنمائی ہوتی ہے، جب اللہ کی طرف سے وحی کا سلسلہ بند ہوا تو صحابہؓ نے جس نوعیت کا اختلاف کیا، بدر کے قیدیوں پر فدیہ لینے اور صلح حدیبیہ کے مسئلہ پر وحی کی رہنمائی میسر تھی تو وحی کا سلسلہ بند ہونے کے بعد بھی اختلاف کوئی اچھنبے کی بات نہ تھی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا: **ولا تقربوا الصلوٰۃ و انتم سکریٰ حتیٰ تعلموا ما تقولون ولا جنباً الا عابری سبیل حتیٰ تغتسلوا** ''اور نماز کے قریب مت جاؤ جب تم نشہ کی حالت میں ہو حتیٰ کہ سمجھو، جو کچھ تم کہہ رہے ہو اور نہ حالت جنابت میں الا یہ کہ راستے کا مسافر یہاں تک کہ تم نہالو''۔ اس آیت کی تفسیر میں علماء کے ہاں بہت بڑی غلطی موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ قریب مت جاؤ ایک تو نشہ کی حالت میں نماز کے اور دوسرا حالت جنابت میں مگر راستے کا کوئی مسافر یہاں تک کہ نہالو۔ مفسرین کو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ نشہ کی حالت میں نماز کے قریب جانا منع ہے لیکن حالت جنابت میں نماز کی بجائے وہ صلوٰۃ سے مسجد مراد لیتے ہیں۔ کوئی باشعور انسان اس بات کا تصور کرسکتا ہے کہ ایک ہی آیت میں صلوٰۃ کے لفظ سے نماز بھی مراد لی جائے اور مسجد بھی؟۔ یہ اختلاف اس مشکل صورتحال کے باعث ہے کہ حالت جنابت میں مسافر کو غسل کے بغیر بھی مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ اس وجہ سے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ عابری سبیل سے مراد راہ گزرنے والا ہے اور مسجد میں کسی پر غسل واجب ہو جائے تو راہ گزرنے کی حد تک اجازت ہے۔ حالانکہ یہ معنیٰ بنتا نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نشہ کی حالت میں مسجد میں جانا منع ہے اور حالت جنابت میں مسافر کیلئے مسجد میں جانا منع نہیں لیکن یہ مطلب بھی وہ نہیں لیتے۔

قرآن وسنت اور صحابہؓ کے عمل کو درست طریقہ سے سمجھا جائے تو گمراہی کی جگہ ہدایت کی روشنی پھیل جائے گی۔ حضرت عمرؓ سفر سے آئے تو رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میں نے سفر میں نماز نہیں پڑھی، حالت جنابت دور کرنے کیلئے پانی نہیں تھا اور تیمّم سے دل نہیں مانتا تھا، رسول اللہ ﷺ نے ان کی تائید فرمادی۔ حضرت عمارؓ نے عرض کیا کہ سفر میں مجھ پر غسل واجب ہوگیا، پانی نہیں تھا تو میں نے تیمّم کرکے نمازیں پڑھیں اور تیمّم کیلئے میں نے پورے جسم کو مٹی میں لوٹ پوٹ کرکے تیمّم کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جیسے وضو کیلئے منہ اور ہاتھوں کا مسح کیا جاتا ہے اتنا ہی تمہارے لئے کافی تھا۔ قرآن اور سنت میں یہ اختلاف کا عمل ہی تطبیق کی بہترین صورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی اس آیت میں حکم دیا ہے کہ حالت جنابت میں نماز کے قریب مت جاؤ لیکن مسافر یہاں تک کہ نہالو۔ اس میں نماز کے قریب نہ جانے کا حکم ہے لیکن مسافر کو غسل کے بغیر بھی اجازت ہے۔ کوئی اس اجازت کا فائدہ اٹھاتا ہے تو بھی درست ہے اور نہیں اٹھاتا تو بھی درست ہے۔ مثلاً کسی باغ کا مالی مسافروں کو باغ میں داخل ہونے کی فیس کے بغیر اجازت دیتا ہے باقیوں کو نہیں، اگر ایک مسافر باغ میں داخل ہوتا ہے تو اس اجازت کا فائدہ اٹھانا اس کیلئے درست ہے اور دوسرا مسافر اس اجازت سے فائدہ نہیں اٹھاتا اور باغ میں داخل نہیں ہوتا تو بھی یہ نافرمانی نہیں ہے۔

اس عملی اختلاف کو مسلکی اختلاف میں تبدیل کرنے کی گنجائش ہرگز نہ تھی اسلئے کہ انسانوں کے مزاج مختلف ہوتے ہیں، کسی کے دل میں عبادت کا ذوق بہت زیادہ ہوتا ہے اور اس کیلئے پانی نہ ملنے کی صورت میں نماز سے رک جانا دشوار ہوتا ہے تو اس کیلئے تیمّم سے نماز پڑھنے کی اجازت ہے اور کسی کے دل میں پاکی اور صفائی کا ذوق زیادہ ہوتا ہے اور وہ حالت جنابت کے بعد نہانے کے بغیر صرف تیمّم سے نماز پڑھنا مناسب نہیں سمجھتا تو اس کیلئے نماز نہ پڑھنے کی گنجائش ہے۔ یہ گنجائش کسی کی اختراع اور ایجاد نہیں بلکہ قرآن کی واضح آیت اور نبی کریم ﷺ کی واضح سنت میں موجود ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا اس حوالے سے بخاری شریف میں ایک بے نتیجہ اور بے دلیل بحث مباحثہ بھی موجود ہے اور حضرت شاہ ولی اللہؒ نے بھی اس حوالے سے حیرت کا اظہار کیا ہے کہ جب حضرت عمارؓ کی رسول اللہ ﷺ نے تصدیق فرمائی تو حضرت عمرؓ اپنی بات سے پیچھے کیوں نہ ہٹے اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرؓ کو کیوں نہیں سمجھایا؟ اور پھر حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اپنی طرف سے یہ تاویل لکھی ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ قرآن کی آیات کو اپنی تفسیر سے مقید نہیں کرنا چاہتے تھے تاکہ آنے والے ادوار میں لوگ اپنے اپنے زمانے کے مطابق قرآن کی تشریح کرتے رہیں“۔ (تدوین فقہ: مولانا مناظر احسن گیلانی)

دیوبند کے مہتمم مولانا قاری محمد طیبؒ نے اپنی کتاب ”تقلید و اجتہاد“ میں لکھا کہ دین میں تضاد نہیں اور متضاد احادیث درج کیں مگر ان میں تضاد ہے اور نہ اجتہاد و تقلید کا ثبوت بلکہ طبیعت و مزاج کے اختلاف کی بات ہے۔ لکھا ہے کہ ایک صحابیؓ نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ رات کو مجھ پر غسل واجب ہوگیا تھا، پانی ٹھنڈا ہونے کی وجہ سے نہانے کی ہمت نہیں تھی تو میں نے تیمّم کرکے فجر کی نماز پڑھ لی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے ٹھیک کیا۔ دوسرے صحابیؓ نے عرض کیا کہ رات کو مجھ پر غسل واجب ہوا، پانی ٹھنڈا ہونے کی وجہ سے نہانے کی ہمت نہیں تھی اور تیمّم سے بھی نماز پڑھنے کو دل نہیں مان رہا تھا تو میں نے فجر کی نماز قضا کی اور پھر پانی گرم کرکے نہایا اور قضاء نماز پڑھ لی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے ٹھیک کیا۔ دین پر چلنے میں صفائی کے علاوہ ہمت اور کم ہمتی کی بھی گنجائش نکلتی ہے۔ سرکاری اسلامی نظریاتی کونسل بنیادی مسائل کی طرف توجہ دے تو ان کی روزی حلال ہوگی۔

فقہاء و مجتہدین نے بے نمازی کیلئے قتل، قید، کوڑے اور دیگر سزاؤں کے احکام مستنبط کئے ہیں۔ اگر بے نمازی کیلئے کوئی سزا ہوتی تو مالکی و شافعی کے نزدیک قتل اور احناف کے نزدیک قید کرنے کی سزا پر کیوں اختلاف ہوتا؟۔ علماء کو افغانستان میں حکومت ملی تھی تو نماز اور داڑھی پر لوگوں کو پریشان کیا گیا اور وجہ یہ تھی کہ طالبان بیچارے فقہ حنفی اور مسلکی اختلافات کا ہی ادراک رکھتے تھے اگر قرآن وسنت کا ادراک ہوتا تو پاکستان بھی ان کے ساتھ مل کر پوری دنیا کیلئے ایک ایسی اسلامی مملکت بنالیتے جو احیاء خلافت کیلئے سنگ میل ثابت ہوتی۔ ایک صحابیؓ سفر میں تھے اور وہ حالت جنابت میں ٹھنڈے پانی سے نہانے کی ہمت نہیں رکھتے تھے مگر دوسروں نے ان کو مجبور کیا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمّم کرو۔ جب وہ ٹھنڈے پانی سے نہائے تو فوت ہوگئے اس پر رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ اللہ تمہیں ہلاک کردے، اس بیچارے کو مار ڈالا۔

ہم نے دین اسلام کو فقہ کی خام خیالی اور شاعرانہ دماغ سے اجنبی بنادیا۔علامہ اقبال نے اپنے اشعار میں مسلمانوں کا شکوہ نقل کیا کہ ’’آیا جب عین لڑائی میں وقت نماز قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قوم حجاز ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود وایاز نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز‘‘۔اگر عین لڑائی میں سب سجدہ ریز ہوں گے تو واقعی کوئی بندہ رہے گا اور نہ بندہ نواز، سب کے سب تہ تیغ کر دیئے جائیں گے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ جب معرکہ آرائی کے دوران نماز پڑھنی ہو تو فرجالاً اورکباناً چلتے چلتے اور سوار ہوتے ہوئے نماز پڑھ لو۔پھر جب عام حالت میں آؤ تو جیسے سکھایا گیا ہے ویسی نماز پڑھو۔اگر قرآن وسنت کی تعلیمات سے مسلمانوں کو آگاہ کر دیا جاتا تو مذہبی طبقات عالم انسانیت کیلئے ایک عجوبہ بننے کے بجائے منصب امامت پر فائز ہوتے۔لوگوں کی تہذیب وتمدن کی کمان مسلمانوں کے مذہبی طبقات کے ہاتھوں میں ہوتی اور اس کیلئے کسی قسم کے جبرو اکراہ کی ضرورت نہ پڑتی۔آج اسلام کے اجنبی ہونے کے باعث ہمارے کم عقل تبلیغی جماعت اور دعوت اسلامی کے قافلوں کی صورت میں اغیار کے کم عقلوں کو متاثر کر کے مسلمان بناتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم تبلیغ کا فریضہ انجام دے رہے ہیں اور لوگ مسلمان ہورہے ہیں۔اگر اسلام کا معیاری فہم عام ہو جائے تو تبلیغی جماعت اور دعوت اسلامی کے کم عقل بھی عقل کے ناخن لے کر پوری دنیا کے عقل مند لوگوں کو اسلام کی طرف راغب کرنے میں ضرور کامیاب ہوں گے۔کتنے لوگوں کی صلاحیتیں اسلئے ضائع ہورہی ہیں کہ اسلام اجنبی بن گیا ہے۔

صحابہ کرامؓ کے عمل کیلئے قرآن وسنت میں جو گنجائش تھی وہ ایک فطری بات ہے۔اسلئے کہ انسانوں میں طبعاً بعض لوگ زیادہ صفائی پسند اور بعض لوگ زیادہ عبادت گزار ہوتے ہیں۔اسی طرح سے بعض لوگ طبعاً زیادہ ہمت والے اور بعض لوگ نسبتاً کم ہمت والے ہوتے ہیں۔اور سب کیلئے اسلام نے وہ گنجائش رکھی ہے اگر لوگوں کو پتہ چل جائے تو ان کے دل خوشی سے جھوم اٹھیں اور علماء کرام مساجد کے منبر پر جھوم جھوم کر عوام کو ان حقائق سے روشناس کرائیں۔جماعتوں اور خطیبوں کو ایک اچھا اور بہترین شغل مل جائے جس سے لوگ اسلام پر عمل کرنے کے حوالے سے راغب ہوں اور مذہبی طبقہ روح پرور اور پھلدار درخت بن جائے۔یہ بڑی ہمت ہے کہ انتہائی خشک اور بے لطف ماحول میں بھی انہوں نے اپنی زندگیاں کھپادی ہیں۔

جہاں تک بے نمازی کیلئے فقہی سزاؤں کا مسئلہ ہے تو یہ غیر فطری ہے اور اسی وجہ سے علماء وفقہاء کو عوام نے بھی اور اللہ تعالیٰ نے بھی حکومت و اقتدار سے محروم رکھا ہوا ہے۔اگر ان کو پاکستان میں اقتدار مل بھی جائے تو ریاستی اداروں اور عوام کے ہاتھوں اپنے فقہی احکام کے نفاذ میں کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔یہ بھی بہت سیانے ہیں حالات اور فضاؤں کی وجہ سے دوسروں کو بدلنے کے بجائے خود کو اس میں ڈھال لیتے ہیں اسلئے مولانا فضل الرحمٰن میڈیا سے کہتے ہیں کہ ’’افغانستان کیلئے طالبان کا اسلام درست ہے اور اسلام میں اتنی لچک ہے جو پاکستان کیلئے اس کے برعکس دوسرے نظام کی گنجائش بھی ہے۔‘‘اقتدار کی رسہ کشی سے پہلے علماء کرام کو اسلام کے بارے میں اجنبیت کے پردوں کو ہٹانا ہوگا۔پھر اسلام کی راہ میں کسی قسم کی کوئی رکاوٹ خود عوام برداشت نہیں کریں گے۔اگر مفتی تقی عثمانی اور مفتی منیب الرحمٰن جیسے لوگ سود کو اسلام قرار دیں گے تو اس سے عوام دھوکہ کھا سکتے ہیں لیکن اسلامی نظام نہیں آسکتا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے اسوقت سود کی لین دین کو ختم کرنے کا اعلان کیا جب حجاز مقدس پر اسلام کے اقتدار کو مکمل دسترس حاصل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ’’سارے سودی لین دین میں اضافی رقم ختم ہے اور آج میں سب سے پہلے اپنے چاچا عباس کا سود معاف کرتا ہوں۔‘‘دنیا کے مقابلہ میں شرح سود اسلامی ممالک میں زیادہ ہے اور اسلام کے نام پر بننے والوں بینکوں میں حلالہ کرانے کا کرایہ بھی شامل ہوتا ہے۔

غسل، وضو کے فرائض، اسکی وجوہات اور خاتمہ کا راستہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا کہ حالت جنابت میں نماز کے قریب مت جاؤ مگر یہ کہ کوئی مسافر یہاں تک کہ نہالو۔اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حالت جنابت دور کرنے کیلئے نہانے کو فرض قرار دیا ہے۔نماز کیلئے طہارت اور پاکی ضروری ہے، فقہ کی زبان میں حالت جنابت کو حدث اکبر کہتے ہیں اور بے وضو ہونے کو حدث اصغر کہتے ہیں۔صحابہ کرامؓ کو اس وقت بھی نہانا آتا تھا جب وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے۔جب حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا تو ان کی بہن نے ان سے کہا کہ قرآن کے اوراق کو ہاتھ لگانے سے پہلے نہالو۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''اے ایمان والو! جب تم نماز کیلئے کھڑے ہو جاؤ تو اپنے چہروں اور ہاتھوں کو دھولو، اور مسح کرو اپنے سروں کا اور اپنے پیروں کو۔ اور اگر تم حالت جنابت میں ہو تو اچھی طرح سے پاکی حاصل کرلو۔'' جب جنابت کی حالت سے نکلنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے پہلے نہانے کی وضاحت کر لی تھی تو وضو کے مقابلے میں اچھی طرح سے پاکی حاصل کرنے کا مطلب نہانا نہیں تو کیا ہے؟۔ دنیا میں ہاتھ منہ بھی دھوئے جاتے ہیں اور نہایا بھی جاتا ہے۔ ہاتھ منہ کے مقابلے میں اچھی طرح سے پاکی حاصل کرنا درحقیقت نہانا ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو وضاحت قرآن کی آیات بینات میں کی ہے وہ صحابہ کرامؓ اور عام لوگوں کیلئے بالکل کافی ہے اور اس میں مزید وضاحت کی کسی قسم کی گنجائش نہیں تھی اور نہ موجودہ دور میں ہے۔

اگر اس آیت سے یہ مراد لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے غسل میں اچھی طرح سے نہانے کا حکم دیا ہے تو یہ بہت بڑی کم عقلی اور بے وقوفی ہوگی کیونکہ ایک بات سے دو چیزیں کیسے مراد ہو سکتی ہیں؟۔ **فاطھروا** سے مراد یا تو نہانا ہوگا یا اچھی طرح سے پاکی حاصل کرنا ہوگا اور دونوں ایک ہی بات ہے تو دو الگ الگ باتیں مراد لینا درست نہیں ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حالت جنابت کیلئے نہانے کی وضاحت فرمائی ہے تو وضو کے مقابلے میں اچھی طرح سے پاکی حاصل کرنے سے مراد یقیناً نہانا ہی ہے۔ ذرا غور فرمایئے کہ وضو کے مقابلے میں نہانے پر اچھی طرح سے پاکی حاصل کرنے کا اطلاق نہیں ہوتا؟۔ بس اتنی بات سمجھ میں آتی تو فقہاء اپنی دماغ سوزی کر کے عوام پر خود ساختہ فرائض مسلط نہ کرتے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک **فاطھروا** کی وجہ سے وضو کے مقابلے میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھی فرائض میں شامل ہے۔ جبکہ امام شافعی کے نزدیک وضو کی طرح غسل میں بھی کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا فرض نہیں ہے۔ ایک الجھی ہوئی ذہنیت کا مولوی سمجھتا ہے کہ امام شافعی کے مقابلے میں امام ابوحنیفہ کا مسلک قرآن سے زیادہ مطابقت رکھتا ہے لیکن جب پورے بدن پر ایک مرتبہ پانی بہانے کی بات آتی ہے تو امام مالک کے نزدیک **فاطھروا** کے تقاضے پر عمل نہیں ہوگا جب تک کہ مل مل کے نہ دھویا جائے۔ ایمانداری سے یہ بتایا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں وضو اور نہانے کا جو ذکر کیا ہے تو وضو کے مقابلے میں نہانے میں زیادہ مبالغہ ہے یا جس مبالغہ پر ائمہ مجتہدین کے اختلافات ہیں؟۔ ہر عقلمند انسان یہی کہے گا کہ وضو کے مقابلے میں **فاطھروا** پر عمل نہانے کی صورت میں ہی ہو سکتا ہے اور نہانے کے حوالے سے ان کے آپس کے فرائض اور اختلافات کی کوئی حیثیت نہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر امت پر مشقت کا خطرہ نہ ہوتا تو مسواک کو ان پر فرض کر دیتا۔ اس دور میں مسواک اور ٹوتھ برش کمرشل نہیں تھے اسلئے مشقت کا خطرہ تھا، درخت کی جڑ سے مسواک نکالنا جہاں درخت بھی نہ تھے واقعتاً مشقت کا ذریعہ تھا لیکن جب یہ کمرشل ہو تو مشقت بھی نہیں رہتی۔ ایک چھوٹے ہوشیار بچے کو ہاتھ منہ دھونے کا کہو تو سوال پیدا نہیں ہوتا کہ وہ کلی نہ کرے اور ناک نہ دھوئے لیکن ائمہ مجتہدین کے نزدیک کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا فرض نہیں ہے۔ حالانکہ اگر اتنا پانی ہو کہ صرف کلی کی جا سکے اور ناک کا گند صاف کیا جا سکے تو چہرہ دھونے سے زیادہ کلی کرنا اور ناک دھونا ضروری قرار دیا جانا چاہیے۔ یہ بھی یاد رہے کہ مسواک ہی نہیں نبی ﷺ نے ناک کے گند کو شیطان قرار دیکر خوب صاف کرنے کا حکم بھی دیا ہے۔ فقہ کی جگہ پر عام لوگوں کے سامنے قرآن وسنت کے احکام رکھے جائیں تو وہ خود ہی ضروری اور غیر ضروری باتوں کی وضاحت سمجھیں گے اور علماء کے خود ساختہ فرائض اور سنتوں سے جان چھوٹ جائے گی۔

بتاتے بتاتے شرمندگی بھی محسوس ہوتی کہ عرصہ دراز سے ہمارا مذہبی طبقہ جو ہر دلعزیز رہا ہے کس قدر بے جا اور بے وزن فرائض اور سنتوں کے چکر میں رہا اور اتنی موٹی موٹی باتیں بھی ان کی سمجھ میں نہ آسکیں لیکن شعور کے اس دور میں قرآن وسنت پر کوئی قدغن نہیں بلکہ اگر دنیا کو قرآن وسنت کی تعلیمات سے روشناس کرایا جائے تو دنیا مسلمانوں کو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھے گی کہ چودہ سو سال پہلے ان کو صفائی ستھرائی کے حوالے سے ایسی تعلیمات دی گئیں جس کی موجودہ دور میں بھی انسانیت کو سکھانے کی سخت ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ منہ کو دھوؤ اور ہاتھوں کو دھوؤ کہنیوں تک، فقہاء نے اس بات پر اختلاف کر کے نادانی کا ثبوت دیا کہ کہنیاں شامل ہیں یا نہیں۔ اگر پورا ہاتھ دھولیا جائے تو کہنی کے رہ جانے سے کیا فرق پڑے گا؟۔ اور جب کہنیوں تک ہاتھ دھونا ہو تو کہنیوں کو بچانے کی کوشش کی جائے پھر بھی نہیں بچائی جا سکتیں۔ لیکن پگلے کہیں کے عقل اور فطرت سے کام لینے کے بجائے بس پڑھنے اور پڑھانے کے سلسلے کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سر پر ہاتھ پھیرو، مسح کرنا عربی میں پھیرنے کو کہتے

ہیں۔ کسی بھی عام آدمی سے سر پر ہاتھ پھیرنے کا کہا جائے تو اختلافات ٹٹولنے کا کوئی سانحہ پیش نہیں آئے گا۔ فقہاء نے اس میں بھی اختلاف اور جگ ہنسائی کی راہ ڈھونڈلی۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک بـرؤسـکـم ب سے مرادالحاق ہے یعنی سر پر ہاتھ لگاؤ، اسلئے ہتھیلی کے برابر ایک چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے۔ امام شافعی کے نزدیک ب سے مراد بعض سر کا مسح کرنا فرض ہے اسلئے اگر ایک بال پر بھی مسح کرلیا تو فرض ادا ہوجائے گا، اور امام مالک کے نزدیک ب زائدہ ہے اسلئے پورے سر کا مسح کرنا فرض ہے اگر بال برابر بھی رہ جائے تو مسح نہیں ہوگا۔

عربی میں ب **17** معانی کیلئے آتا ہے اور اس پر **17** مذہب و مسلک بھی بنالئے جائیں تو فقہاء وعلماء کی مرضی ہے۔ ب کا معنی پر کے بھی ہیں، اردو میں کہا جاتا ہے کہ برتن کو دھولو اور منہ کو دھولو، میز پر گیلا کپڑا پھیرو اور سر پر ہاتھ پھیرو۔ ایک عام آدمی سوچے گا کہ جب عربی میں اتنے سارے معانی کیلئے یہ لفظ آتا ہے تو فقہاء کی بھی غلطی نہیں کہ الگ الگ معانی مراد لئے ہیں۔ لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ کسی بھی حکم پر عمل کرنے کیلئے اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا جو کہنے والے اور جس کو حکم دیا جائے اس کے درمیان ہوتی ہے۔ وضو میں سر پر ہاتھ پھیرنے سے کیا مراد ہے؟ عام آدمی بھی اس بات کو سمجھتا ہے، گیلا ہاتھ پھیرنے سے بال بھی سلجھ جاتے ہیں، یہ عمل فطرت کے بھی مطابق ہے، اور اللہ کی طرف سے حکم نہ بھی ہوتا تو ہاتھ منہ دھونے کے بعد سر پر ہاتھ پھیرنا مناسب ہوتا۔ اور یہ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے فقہاء کے اختلاف کیلئے کوئی گنجائش بھی نہیں چھوڑی تھی۔ اسلئے کہ جہاں سر پر مسح کرنے کا ذکر ہے وہاں پر اللہ تعالیٰ نے پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کرتے ہوئے چہرے پر مسح کرنے کا حکم دیا ہے۔ وامسـحـوا بـوجـوهـكـم میں بھی وہی ب ہے جس میں اختلاف کے ذریعے سے امت مسلمہ کو تگنی کا ناچ نچایا جاسکتا ہے، لیکن بہت شرم کی بات ہوگی اگر کوئی کہتا کہ اس میں ب سے مراد ہاتھ لگانا ہے یا بعض ہے وغیرہ۔ علماء کرام اور مفتیان عظام خفا نہ ہوں اپنی صلاحیتوں کو عربی سیکھنے اور سکھانے پر لگائیں اور قرآن وحدیث کے میدان میں بہت سی ایسی باتیں ہیں جن کے ذریعے سے امت کے مسائل حل ہوں گے۔ فقہ کا باب بند ہونے سے اسلام کو کوئی فرق نہیں پڑے گا بلکہ اسلام میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ ہر دور کے مطابق رہنمائی کرسکتا ہے۔ آپ کے یہ مدارس، چندہ اور تمام مراعات پہلے سے بھی زیادہ اچھے انداز میں چلیں گے جب لوگوں کو اسلام کی افادیت اور روشنی کا صحیح معنوں میں پتہ چلے گا۔

علماء حضرات تو ان مسئلے مسائل کو پڑھنے پڑھانے کے بعد بھول جاتے ہیں اور پھر تبلیغی جماعت اور دعوت اسلامی کے مبلغین اس میں آخری حد تک کود جاتے ہیں۔ سردی گرمی میں ڈھیلوں کے آگے اور پیچھے کی طرف سے شروع کرنے سے لے کر ان حدود تک جاتے ہیں جہاں شرافت کی تمام حدود وقیود نظر انداز کردیئے جاتے ہیں۔ ہمارے مرشد حضرت حاجی محمد عثمانؒ ایک اللہ والے اور انتہائی صالح انسان تھے۔ برسر منبر کئی مرتبہ ہزاروں کے مجمع میں لوگوں کو یہ مسئلہ سمجھایا ہے کہ خواتین کا اپنی شرمگاہ کا لب کھینچے بغیر ان کا غسل نہیں اترتا۔ شرع میں شرم نہیں اور لوگوں کو اس ضروری مسئلے سے آگاہ کرنا ایک فریضہ سمجھا جاتا تھا اور یہ مسئلہ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب کا دریافت کردہ تھا۔ ہماری خانقاہ میں بڑے علماء کے علاوہ تعلیم یافتہ طبقہ اور پولیس وفوج کے اعلیٰ افسران بھی آتے تھے۔ بریلوی مکتبہ فکر کے معروف عالم دین علامہ شاہ تراب الحق قادری نے جمعہ کے دن رمضان میں یہ مسئلہ بیان کیا کہ ''بڑی قضائے حاجت کرتے ہوئے پیچھے کی جگہ انسان کی پھول نما آنت نکلتی ہے اور جب استنجے میں اس پھول کو دھویا جاتا ہے تو روزے کی حالت میں اس کا کپڑے سے خشک کرنا ضروری ہے، اگر وہ پھول دھولیا اور کپڑے سے سکھائے بغیر پیچھے کے راستے اندر چلا گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ یہ قدرتی طور پر خود بخود چلا جاتا ہے لہٰذا کسی طرح سے اس کو زور دے کر روک کر رکھا جائے اور جب تک کپڑے سے خوب خشک نہ کیا جائے اندر جانے نہ دیا جائے، ورنہ تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔''

تبلیغی جماعت اور علامہ الیاس قادری والے لوگوں کو سمجھاتے ہیں کہ استنجا کرتے وقت جب تک مرد پیچھے سے اور عورتیں آگے پیچھے سے انگلیاں ڈال کر خوب پاکی حاصل نہ کریں تو غسل نہیں اترے گا اور دوسری جانب فقہ کی کتابوں سے اس پر روزہ ٹوٹنے کی خبر سنائی جاتی ہے۔ تبلیغی جماعت تو پھر بھی سمجھدار ہے، دعوتِ اسلامی بیچاری کس حال سے دوچار ہے۔ اگر مسائل کے حوالے سے علماء اور مذہبی طبقات کے سر سے بوجھ کم کیا جائے تو وہ مثبت سرگرمیوں کی طرف بھی راغب ہوں گے۔ میں نے اپنے مرشد کی مثال اسلئے دی کہ اس بنیاد پر مجھے کسی سے کوئی نفرت نہیں ہے۔

اقتدار کا تعلق انصاف سے ہے اور پاک فوج کے ہاتھ میں عدالت نہیں ملکی استحکام ہے

سورۂ مائدہ میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ تورات کو ہم نے نازل کیا اور اس کے تحفظ کی ذمہ داری ان کے علماء ومشائخ کی تھی، ان کو تلقین تھی کہ تھوڑے سے مول کے بدلے اللہ کے احکام مت بدلو، اور اللہ سے ڈرو، جو اللہ کے حکم پر فیصلہ نہیں کرتے تو وہی لوگ کافر ہیں۔ علماء نے اللہ کے احکام میں اگر تحریف وتبدیلی کا ارتکاب کیا ہے تو سورۂ مائدہ کی اس میں وضاحت کے ساتھ کفر کا فتویٰ انہی پر لگتا ہے جو وہ دوسروں پر لگاتے پھرتے ہیں۔ اب تو معاوضہ لیکر سود جائز قرار دینے کی بات پر غور کرنا چاہیے۔ ائمہ اربعہ سے پہلے مدینہ کے سات فقہاء میں سے حضرت قاسم بن محمد بن حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عروہ بن زبیرؓ نے تصاویر اور بتوں کے عجائب گھر بنا رکھے تھے لیکن پھر آہستہ آہستہ حکم تبدیل کرکے تصویر کو ناجائز قرار دیا گیا۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جمہور ائمہ مجتہدینؒ کے نزدیک مزارعت جائز نہ تھی، احادیث میں سود قرار دیا گیا ہے لیکن پھر یہ حکم بدل دیا گیا، آج اس حکم پر عمل درآمد ہو جائے تو مزارعین ہی نہیں پورا پاکستان بھی خوشحال ہو جائے گا۔ تحریک انصاف غلامی سے آزادی کی بات کرتی ہے تو مزارع کو آزاد کردے۔

سورۂ مائدہ کی دوسری آیت میں حکمرانوں کا انصاف پر فیصلہ کرنے کا ذکر ہے، جان کے بدلے جان، کان کے بدلے کان، ناک کے بدلے ناک، دانت کے بدلے دانت اور زخموں کے بدلے کا حکم ہے، جو اس حکم پر فیصلہ نہیں کرتے وہ ظالم ہیں، توراۃ کا یہ حکم قرآن میں محفوظ ہے اور اس پر عمل کرنا حکمرانوں کا کام ہے جو مظلوم کی مدد نہ کرنے والے حکمران ہیں وہ اسلام کے نقاب میں چھپ نہیں سکتے۔ پاکستان میں اس پر اعلان کرنے کا وقت آئے تو تیزاب پھینکنے، جلانے، ناک کاٹنے اور قتل کرنے والوں کی پشت پناہی کوئی نہ کرسکے گا۔ سعودیہ، ایران، افغانستان اور دنیا بھر کے اسلامی اور غیر اسلامی حکمران یہاں تک کہ اسرائیل بھی اس حکم کی روح پر عمل کرے گا تو ظالم نہیں کہلائے گا اور جو بھی اس پر عمل نہ کرے تو خانہ کعبہ کے غلاف میں بھی کوئی اپنے ظلم کا منہ چھپا نہ سکے گا۔ تیسرا حکم سورۂ مائدہ میں عوام سے متعلق ہے کہ اگر وہ اللہ کے حکم پر فیصلہ نہیں کرتے تو وہ فاسق ہیں، کیونکہ عوام نہ تو علماء کی طرح اللہ کے حکموں کو تبدیل کرکے کافر بنتے ہیں اور نہ عدل وانصاف کے تقاضے پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے حکمرانوں کی طرح ظالم بنتے ہیں میں نے غالباً 1994ء میں ''پاکستان کی سرزمین سے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز'' نامی کتاب میں یہی وضاحت کی تھی جس کی علماء نے تائید بھی کی تھی۔

قبائلی علاقہ جات میں عوام نے ایسے حالات پیدا کئے جس میں امن وامان کی صورتحال بہت خراب ہوئی، A سے Z تک تمام قبائل، خاندان اور افراد مذہبی، عام لوگ، بوڑھے جوان، بچے، خواتین وحضرات سب کے سب طالبان کے حامی تھے، پھر فوج نے آپریشن کئے تو فوج کی تربیت ہی دشمن کیلئے ہوتی ہے، وہ پولیس کی طرح رویہ رکھیں تو پھر کام نہیں چل سکتا، عوام کو ایسے حالات پیدا کرنے کی ضرورت نہیں جہاں فوج کو چیلنج کا سامنے کرنا پڑے، بلوچ ہی نہیں وزیرستان اور قبائل کے لوگ بھی بہت بدظن ہیں لیکن جب تک عوام اپنا رویہ نہیں بدلے گی، فوج سے پولیس کی طرح توقع رکھنے کی ضرورت پر زور دینا حماقت ہے، ایم کیوایم کراچی کی سب سے بڑی اور مقبول جماعت ہے اور یہی مقبولیت بلوچ قوم پرستوں اور پٹھانوں میں طالبان کو بھی حاصل تھی۔ ہر جگہ ایسے حالات پیدا کرنا مقبول جماعتوں ہی کی ذمہ داری بنتی ہے جہاں فوج کی ضرورت نہ پڑے۔ جہاں فوج اور نمائندہ لوگوں کی لڑائی ہوگی وہاں غیر ملکی مداخلت ہو تو بھی پاکستان کے حق میں نہیں اور نہ ہو تو بھی اس قوم اور فوج کے حق میں نہیں۔

کراچی میں پانی کا فقدان اور گٹر کھلے ہوں، زندگی کی ضروریات سے محرومی ہو تو ''را'' کے ایجنٹ کی ضرورت نہیں، عام لوگ بھی فتنہ وفساد برپا کرنے میں دیر نہ لگاتے مگر ایم کیوایم کے احتجاج سے لوگ اتنے تنگ آگئے کہ ایم کیوایم نہ بھی ہو تو احتجاج نہ ہوگا، تحریک انصاف نے پیدی کا شوریٰ بن کر بھی کراچی کو پولیس کے تعاون سے بند کروایا، جماعت اسلامی کا تعلیمی اداروں میں بس چلتا ہے تو لوگوں کو بے بس کردیتی ہے، انتخابات میں ایم کیوایم اور طالبان کے حامیوں کے درمیان مقابلہ تھا تو کراچی والوں نے ایم کیوایم کو اپنے دل ودماغ سے ووٹ دیا، پیپلز پارٹی نے لیاری کا کیا حال کیا، نیشنل ہائی وے کو بناتے بناتے قائم علی شاہ صاحب کی زندگی گزر گئی اور پل نہیں بن سکے۔ پاکستان میں عدل کا نظام ہوتا تو عوام کو سڑک کی تعمیر کے نام پر تخریب کا شکار کرنے والی سندھ حکومت اور متعلقہ اداروں کو سخت سزا دیتا۔ جب بجٹ نہ تھا تو تھوڑی جگہ پر بھی کام کرکے مکمل کیا جاسکتا تھا۔

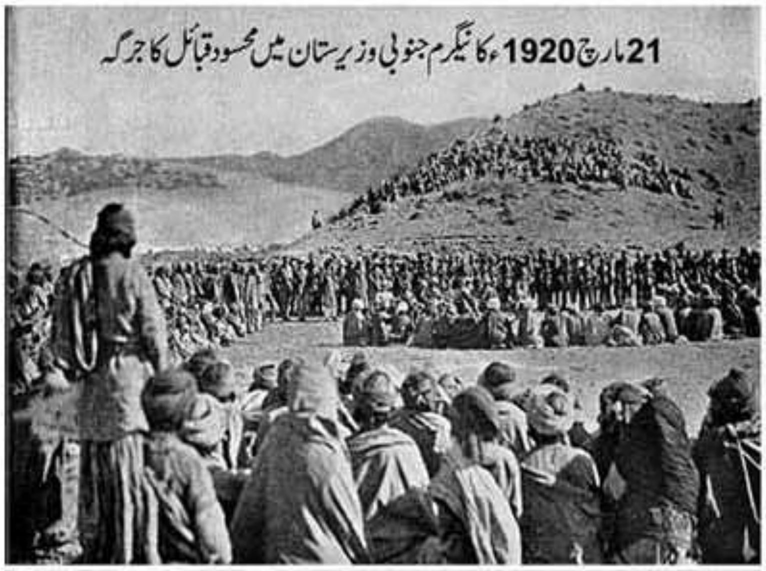

21 مارچ 1920ء کانگیرم جنوبی وزیرستان میں محسود قبائل کا جرگہ

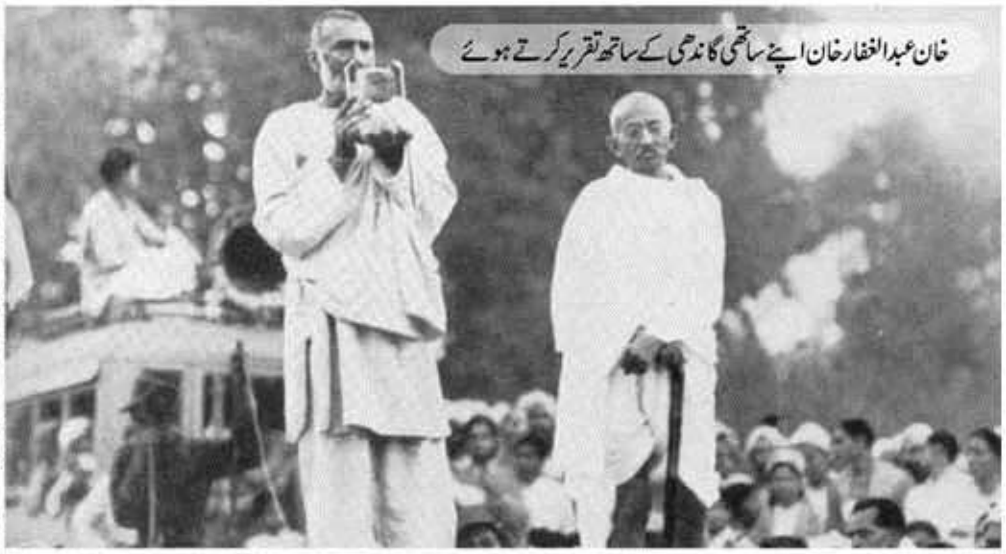

خان عبدالغفار خان اپنے ساتھی گاندھی کے ساتھ تقریر کرتے ہوئے

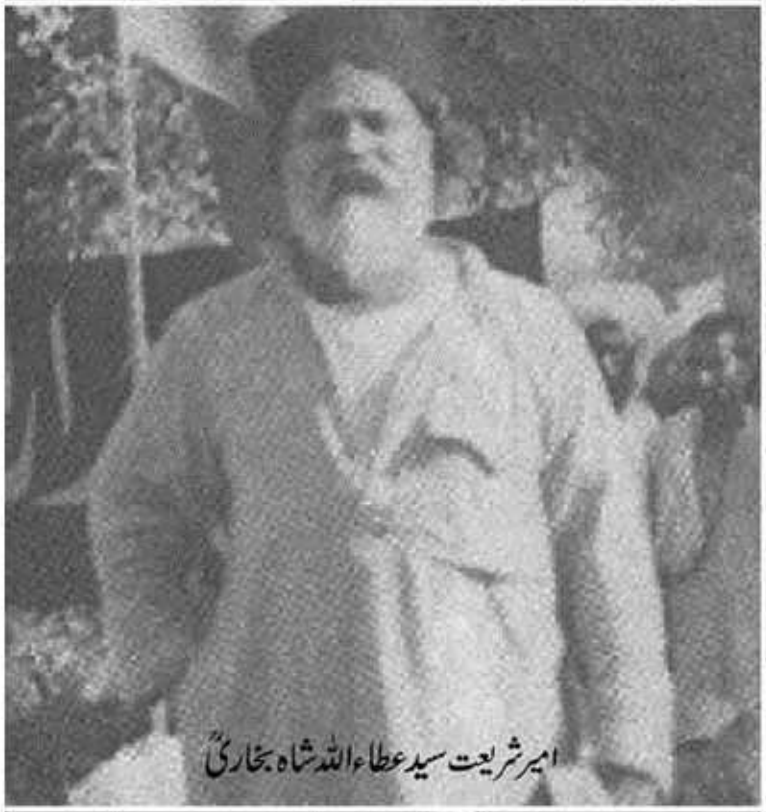

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

میں نے بہت دُنیا دیکھی اللہ تعالیٰ نے عزت بھی بے حساب دی اب میری زندگی کی ایک ہی تمنا ہے کہ مسلمانوں کو باوقار اور سر بلند دیکھوں۔ میری خواہش ہے کہ جب مروں تو میرا دل گواہی دے کہ جناح نے اللہ کے دین اسلام سے خیانت اور پیغمبر اسلام حضور نبی اکرم ﷺ کی اُمت سے غداری نہیں کی۔
(30 جولائی 1948ء)

www.TopStars.com.pk

قاضی فضل اللہ (ایڈوکیٹ) سابق ایم این اے جے یو آئی

بھارت کے گاؤں تمرال آباد میں کسی بریلوی کی میت کا جنازہ دیوبندی نے پڑھایا توان سارے افراد کا نکاح دوبارہ پڑھایا گیا۔ علامہ شاہ تراب الحق قادری اور دیگر شدت پسند بریلوی علماء سے فتویٰ لیا جائے کہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے قائداعظمؒ کا جنازہ پڑھایا تو جنازہ میں شرکت کرنے والوں کا نکاح ٹوٹا یا نہیں؟ مفتی اعظم مفتی محمودؒ کے علاقہ پنیالہ میں ایک مسجد محراب سے تقسیم ہوئی، ''ض'' کی ادائیگی پر اختلاف تھا، حالانکہ قرآن میں سات طرز پر حرف کی ادائیگی کی وضاحت ہے۔ پشتو میں حرف '' ښ '' سے ش، خ پختو، پشتو اسی سے ہے۔ انگلش میں G گ، ج۔ عربی پڑھنے میں ج سے جنت، گنت، جیلان، گیلان کا تلفظ ہے، اسی طرح قصیص گصیص، شارقہ شارجہ، پشتو بلوچی میں فون، پون وغیرہ۔ حجازی جنت، مصری گنت اور بنگالی لہجہ کی عربی زنت۔ حضور، حجو رو غیرہ۔ عربی میں حرف کے سات لہجوں کی وضاحت فطری تھی۔

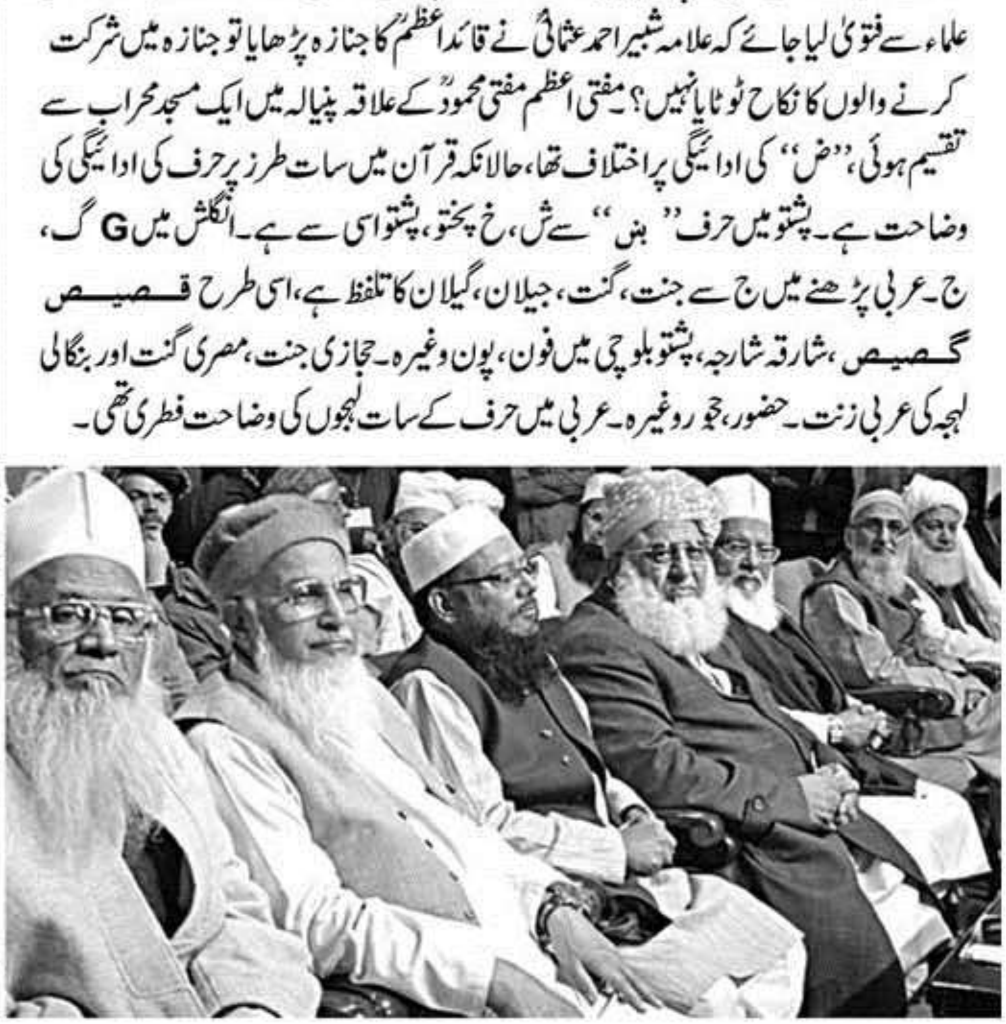

طلاق کے بارے میں اصولِ فقہ وحدیث کی کتب سے نمونے

اصول فقہ کی کتابوں میں ملاحظہ کئے جائیں تو اکثر مسائل کیلئے طلاق کی تعداد، طلاق کے واقع ہونے کی مختلف صورتیں اوران پر اختلافات اور ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق واقع ہونے کی مثالیں ملیں گی۔ اگر یہ عوام کی سمجھ میں آجائیں تو ہنس ہنس کر ان کے پیٹ میں بل پڑ جائیں گے۔

عربی میں **جمیع** کا لفظ سب تمام افراد کیلئے بھی آتا ہے اور اکھٹا ہونے کے معنی میں بھی آتا ہے، جیسے اردو میں سب کا لفظ جب الگ الگ کے مقابلے میں ہوگا تو اس کا معنی اکھٹا ہوگا اور بعض کے مقابلے میں سب کا لفظ ہوگا تو معنی پورے کا پورا ہوگا۔ اصول فقہ میں لکھا ہے کہ **و کلمة الجمیع توجب عموم الاجتماع دون الانفراد کما کان فی لفظ کل فیعتبر جمیع ما صدق علیه ما بعده مجتمعة معاً حتیٰ اذا قال جمیع من دخل هذا الحصن اولاً من النفل کذا فدخل عشرة معاً ان لهم نفلاً واحداً بینهم جمیعاً** ''اور کلمہ جمیع عموم الاجتماع کو ثابت کرتا ہے نہ کہ عموم انفراد کو جیسا کہ لفظ کل میں تھا پس لفظ جمیع کے بعد والے سارے افراد جن چیزوں پر صادق آتے ہیں وہ ساری چیزیں اکھٹا معتبر ہوں گی۔ حتیٰ کہ جب امام وقت نے کہا کہ تمام وہ لوگ جو سب سے پہلے اس قلعہ میں داخل ہوں گے ان کیلئے اس قدر انعام ہوگا پس دس آدمی ایک ساتھ داخل ہوئے تو ان دسوں کیلئے ایک ہی انعام ہوگا۔'' (نورالانوار، ملاجیون)۔ اس عبارت میں جمیع کی تشریح نہیں بلکہ پہلے داخل ہونے والے کی بات ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر ایک فرد پہلے داخل ہوگا تو پورا انعام اسی کو ملے گا، اگر اس میں اول داخل ہونے کی بات نہ ہوتی بلکہ صرف یہ کہا جاتا کہ **جمیع من دخل فله کذا** کہ تم سب میں سے جو بھی داخل ہوگا تو اس کیلئے یہ انعام ہوگا تو ان سب میں سے جو جو داخل ہوتے ان کو وہ انعام ملتا۔ اس سے وہ مفہوم بالکل باطل ثابت ہوتا ہے جس میں جمیع سے صرف اکھٹا ہونے کا معنی لیا گیا ہے۔ اتنی سادہ سی بات پر دماغ سوزی کی ضرورت نہ تھی۔

اگر یہ کہا جائے کہ تم سب مروگے تو ضروری نہ ہوگا کہ سب اکھٹے مرجائیں بلکہ ایک ایک کر کے سب افراد مرجائیں گے تو بھی جمیع کا اطلاق ہوگا، اور اگر یہ کہا جائے کہ الگ الگ کھانا یا اکھٹے ہوکر تو جمیع کا معنی اکھٹا ہونے کے معنی میں ہوگا۔ کوئی کہے کہ میں نے جمیع روزے رکھے تو معنی یہ نہ ہوگا کہ سب نے اکھٹے روزے رکھے بلکہ معنی یہ ہوگا کہ ایک ایک کر کے سب روزے رکھے، اس طرح صحیح روایات میں حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کے بارے میں یہ وضاحت موجود ہو کہ ان کو الگ الگ طلاق دیدی گئی تھی تو کسی ایک روایت میں جمیع طلاق دینے سے مراد یہ نہیں ہوگا کہ اکھٹی طلاقیں دی گئیں بلکہ مقصد یہ ہوگا کہ ساری طلاقیں دی گئیں۔ قرآن میں **الطلاق مرتٰن** کا جملہ اس بات کی نفی کیلئے کافی ہے کہ دو طلاقیں بھی علی سبیل الاجتماع ممکن نہیں بلکہ علی سبیل الانفراد **مرة بعد مرة** ایک مرتبہ کے بعد پھر دوسری مرتبہ دینے کے بغیر چارہ نہیں۔ قرآن میں یہ جملہ حکم وانشاء نہیں جس کی خلاف ورزی ممکن ہو بلکہ خبر وجملہ خبریہ ہے جس کی خلاف ورزی اور تکذیب ممکن نہیں۔ اصولِ فقہ کی کتاب نورالانوار میں بھی قرآن کے اس موقف کی وضاحت ہے کہ دو مرتبہ طلاق سے مراد ایک مرتبہ کے بعد پھر دوسری مرتبہ طلاق مراد ہے لیکن افسوس کیساتھ بتانا پڑتا ہے کہ استاذ الاساتذہ مولانا سلیم اللہ خان وفاق المدارس کے صدر نے لکھا کہ ''(ا): الطلاق مرتٰن کے دو معنی ہیں مرة بعد مرة تو جب دو طلاقوں کو جمع کرنا جائز ہے تو تین طلاق کو بھی جمع کرنا جائز ہونا چاہیے۔ (عمدۃ القاری: 224/20) لیکن اس پر اشکال کرتے ہوئے علامہ کرمانی نے فرمایا کہ یہ قیاس مع الفارق ہے، کیونکہ دو طلاق کو جمع کرنے سے حرمت مغلظہ ثابت نہیں ہوتی جبکہ تین طلاقوں کو جمع کرنے سے حرمت مغلظہ واقع ہوجاتی ہے، اسلئے ایک کو دوسرے پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ (فتح الباری: 457/9) کشف الباری کتاب الطلاق، ص429، مولانا سلیم اللہ خان۔

علامہ غلام رسول سعیدی نے اس سے بھی بڑی جہالت کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ **فان طلقها فلاتحل له** میں اگر ''ف'' کی بجائے ''ثم'' کا حرف ہوتا تو متعین ہوجاتا کہ تین طلاقیں اکٹھی نہیں دی جاسکتی ہیں، حالانکہ حنفی مسلک کے نالائق ترجمان کو یہ بھی پتہ نہیں ہے کہ حنفی اور شافعی کا اختلاف اس بات پر ہے کہ احناف کے نزدیک ف تعقیب بلامہلت کیلئے آتا ہے، اسلئے سابقہ دو طلاق کے ساتھ جوڑنے کی بجائے اس کا تعلق فدیہ

کے ساتھ ہی ہے جبکہ امام شافعی کے نزدیک خلع جملہ معترضہ نہ مانا جائے تو تیسری طلاق واقع نہ ہو سکے گی۔ دو طلاق کے بعد فامساک بمعروف میں بھی ف تعقیب بلا مہلت ہے تو نبی ﷺ نے عدت کا پورا تیسرا مرحلہ بتایا ہے اور تعقیب بلا مہلت سے بھی 3 طلاق ایک ساتھ مراد لینا تعقیب اور مہلت دونوں کو نہ سمجھنے والی بات ہے۔

حالانکہ جیسے دو روزے اکھٹے نہیں ہو سکتے، اس سے زیادہ وضاحت قرآن کی اس بات میں ہے کہ دو طلاقیں بھی اکھٹی نہیں ہو سکتی ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ عدت کے پہلے دو مراحل میں دو مرتبہ طلاق کے بعد تیسرے مرحلے میں تیسری مرتبہ طلاق کا تصور کوئی غیر فطری بات نہیں۔ مولانا سلیم اللہ خان صاحب نے لکھا ہے کہ ''تسریح کے معنی چھوڑ دینے کے ہیں یہ عام ہے تین طلاقیں دے کر چھوڑنے کو بھی شامل ہے جس سے طلقات ثلاثہ کے وقوع کا جواز معلوم ہو جاتا ہے اس کی تائید ابن ابی حاتم کی روایت سے ہوتی ہے کہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر خدمت ہو کر پوچھنے لگا کہ **الطلاق مرتٰن** ...... میں اللہ نے دو طلاقوں کا ذکر کیا ہے تیسری طلاق کا ذکر کہاں ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا **او تسریح باحسان** یہ تیسری کا ذکر ہے۔ لیکن او تسریح باحسان کی ایک تفسیر سدی سے منقول ہے اس کے مطابق تسریح یعنی چھوڑنے کا مطلب یہ ہے کہ عورت کو دو طلاق دینے کے بعد عدت گزارنے کیلئے چھوڑ دیا جائے اور رجوع نہ کیا جائے عدت گزرنے کے بعد عورت آزاد ہو جائے گی۔'' کشف الباری کتاب الطلاق، ص 429، مولانا سلیم اللہ خان۔

نور الانوار میں لکھا ہے **و کل للاحاطة علی سبیل الافراد اآی جعل کل فرد کان لیس معه غیره ...... فان قال کل امرأة اتزوجها فهی طالق یحنث بتزوج کل امرأة ولا یقع الطلاق علی امرأة واحدة مرتین** ''اور کلمہ کل علی سبیل الافراد احاطہ افراد کیلئے آتا ہے، یعنی لفظ کل ہر فرد کو اس طرح کر دیتا ہے گویا اس کے ساتھ دوسرا فرد نہ ہو...... اگر کسی نے کہا ہر عورت جس کے ساتھ میں نکاح کروں اس کو طلاق ہے تو وہ ہر عورت کے ساتھ نکاح کرنے سے حانث ہو جائے گا اور ایک عورت پر دو مرتبہ طلاق واقع نہ ہوگی۔ (نور الانوار، ملاجیون)۔ یعنی ہر وہ عورت جس کے ساتھ میں نکاح کروں اس کو طلاق ہے تو جس عورت کے ساتھ بھی نکاح کرے گا اس کو طلاق واقع ہو جائے گی۔ اگر یکے بعد دیگرے پچاس عورتوں کے ساتھ نکاح کیا تو نکاح کرتے ہی ہر عورت پر طلاق واقع ہوتی رہے گی لیکن اگر ایک عورت کے ساتھ دو دفعہ نکاح کیا اس پر طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ ایک عورت پر دو دفعہ طلاق واقع ہونے کی صورت میں فعل نکاح میں عموم ہوتا ہے اور اسم کے اندر عموم نہیں ہوتا۔ اسلئے کہ عورت تو ایک ہی ہے اگرچہ اس کے ساتھ دو مرتبہ فعل نکاح کیا گیا ہے حالانکہ لفظ کل بالقصد عموم اسماء پر دلالت کرتا ہے نہ کہ عموم افعال پر۔ (قوت الاخیار، شرح اردو نور الانوار، مولانا جمیل احمد، استاذ حدیث و تفسیر دار العلوم دیوبند)۔

پہلی بات یہ ہے کہ کیا ایک مرتبہ نکاح کرنے کے بعد وہ دوسری مرتبہ دوبارہ عورت نہیں رہے گی؟۔ اور کچھ نہیں یہ بات بھی کم عقل لوگوں کو سمجھ میں آجائے کہ افراد اور افعال میں فرق ہے تو بڑی غنیمت ہوگی۔ تین طلاق اور تین مرتبہ طلاق میں فرق واضح ہو جائے تو بھی بڑی بات ہوگی۔ جیسے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مفتی صاحب نے تین حلوہ کھایا ہے بلکہ یہ کہا جائے گا کہ مفتی صاحب نے تین مرتبہ حلوہ کھایا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس کلیہ کے مطابق پچاس یا ہزار عورتیں نکاح سے قبل طلاق ہو جائیں گی لیکن ایک عورت ایک مرتبہ طلاق کے بعد دوسری مرتبہ طلاق نہ ہوگی۔ کیا یہ قاعدہ شریعت کے مطابق درست ہے؟۔ اس طرح اجنبی عورتوں پر طلاق واقع کرنے کی بات ہوگی یا نہیں؟، دیکھئے پہلے انکار اور پھر تعلیق کی پشت پناہی میں جواز۔

مولانا سلیم اللہ خان صاحب صحیح بخاری کی شرح میں باب: **لا طلاق قبل نکاح** کے ضمن میں لکھتے ہیں ''علامہ کرمانی نے فرمایا: امام بخاری کا مقصد حضرات حنفیہ کے مذہب کی تردید کرنا ہے کیونکہ ان کا مذہب قبل النکاح صحت طلاق کا ہے۔ (شرح الکرمانی 192,191/19) علامہ عینی نے فرمایا کہ قبل النکاح وقوع طلاق حضرات حنفیہ کا مسلک نہیں ہے بلکہ یہ تو کسی کا بھی مسلک نہیں ہے۔ کرمانی اور ان کے ہم خیالوں پر تعجب ہے کہ وہ اپنی طرف سے مذہب بنا کر حنفیہ کی طرف منسوب کر کے اس پر رد کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ (عمدۃ القاری: 245/20) اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اگر کوئی شخص اجنبیہ سے کہے ''انت طالق''، تو طلاق واقع نہیں ہوگی یعنی لا طلاق قبل النکاح پر سب متفق ہیں۔ (عمدۃ القاری: 245/20)

قبل النکاح تعلیق طلاق کا مسئلہ: اختلاف اس میں ہے کہ اگر کوئی طلاق کو ملک یا سبب ملک کے ساتھ معلق کر دے تو یہ تعلیق صحیح ہوگی یا نہیں؟

مثلاً کوئی شخص کہے اذا زوجت فلانۃ فھی طالق تو نکاح کرنے کے بعد طلاق واقع ہوگی یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔ حضرات حنفیہ کے نزدیک یہ تعلیق درست ہے اور نکاح کے بعد طلاق واقع ہوجائے گی۔ حضرات شافعیہ کے نزدیک یہ طلاق لغو ہے اور زواج کے بعد طلاق واقع نہ ہوگی۔ امام احمد بن حنبل سے اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں۔ ایک حنفیہ کے مطابق دوسرے شافعیہ کے مطابق۔ امام مالک سے تین روایتیں ہیں ایک میں توقف ہے دوسری روایت شوافع کے مطابق ہے لیکن وہ مرجوع ہے اور تیسری روایت یہ ہے کہ اگر ایسی صورت میں عورت کی تعیین کرکے اس نے تعلیق کی ہے مثلاً یہ کہا ان تزوجت ھذہ المرأۃ فھی طالق تو طلاق واقع ہوگی، لیکن اگر تعیین نہیں کی مطلقاً اور عام الفاظ کہے مثلاً کہا کل امرأۃ اتزجھا فھی طالق تو ایسی صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی اور یہی مالکیہ کی راجح روایت اور مذہب مختار ہے۔ عموم کی صورت میں تعلیق اسلئے درست نہیں کہ یہ ایک حلال چیز (نکاح) کو مطلقاً حرام کردینے کے مترادف ہے اور اس کا اختیار کسی انسان کو نہیں۔

حضرات شافعیہ حضرت ابن عباسؓ کے اثر سے استدلال کرتے ہیں جس کو یہاں امام بخاری نے نقل کیا ہے آپ نے فرمایا جعل اللہ الطلاق بعد النکاح لیکن حنفیہ کے خلاف اس اثر سے استدلال کرنا درست نہیں۔ کیونکہ اس کے حنفیہ بھی قائل نہیں۔ اسلئے کہ اختلاف تعلیق طلاق قبل نکاح میں ہے طلاق قبل نکاح میں نہیں۔ چنانچہ علامہ عینی لکھتے ہیں: ھذا لا خلاف فیہ ان اللہ جعل الطلاق بعد النکاح و الحنفیۃ قائلون بہ فلا یجوز للشافعیۃ ان یحتجوا بہ علیھم فی مسألۃ التعلیق فان تعلیق الطلاق غیر الطلاق لأنہ لیس بطلاق فی الحال فلا یشترط لصحتہ قیام المحل (عمدۃ القاری:246/20) چنانچہ عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں حضرت زہری کا اثر نقل کیا ہے کہ اگر کسی نے کل امرأۃ اتزوجھا فھی طالق کہا تو اس کا یہ کہنا معتبر ہوگا اس پر معمر نے ان سے کہا کہ اولیس قد جاء لا طلاق قبل النکاح، ولا عتق قبل الملک تو حضرت زہری نے فرمایا انما ذٰلک ان یکون رجل: امرأۃ فلان طالق یعنی لا طلاق قبل النکاح سے مراد تنجیز ہے، تعلیق نہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ تعلیق کی صورت میں اگر طلاق واقع ہوگی تو نکاح میں آنے کے بعد ہوگی لہٰذا وہ لا طلاق قبل النکاح کا مصداق نہیں۔ و قول اللہ تعالیٰ: یا ایھا الذین اذ نکحتم المؤمنٰت ثم طلقتموھن (اے ایمان والو! جب تم مؤمنات سے نکاح کرو پھر ان کو طلاق دو) امام بخاری نے اس آیت کریمہ سے لا طلاق قبل النکاح پر استدلال کیا ہے اذ نکحتم المؤمنٰت ثم طلقتموھن پہلے نکاح پھر طلاق کا ذکر ہے۔ معلوم ہوا کہ نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہوسکتی۔ ابن التین اور ابن منیر نے فرمایا کہ امام کا طلاق کے عدم وقوع قبل النکاح پر مذکورہ آیت سے استدلال کرنا درست نہیں کیونکہ آیت میں بغیر کسی حصر کے طلاق بعد النکاح کی ایک صورت ذکر کی گئی ہے۔ نکاح سے قبل طلاق کے وقوع اور عدم وقوع کا نہ اس میں ذکر ہے اور نہ ہی سیاق کلام سے اس پر دلالت ہوتی ہے۔ اس کے بعد امام بخاری نے چوبیس حضرات کا نام ذکر کرکے فرمایا کہ نکاح سے قبل طلاق کے عدم وقوع کا قول ان سے مروی ہے، ان میں حضرت علیؓ اور عمرو بن حرم کے سوا سب تابعین ہیں۔ عمرو بن حرم تبع تابعین میں سے ہیں۔ (کشف الباری کتاب الطلاق، مولانا سلیم اللہ خان، مہتمم جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی)۔

کاش! علماء کرام اس بات کو سمجھتے کہ قرآن میں نکاح وطلاق کی دو قسمیں ہیں، زبانی نکاح کی طلاق بھی زبانی ہے اور اس میں عدت اور اس کا شمار نہیں جبکہ ایک عملی نکاح ہے جس کی طلاق بھی عدت کے ذریعہ عملی ہے۔ عملی طلاق میں ہی دو مرتبہ طلاق کا تصور درست ہے اور زبانی نکاح کے بعد ایک مرتبہ سے زیادہ طلاق کا کوئی تصور نہیں بن ہوسکتا۔ طلاق میں 3 کا عدد مراد نہیں ہوسکتا بلکہ عدت کے تین مراحل میں تین مرتبہ طلاق کا قرآن نے جو تصور دیا ہے اور بار بار طلاق سے رجوع کو عدد سے نہیں اللہ تعالیٰ نے عدت سے جوڑا ہے۔ اصولِ فقہ کی تھوڑی سی شدبدر کھنے والا انسان بھی یہ بات سمجھ سکتا ہے کہ قرآن نے وبعولتھن احق بردھن فی ذٰلک ''اوران کے شوہر ہی اس مدت میں رجوع کا حق رکھتے ہیں'' ایسی وضاحت ہے کہ مدت میں رجوع کی اس قرآنی وضاحت کے سامنے کوئی ایسی دلیل نہیں جو اس کے مقابلہ میں اس حکم کو منسوخ کردے۔ سورۂ بقرہ اور سورۂ طلاق کی آیات کو کھلے دل ودماغ کے ساتھ دیکھا جائے، پھر ان کے نتائج پر غور کیا جائے۔ اور پھر اپنی منطق سے بنائے ہوئے اختلافات کو دیکھا جائے، آج اگر علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ، مفتی محمد شفیعؒ، مفتی محمودؒ، مولانا سعید کاظمیؒ اور دیگر اکابر ہوتے تو سود کو جواز فراہم کرنے والوں کی بجائے یقیناً ہمارا ساتھ دیتے۔

مرج البحرین یلتقیٰن O بینھما برزخ لا یبغیٰن O فبای الآءِ ربکما تکذبٰن O

نکاح وطلاق کا خلافِ فطرت تصور (1)

حنفی مذہب کے مطابق حرمت مصاہرت نکاح ہی نہیں بلکہ زنا سے بھی ثابت ہوتی ہے، کون کونسی شرمناک صورتوں میں میاں بیوی کے درمیان حرمت ثابت ہوتی ہے اگر چہ ان کا لکھنا اخلاقی اقدار کے منافی ہے لیکن علماء، طلباء اور عوام کی جان چھڑانے کیلئے زیر بحث لانا ضروری ہے۔ فقہ واصول فقہ کی کتابوں میں تفصیلات درج ہیں۔ داماد کا ساس کے ساتھ، یا بیٹوں کا اپنی ماں کیساتھ یا باپ کا اپنے بچوں کیساتھ بدکاری کرنا، جان بوجھ کر یا غلطی سے شہوت کے ساتھ ان کو چھو لینا یا ساس کی شرمگاہ کو اندر سے شہوت کے ساتھ دیکھنا کیونکہ اس کی شرمگاہ کو باہر سے شہوت کیساتھ دیکھنے میں عذر ہے اسلئے فرج داخل کو دیکھنے سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگی لیکن فرجِ خارج کو دیکھنے سے حرمت ثابت نہ ہوگی کیونکہ اس شہوت میں وہ معذور ہوگا۔ حرمت مصاہرت کے بعد میاں بیوی ایک دوسرے کیلئے ایسے محرم بن جاتے ہیں جیسے ماں بیٹا اور باپ بیٹی لیکن اگر بیوی اپنا مقدمہ جج کے پاس لے جائے اور شوہر چھوڑنا نہیں چاہتا ہو، اور فیصلہ شوہر کے حق میں ہوجائے تو بیوی خلع لینے کی کوشش کرے اور اگر مرد پھر بھی طلاق نہ دے تو گوان دونوں کا تعلق حرامکاری ہے مگر جب تک شوہر طلاق نہیں دیتا اور عورت عدت پوری نہیں کرلیتی تو دوسری جگہ اس کا نکاح نہیں ہوسکتا ہے۔ محرم وحرامکاری کے اطلاق کے باجود ان کا نکاح فسخ نہیں ہوتا، خلع لینے پر بھی طلاق نہ ملتی ہو تو نہ صرف یہ کہ مرد کا حقِ طلاق باقی رہتا ہے بلکہ نکاح کی شکل میں جو عورت بھگت رہی ہے وہ بھی شریعت کی طرف منسوب ہے۔ مولوی حضرات ایک لاچار عورت سے کہتے ہیں کہ یہ حرامکاری ہے شوہر کو نہ کرنے دیں لیکن نامراد شوہر سے نہیں کہہ سکتے کہ شرعی محرم ہونے کے باعث نکاح فسخ ہوچکا ہے، طلاق کی ضرورت بھی نہیں رہی ہے اسلئے کہ محرم کے ساتھ نکاح ہو نہیں سکتا تو برقرار کیسے رہ سکتا ہے؟ مولوی کا فتویٰ نہ ماننے پر تو نکاح ٹوٹنے کا فتویٰ دیا جائے مگر محرم بننے پر نہیں! بہت شرم کی بات ہے۔

نکاح وطلاق کا خلافِ فطرت تصور (2)

ایک وہ صورت ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کیلئے ماں بیٹے اور باپ بیٹی کی طرح حرام ہیں لیکن خلع سے بھی کام نہیں چلتا تو بھی طلاق واقع نہیں ہوتی اور تصویر کا دوسرا بھیانک رخ بھی دیکھ لیجئے۔

میاں بیوی نہیں چاہتے کہ جدائی ہو لیکن بہت سارے ان الفاظ کے استعمال سے وہ ایک دوسرے کیلئے حرام بن جاتے ہیں جن کے بارے میں علماء کو پتہ ہے کہ وہ صریح طلاق کے الفاظ ہیں یا کنایہ کے لیکن ان کو خود کچھ پتہ نہیں ہوتا، فتویٰ پوچھ لیتے ہیں تو مفتیانِ شرع متین فقہ کی کتابوں کے ذخائر سے جواب دیتے ہیں۔ یہ ان کی قسمت ہوتی ہے کہ فتویٰ کیسے نکلتا ہے۔ حلالہ ناگزیر ہوتا ہے، تجدید نکاح کی ضرورت ہوتی ہے یا یونہی رجوع ہوسکتا ہے؟ ایک طرف اس عمل کو دیکھو، جس میں میاں بیوی ایک دوسرے کیلئے محرم بن جاتے ہیں لیکن طلاق واقع نہیں ہوتی اور دوسری طرف ان الفاظ کو دیکھو، جس کے معانی سے ناواقف شخص کی نہ چاہتے ہوئے بھی نہ صرف بیوی طلاق ہوجاتی ہے بلکہ اس کی بیوی بھی حلالہ کی سزا بھگت رہی ہوتی ہے۔

علماء کے نصاب کی کتابوں میں ایک طرف یہ پڑھایا جاتا ہے کہ بیوی بھی مباشرت کے بعد اپنے جزو بدن کی طرح حرام ہے لیکن ضرورت کی وجہ سے جائز ہے تو دوسری طرف فتوے کی کتابوں میں لکھا ہے کہ نشہ کی حالت میں طلاق نہیں ہوتی لیکن تعزیر کیلئے طلاق کا حکم دیا جائے گا۔ اگر بیوی بدن کا جزء بنتی تو طلاق اور دوسری جگہ شادی کرنے کے بعد پھر پہلے شوہر کیلئے یہ جزء بدن اور محرم کس طرح جائز ہوسکتی تھی؟، پھر تو حلالہ سے بھی حلال نہ ہونا چاہیے تھا۔ اور نشہ کی حالت میں اگر طلاق نہیں ہوتی تو شراب کی وجہ سے تعزیراً طلاق واقع ہونے کے فتوے کا کیا تک بنتا ہے؟۔ جب نکاح قائم ہے تو حلالہ کی تعزیر دینا کس قدر نری جہالت، زیادتی اور احمقانہ سوچ کا مظاہرہ ہے، نکاح ٹوٹا نہیں اور تعزیر کے طور پر حلالہ کرایا جائے؟۔ علماء عوام کو الّو نہیں مسلمان سمجھیں۔

خلافِ فطرت تصور کی مزید وضاحت

نکاح میاں بیوی کے قانونی تعلق کو کہتے ہیں، اسلام کے نزدیک دنیا بھر کے معاشرے و مذاہب میں انکے رسم و رواج اور مذہب کے مطابق ہر قانونی تعلق نکاح اور غیر قانونی زنا ہے۔

احناف کے نزدیک حقیقت ومجاز کے قاعدہ کے تحت نکاح کا حقیقی معنٰی یہ ہے کہ باہمی مل جانا، چاہے جائز ہو یا زنا سے ہو۔۱: نکاح اور زنا ایک دوسرے کی ضد ہیں دونوں کو ایک حکم قرار دینا بڑی حماقت ہے، لغت معاشرہ کی ہوتی ہے، نکاح کا تصور حضرت آدمؑ اور ان کے بیٹوں سے موجود ہے، جو عربی لغت اور قرآن کے نزول سے پہلے بھی موجود تھا، حضرت یوسفؑ اور زلیخا کا قصہ دیکھ لیجئے۔۲: آباء کی منکوحہ سے نکاح کو قرآن میں منع کیا گیا، احناف کی بڑی حماقت ہے کہ حقیقت کے قاعدہ کے مطابق اس میں دادی کی حرمت شامل نہیں بلکہ دادی کی حرمت اجماع سے ثابت ہے، صحابہ کرامؓ کو ان علمی موشگافیوں سے کام نہ تھا، عوام بھی قرآن کی آسان زباں سمجھ سکتے ہیں۔احناف غلط قاعدے نہ بناتے تو غلیظ قسم کے مسائل گھڑنے کا بھی کوئی راستہ نہ ہوتا، اس عجیب مخمصہ نے احناف کو میاں بیوی کے درمیان بھی ایک دوسرے کے جزء بدن اور مباشرت کے بعد حقیقی حرمت کے تصور تک پہنچادیا،

قرآن کی زباں آساں اور بہت بلیغ ہے جس کی جڑ تک معاشرہ پہنچتا ہے۔اللہ نے بیوی کی ماں کو محرم قرار دیا تو وضاحت کافی ہے، یہ تو نہیں ہوسکتا کہ کوئی بیوی سے نکاح کے بعد اس کو طلاق دے اور اس کی ماں سے شادی کرلے، اور ان سوتیلی بیٹیوں کو جو گھر میں پلی ہوں ان الفاظ میں حرام قرار دیا کہ جن کی ماؤں میں ڈالا ہے، اگر نہیں ڈالا ہے تو پھر جائز ہیں۔ظاہر بات ہے کہ ایسی بیوہ سے شادی کی جائے جس کی چھوٹی بچیاں گھر میں پل کر جوان ہوں، تو کسی بے غیرت کی نیت خراب ہوسکتی ہے، اسلئے الفاظ کا چناؤ قرآن میں ایسا ہے جس میں زبردست عار دلائی گئی ہے، ورنہ تو قرآن ڈالنے کی بجائے عزت کیساتھ چادر اوڑھانے اور مباشرت کے الفاظ استعمال کرتا ہے۔قرآن سے فطری رہنمائی لی جائے تو غیر فطری مسائل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔

مغالطے کی اہم وجوہات

رفاعہ القرظیؓ کے واقعہ میں حلالہ کا تصور نبیﷺ نے سمجھایا لیکن مدینہ کے سات فقہاء میں شامل حضرت سعید بن المسیبؒ محض نکاح کو حدیث کے برعکس کافی سمجھتے تھے۔احناف بھی طواف کے مسئلہ میں قرآن پر حدیث کی وجہ سے اضافہ کو قرآن کے حکم کو منسوخ کرنے کے مترادف سمجھتے ہیں حالانکہ سنت قرآن اور عقل وفطرت سے متصادم بھی نہیں، اسلئے کہ طواف اللہ کا حکم اور اسکی عبادت ہے، نماز کی طرح طہارت لازمی قرار دی جائے تو کیا تصادم ہے؟۔رفاعہ القرظیؓ کے واقعہ کی کیفیت فقہ میں حلالہ کی شرائط پر پورا نہیں اترتی ہے اور یہ وضاحت بھی ہے کہ رفاعہ القرظیؓ نے الگ الگ طلاق دی تھیں اور ان کی طلاق حتمی حد بتہ تک پہنچ چکی تھی۔

عدت میں الفاظ کے ذریعے طلاق دی جائے تو قرآنی آیات کی بارہا وضاحتوں کے باوجود بھی رجوع کا راستہ رک جاتا ہے اور ایک طلاق دی جائے تو عدت کے بعد دوسری جگہ شادی اور بچے جننے کے بعد بھی 2 طلاق کی ملکیت باقی رہتی ہے تو کیا دنیا میں ملکیت کا کوئی ایسا باطل تصور ہوسکتا ہے؟۔قرآن وسنت میں تین مرتبہ طلاق کا تعلق طہر وحیض کے ساتھ خاص ہونے کے باوجود یہ وضاحت بھی ہے کہ عدت کے اندر اور عدت کی تکمیل کے بعد بھی رجوع کا راستہ باہمی رضا سے بند نہیں ہوتا ہے، سورۂ طلاق کی غیر معمولی وضاحت کافی ہے۔

کانیگرم کے حاجی ظفر شاہ کو ایک مرتبہ میں مولانا فتح خان کے پاس لے گیا اور یہ بات کی کہ اصولِ فقہ میں بیوی کو بھی مباشرت کے بعد جزء بدن اور ماں بیٹی کی طرح حرام قرار دیا ہے تو حاجی ظفر شاہ نے مولانا فتح خان سے پوچھا کہ یہ کیسی بات ہے؟، مولانا فتح خان نے فرمایا کہ ''پیر صاحب زور آور آدمی ہیں، میں کیا کہہ سکتا ہوں۔'' میں نے بھی مزید اس معاملہ کو اُٹھانا مناسب نہ سمجھا اسلئے کہ ایک مسجد کے امام کا بس نہیں چلتا، لیکن علماء ومفتیان اتفاقِ رائے سے نصاب کو درست کریں، اگر جزء بدن والی بات درست ہوتی اور ضرورت کے تحت بیوی جائز ہوتی تو طلاق اور حلالہ کے بعد بھی کسی طرح سے حلال نہیں ہوسکتی تھی۔

ماں کی اہمیت سمجھنے والو! بیوی شوہر کی مملوکہ نہیں منکوحہ ہوتی ہے

اللہ تعالیٰ نے جس طرح سے حق مہر شوہر پر فرض کیا ہے، اسی طرح سے طلاق کی صورت میں عدت کو بیوی پر فرض کیا ہے۔ شوہر طلاق کے تین عدد کا مالک نہیں بلکہ بیوی کی عدت کے تین ادوار کا حق رکھتا ہے جس میں عورت دوسری جگہ شادی نہ کرنے کی پابند ہوتی ہے، اس مدت میں شوہر ہی رجوع کا حق رکھتا ہے، اگر ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دی جائے تو مرد پر آدھے حق مہر کا جرمانہ رکھا گیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔" **یا ایھا الذین اٰمنوا اذا نکحتم المومنٰت ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فما لکم علیھن من عدة تعتدونھا فمتعوھن و سرحوھن سراحاً جمیلاًO (الاحزاب:49)** "اے ایمان والو! جب تم نکاح میں لاؤ ایمان والیوں کو، پھر ان کو چھوڑ دو اس سے پہلے کہ ان کو ہاتھ لگاؤ۔ پس ان پر تمہیں کوئی حق نہیں عدت کا، کہ اس کی گنتی پوری کراؤ۔ سو ان کو خرچہ دو اور رخصت کروان کو خوبصورتی کے ساتھ رخصت کرنا"۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ علماء کی یہ رائے غلط ہے کہ "شوہر تین طلاق کا مالک ہوتا ہے۔" فرمایا کہ "تمہارے لئے اُن پر کوئی عدت نہیں، جس کو تم شمار کرو"۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ تین طلاقوں کی ملکیت کے فلسفہ کی بنیاد ہی غلط ہے جس پر اختلافات اور تضادات کی عمارتیں کھڑی کی گئیں ہیں۔ سورۂ طلاق میں بھی فرمایا کہ **واحصوا العدة** اور عدت کا شمار واحصاء کرو۔ شمار اور پورا کرنے کی چیز عدت کے ادوار ہیں طلاق کے الفاظ نہیں۔ حدیث میں یہ بھی ہے کہ اگر عورت نے خلع لے لی تو اس کیلئے عدت ایک حیض کا انتظار ہے، احناف سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قرآن کی تفسیر نہیں جانتے تھے یا یہ حدیث قرآن کے منافی ہے اسلئے اس کو نہیں مانتے۔ حالانکہ قرآن میں عدت کو ازدواجی تعلقات کے بعد شوہر کا حق قرار دیا گیا، جس میں رجوع کرنے کی بھی وضاحت ہے، خلع میں شوہر اپنے حق سے دستبردار ہوجاتا ہے تو جب عدت شوہر کا حق نہ ہو تو حدیث کے مطابق ایک حیض کی عدت بھی عورت کیلئے کافی ہے، حدیث کا قرآن سے کوئی ٹکراؤ نہیں لیکن علماء ومفتیان حدیث سے زیادہ اپنے مسلک کی قرآن فہمی اور وکالت پر اعتقاد رکھتے ہیں خواہ وہ قرآن وسنت اور اپنے مسلک کو بھی نہ سمجھتے ہوں۔ غلام کی دوطلاقیں اور لونڈی کی عدت کے دومراحل بھی قرآن کے خلاف نہیں۔

مفتی عطاء اللہ نعیمی نے قرآن کے عنوان سورۂ بقرہ کے دوٹکڑے نقل کرکے لکھا ہے کہ"اس آیت سے پہلے ﴿الطلاق مرتان﴾ کا ذکر ہے، یعنی طلاق رجعی دومرتبہ دی جاسکتی ہے، اس کے بعد ﴿فان طلقها﴾ الآیۃ فرمایا۔ اس کے شروع میں حرفِ فاء ہے جو تعقیب بلامہلت کیلئے آتا ہے، جیسا کہ کتب قواعد عربیہ میں ہے، لہٰذا قواعد عربیہ کے مطابق معنی یہ ہوگا کہ دوطلاقیں رجعی دینے کے بعد شوہر نے اگر فوراً تیسری طلاق دیدی تو اب وہ اس مرد کیلئے بغیر حلالہ شرعیہ کے حلال نہیں۔ قرآن میں ﴿مرتان﴾ کے اطلاق سے معلوم ہوا کہ وقوع طلاق کیلئے الگ الگ طلاق دینا شرط نہیں، خواہ ایک دم دے یا الگ الگ طلاقیں واقع ہوجائیں گی۔ علامہ احمد الصاوی متوفی ۱۲۴۱ھ لکھتے ہیں ﴿فان طلقها﴾ ای طلقة ثالثة سواء وقع الاثنان فی مرة أو مرتین، والمعنی فان ثبت طلاقها ثلاثا فی مرة أو مرات ﴿فلاتحل﴾ الخ، کما اذا قال لها أنت طالق ثلاثا أو البتةو هذا هوالمجمع علیه(تفسیر الصاوی جلد۱ ، ص ۱۷۲، مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت) یعنی شوہر نے تیسری طلاق دی خواہ پہلی دوطلاقیں اس نے ایک دم دی تھیں یا دوبار میں اور آیت کا مقصد یہ ہے کہ اگر تین طلاقیں دیں تو واقع ہوجائیں گی خواہ ایک دم دے یا الگ الگ عورت حلال نہ رہے گی جیسے کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے کہ تجھے تین طلاقیں ہیں تو تینوں واقع ہوجائیں گی، اس پر امت مصطفی ﷺ کا اجماع ہے

شارح بخاری علامہ ابن حجر لکھتے ہیں ترجمہ یعنی قرطبی نے کہا کہ لزوم طلاق میں یہ جمہور کی دلیل ہے اور یہ کہ ثلاثہ طلاق دینے والے کیلئے حلال نہیں ہوتی، جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے، اکٹھی اور الگ الگ طلاق دینے میں لغۃً اور شرعاً کوئی فرق نہیں۔ (فتح الباری ج۱۲ص۴۵۶)

تعقیب کے معنی پیچھے کے ہیں اور 3 طلاق اکٹھی ہوں تو تعقیب کا معنی ہی فوت ہوجاتا ہے، دومرتبہ طلاق کی یہ تفسیر کرنا ہی غلط ہے کہ ایک مرتبہ میں دو یا تین طلاق ہوں یا دومرتبہ میں الگ الگ طلاقیں۔ کوئی جوڑ نہیں بنتا ہے اسلئے پہلے علماء کو اپنے مسلک کی کتابیں پڑھائی اور سمجھائی جائیں۔

شافعی اور حنفی مسلک کا تضاد اور درسِ نظامی کا قابلِ اصلاح نصاب

علماء ومفتیان کو اپنے نصاب اور مسلک کے اصول فقہ کا بھی پتہ نہیں۔ نورالانوار (ملاجیونؒ) میں نے جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی میں مولانا بدیع الزمانؒ سے پڑھ لی تھی، وفاق المدارس کی میرے پاس اسکی سند بھی ہے۔ طلاق مرتان کے بارے میں وضاحت ہے کہ الگ الگ نہ کہ اکٹھی ایک ساتھ یکجا، دوسرا یہ کہ احناف اور شوافیہ کا اس بات پر اختلاف ہے کہ ﴿فان طلقها﴾ کا تعلق الطلاق مرتان سے ہے یا نہیں ؟ شوافیہ کے نزدیک ہے اسلئے کہ اس کے بغیر تیسری طلاق واقع بھی نہیں ہوسکے گی جبکہ احناف اسکے برعکس کہتے ہیں کہ اس کا تعلق عورت کی طرف سے فدیہ دینے سے مسلک ہے اسلئے کہ فاء تعقیب بلامہلت کیلئے آتا ہے۔ امت مسلمہ کیلئے بہت بڑی خبر ہے کہ قرآن میں موجود اس طلاق کے وقوع اور تیسری طلاق قرار دینے پر بھی فقہاء کرام کا اتفاق ناممکن ہے۔

علماء ومفتیان کو بلیک بورڈ پر اچھی طرح سے سمجھایا جائے، پیارے بچو!

افسوس کیساتھ کہنا پڑتا ہے کہ عام علماء وطلبہ ہی نہیں بڑے بڑے علماء بھی مسلکوں کی وکالت کا فریضہ انجام دینے کی وجہ سے تضاد اور اس کی قباحتوں سے ناواقف ہوتے ہیں۔ امام شافعیؒ کے مسلک کا موقف سمجھانے کیلئے عرض ہے کہ جیسے علماء کے نزدیک نکاح کے بعد شوہر تین طلاق کا مالک ہوتا ہے اور ہاتھ لگانے سے پہلے ایک ساتھ تین طلاق دیدے تو تینوں واقع ہوں گی اور اگر ایک طلاق دیدی تو وقفہ کے بعد دوسری دوطلاقیں واقع نہیں ہوسکتی ہیں کیونکہ ایک سے وہ بائن ہوگی۔ اسی طرح خلع سے بھی نکاح فسخ ہوجاتا ہے اور اس کے بعد طلاق واقع نہیں ہوسکتی ہے۔ دوطلاق کا ذکر قرآن میں پہلے ہے اور تیسری طلاق واقع کرنے کیلئے ضروری ہے کہ خلع کو جملہ معترضہ مانا جائے۔

جبکہ احناف کے نزدیک طلاق ایک ڈھیٹ مادہ ہے جسکی ملکیت کو زائل کرنے کیلئے خلع کی کوئی اوقات نہیں، شوہر ایک طلاق دے، عدت پوری ہوتو عورت دوسری جگہ نکاح کرلے، مباشرت اور بچے جننے کے باوجود بھی باقی دوطلاق کی ملکیت برقرار ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دوسرا شوہر طلاق دے تو پہلا نئے سرے سے تین طلاق کا مالک ہوگا لیکن امام ابویوسف اور امام محمد کا مسلک یہ ہے کہ جو دوطلاقیں باقی رہ گئی تھیں، پہلا شوہر انہی دوطلاقوں کا مالک ہوگا جو پہلے سے باقی رہ گئیں تھیں (نور الانوار ملاجیونؒ، درس نظامی)۔ مولانا سلیم اللہ خان اور علامہ غلام رسول سعیدی کو چاہیے کہ اپنی کتابوں پر نظرثانی کریں اور حق بات کا اعلان کریں۔

جس طلاق کو احناف احسن طلاق قرار دیتے ہیں، اسکے نتائج پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے، ایک عورت کو اس کا شوہر احسن طلاق دیتا ہے اور اسکے بعد وہ دوسری جگہ شادی کرلیتی ہے تو یہ درست ہوگا کہ پہلا شوہر دوطلاق کا بدستور مالک رہے اور دوسرا شوہر اگر دوطلاق دینے کے بعد عدت میں رجوع کرلے تو دوسرا پھر ایک طلاق کا مالک ہوگا اور پہلا دوطلاق کا؟، ایسی صورت میں دوطلاق کا مالک پہلا شوہر زیادہ حقدار ہوگا یا ایک طلاق کا مالک دوسرا؟۔ خدارا! علماء ومفتیان روٹیاں توڑیں تو اس کی لاج بھی رکھ لیں! غلط وکالت پر پچھتاوا قبر میں کام نہ آئے گا۔

اگر بالفرض عورت کو پانچ شوہروں کی طرف سے ایک ایک احسن طلاق ملتی رہے تو اس پر پانچوں کے دو، دوطلاق کا حقِ ملکیت باقی رہے گا؟۔ یوں عورت ایک ہوگی اور اس پر پانچ افراد کے دس طلاقوں کی ملکیت کا بوجھ بھی رہے گا، اس سے بدترین غلامی کا عورت کیلئے کوئی تصور ہوسکتا ہے؟۔ یاد رہے کہ صرف طلاق ہی نہیں بلکہ دوسرے معاملات میں بھی فحش اختلافات سے ہی اسلام کے روشن چہرے کو اجنبی بنایا گیا ہے اور ہمارا فرض بنتا ہے کہ ان غیرسنجیدہ رویوں، الجھنوں اور پیچیدگیوں سے دینِ فطرت اسلام کو باہر نکالیں تاکہ ہمارا مذہبی طبقہ اپنی صلاحیتوں کو مثبت انداز میں استعمال کرکے عالمِ انسانیت کو اپنی اسلامی دعوت وتبلیغ سے روشناس کراسکے۔ بنوری ٹاؤن کے مولانا انور بدخشانی فقہ کی کتابوں کو تاریخ فقہ کہتے ہیں اب یہ واقعی تاریخ ہی حصہ بنتے جارہے ہیں۔

و یسئلونک عن المحیض قل ھو اذًی فاعتزلوا النساء فی المحیض و لاتقربوھن حتٰی تطھرن فاذا تطھرن فاتوھن من حیث امرکم اللہ ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرینO نسائکم حرث لکم فأتوا حرثکم انّٰی شئتم و قدموا لانفسکم واتقوا اللہ واعلموا انکم ملقوہ و بشّر المؤمنین(البقرۃ:222,223)

اور تجھ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ کہہ دیجئے یہ ایک تکلیف ہے، سوتم عورتوں سے ماہواری کی حالت میں الگ رہو اور ان سے مقاربت مت کرو، یہاں تک کہ وہ پاک ہوجائیں۔ پس جب پاک ہوجائیں تو ان کے پاس آؤ، جیسے اللہ نے حکم دیا ہے، بیشک اللہ پسند کرتا ہے توبہ کرنے والوں کو اور پسند کرتا ہے پاکیزہ رہنے والوں کو۔ تمہاری عورتیں تمہارے لئے اثاثہ ہیں، پس آؤ اپنے اثاثے کے پاس جیسے چاہو۔ اور آگے کرو اپنے نفسوں کیلئے اور اللہ سے ڈرو، بیشک تمہیں اس سے ملنا ہے اور مؤمنوں کو بشارت دو۔

حیض

طہر: پاکی کے ایام

حیض عورت کی ماہواری کو کہتے ہیں، مدارس کے طلبہ کی اکثریت غیر شادی شدہ ہوتی ہے، اس لئے فقہ پڑھتے وقت کتابوں سے اس بارے میں ان کو معلومات حاصل ہوتی ہیں، آج کل ماشاء اللہ دینی مدارس میں عالمہ کا کورس کرنے والی طالبات کی بھی کمی نہیں ہے، ان مسائل کو طلبہ کے مقابلہ میں طالبات بہتر سمجھ سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو تکلیف قرار دیا ہے۔ عورت کو اس حالت میں تکلیف ہوتی ہے۔ علامہ ابن جوزیؒ نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک صوفی سجدے میں دیر سے گڑگڑا کر خوب رو رہا تھا، میں نے قریب سے کان لگا کر سنا تو وہ مسلسل پڑھ رہا تھا کہ **ویسئلونک عن المحض قل ھو اذًی** ''اور تجھ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں کہہ دیجئے یہ ایک تکلیف ہے۔'' صوفی یقیناً اس تکلیف کو آخرت کے حوالہ سے سمجھ کر گڑگڑا رہا ہوگا اور یہ بڑا دلچسپ لطیفہ بھی ہے، لیکن اس سے بڑا لطیفہ یہ ہے کہ عربی لغت کی کتابوں میں اذی کے معنی تکلیف ہی کے ہیں، کہیں بھی گند کے معنی میں یہ لفظ استعمال نہیں ہوتا ہے مگر افسوس کے علماء نے اس اذیت سے گند مراد لیا ہے۔ قرآن کا اعجاز یہ ہے کہ مختصر الفاظ میں موضوع کے تمام پہلوؤں کو بیان کرکے واضح کردیتا ہے۔ حیض کی حالت میں عورت کو تکلیف بھی ہوتی ہے اور ناپاکی بھی۔ ایسی حالت میں مقاربت سے منع کیا گیا ہے، اور پھر اذیت پہنچانے سے توبہ کرنے والوں اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ اللہ ان کو پسند کرتا ہے۔

جدید میڈیکل سائنس میں جب عورت بالغ ہوکر اولاد جننے کے قابل ہوتی ہے تو اس کو حیض (ماہواری) آتا ہے۔ پاکی کی حالت میں اولاد جننے کی ساری قدرتی تیاری موجود ہوتی ہے، جب مرد کا ملاپ ہوتا ہے اور نطفہ رحم میں پہنچتا ہے تو اگر اولاد نصیب میں ہوتی ہے تو ہوجاتی ہے لیکن اگر نطفہ نہ پہنچے تو تیاری کا سارا مواد حیض کی شکل میں باہر آتا ہے۔ طہر و حیض ایک ہی دور (Tenure۔Circle) ہوتا ہے۔ قرآن میں **ثلاثۃ قروء** (3 مدتیں، ادوار، مرحلے) آیا ہے۔ فقہاء میں تضاد ہے کہ حیض مراد ہے یا طہر؟ حالانکہ دونوں مراد ہیں اسلئے کہ مہینہ طہر و حیض دونوں کا متبادل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے 3 قروء کے قائم مقام 3 مہینے قرار دیئے ہیں۔ رمضان کے مہینہ میں یہ بحث نہیں ہوتی کہ دن شمار ہوں گے یا راتیں؟ یہ بحث بڑی نامعقول ہوگی کہ رمضان کے مہینہ میں صرف 29 یا 30 دن ہوتے ہیں یا راتیں ہوتی ہیں۔ ظاہر ہے رات اور دن دونوں ہوتے ہیں۔

حرث عربی میں کھیتی کو بھی کہتے ہیں اور جمع پونجی واثاثہ کو بھی۔ چلو علماء کرام کے ترجمہ کیمطابق بیویاں کھیتیاں ہیں لیکن کھیتی کے بھی حقوق ہوتے ہیں، کھیت کے مفاد کا خیال رکھا جاتا ہے۔ دو سکول آف تھاٹ اس بات پر بن گئے کہ اپنی کھیتی میں جہاں سے یا جیسے چاہو آؤ، کا مطلب کیا ہے؟ حضرت ابن عمرؓ کے نزد آیت میں شوہر کو پیچھے کے راستہ بیوی سے مباشرت کی اجازت ہے اور حضرت علیؓ کے نزدیک یہ کفر ہے۔ احناف کا مذہب حضرت علیؓ کے مطابق ہے، اسلئے کہتے ہیں کہ حالت حیض میں گند کا ذکر کیا ہے اور پیچھے کے راستہ میں بھی گند ہوتا ہے۔'' حالانکہ گند کے حوالہ سے تو کوئی خاص فرق نہیں البتہ اذیت کی بات ہوتی تو ٹھیک تھا۔ اگر شوہر اپنی خواہش پوری کرنے کیلئے پیچھے کا راستہ استعمال کرے تو عورت کو دیگر اذیت کے علاوہ خواہش پوری نہ ہونے کی اذیت بھی ہوگی اسلئے حدیث میں اس پر لعنت کی گئی ہے۔

قسم کھانے والوں کے انتظار کی مدت چار مہینے گراف کی شکل میں

و لا تجعلوا الله عرضة لایمانکم ان تبرّوا وتتقوا وتصلحوا بین الناس والله سمیع علیم O لا یؤخذکم الله بالغو فی ایمانکم ولکن یؤخذکم بما کسبت قلوبکم والله غفور حلیم O للذین یؤلون من نسائهم تربص اربعة اشهر فان فاؤ فان الله غفور رحیم O و ان عزموا الطلاق فان الله سمیع علیم O (البقرہ: 224-25-26-27) ''اور اللہ کو مت بناؤ اپنی قسموں کیلئے ڈھال یہ کہ تم نیکی کرو، تقویٰ اختیار کرو اور لوگوں کے درمیان مصالحت کرو۔ اللہ سننے جاننے والا ہے۔ تمہیں اللہ لغو قسموں پر نہیں پکڑتا مگر وہ تمہیں پکڑتا ہے جو تمہارے دلوں نے کمایا ہے۔ اور اللہ معاف کرنے والا نرمی کا برتاؤ کرنے والا ہے۔ اور جو لوگ اپنی عورتوں سے قسم کھالیں تو ان کیلئے چار ماہ کا انتظار ہے۔ پس اگر وہ آپس میں مل گئے تو اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے (میاں بیوی کے درمیان صلح صفائی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والا مہربان ہے) اور اگر انہوں نے طلاق کا ارادہ کر رکھا ہو تو اللہ تعالیٰ سننے اور جاننے والا ہے (طلاق کے عزم کا اظہار نہ کرنے پر مواخذہ ہوگا)۔

پہلا مہینہ	دوسرا مہینہ	تیسرا مہینہ	چوتھا مہینہ

طلاق کی صورت میں انتظار کی مدت چار ماہ کے بجائے تین ماہ گراف کی شکل میں

پہلا مہینہ		دوسرا مہینہ		تیسرا مہینہ	
طہر	حیض	طہر	حیض	طہر	حیض

طلاق کے عزم کا اظہار نہ کیا تو عدت تین ماہ کی بجائے چار ماہ بنتی ہے، یہ دل کا گناہ ہے جس پر پکڑ ہے۔ مگر اللہ کی طرف سے اس قسم کو پورا کرنے کا مطالبہ نہیں اور نہ ہی قسم پوری نہ کرنے پر کفارہ کا ذکر ہے۔

دنیا کے اندر قانون سازی کی سب سے بہترین کتاب اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ''قرآن مجید'' ہے۔ معاشرتی معاملات کیلئے میاں بیوی کے درمیان نکاح وطلاق کا مسئلہ سب سے بڑا اور بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔ نکاح سے زیادہ اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کی طلاق پر بڑی تفصیل سے واضح احکامات جاری فرمائے ہیں۔ ایک میاں بیوی کے درمیان ناراضگی کا مسئلہ ہے جس میں باقاعدہ جدائی یا طلاق مقصود نہ ہو۔ یہ طلاق سے زیادہ پیچیدہ مسئلہ ہے اسلئے کہ طلاق میں جدائی کا حتمی فیصلہ ہوتا ہے لیکن ناراضگی میں شوہر نہ تو اپنی بیوی کو اپنے سے جدا کرتا ہے اور نہ ہی اس کے ازدواجی حقوق ادا کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ معاشرے میں یونہی معلق رہتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بیوی کو شوہر کی مملوکہ نہیں بنایا ہے۔ طلاق کے عزم کا اظہار نہ کرنے پر بھی اپنی کتاب مبین کی واضح آیت میں ڈیڈ لائن کی وضاحت کردی ہے، جہاں طلاق وعلیحدگی کا کھل کر اظہار کرنے کی عدت تین قروء یا تین مہینے ہے تو طلاق کے عزم کا اظہار نہ کرنے کی صورت میں تین ماہ کی بجائے چار ماہ کی عدت ہے، ائمہ مجتہدین کے تضادات کو وہاں دیکھنے کی ضرورت ہے جہاں قرآن کی آیات محتاجِ بیان ہوں، عورت مملوکہ ہو تو طلاق کی ملکیت کے نام پر اس کو زندگی بھر لٹکایا جاسکتا ہے، مملوکہ قابلِ فروخت جنس ہوتی ہے لیکن منکوحہ ہوگی تو تین ماہ اور زیادہ سے زیادہ چار ماہ تک عدت کے انتظار کی پابند ہے، تاکہ باہمی رضامندی سے یہ مقدس تعلق قائم رہے لیکن یہ حد بندی عورت کے حقوق کے تحفظ کیلئے کی گئی ہے اور قسم وناراضگی کی صورت ہو یا طلاق وعلیحدگی کا مسئلہ عدت میں بھی عورت کو زبردستی سے مجبور نہیں کیا جاسکتا ہے، ان کے ناراض رہنے کی صلاحیت سلب کرنے کا حق نہیں۔ فان فاؤا میں دونوں کے ملنے کا ذکر ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے اپنی ازواج مطہراتؓ سے قسم کھائی تھی تو دوبارہ ملنے سے پہلے ان کو جدا ہونے کا مکمل اختیار بھی سونپ دیا تھا۔ چار ماہ کی عدت میں قسم کھانے یا ناراض ہونے کی صورت میں بیوی کسی دوسری جگہ شادی نہ کرنے کی پابند ہے اور اس مدت میں آپس کی رضامندی وصلح

فطرت، شریعت، قانون اور اخلاق کا تقاضہ ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ شرعی مسائل کے انبار اتنے خلافِ فطرت بنائے گئے ہیں کہ عام عقل رکھنے والے انسان بھی ان کی افادیت کے قائل نہیں بلکہ ان کیخلاف فطرت ہونے پر مذہبی عقیدت وتقلید کے خوف سے آواز اٹھانے پرلرزہ براندام ہیں۔ بارگاہ رسالت مآب ﷺ نے بھی ظہار کے مذہبی مسئلہ میں احتیاط کا دامن تھام لیا تھا جو مذہب کی حساسیت کا فطری تقاضا تھا لیکن ایک خاتون کی فطری چیخ سے عرشِ معلیٰ لرز اُٹھا تھا، مدارس کو حقائق پر غور کرنا ہوگا۔

امام شافعیؒ کے نزدیک قسم کے باوجود خالی چار مہینے کا انتظار نہیں بلکہ قرآن کے برعکس زندگی بھر جب تک شوہر طلاق نہ دے عورت انتظار کرتی رہے گی اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر عورت کے ساتھ ایک مرتبہ زندگی میں مباشرت کرلی تو شرعی اور قانونی تقاضا پورا ہوگیا، اس کے بعد اگر زندگی بھر شوہر اپنی بیوی سے ازدواجی تعلق قائم نہ بھی کرے تو شریعت کے قانون کے مطابق اس کا کوئی مواخذہ نہیں۔ ایسے میں خواتین کے حقوق کیلئے قرآن کے صریح احکامات کی طرف لوگوں کی نگاہیں کیسے جائیں گی؟۔

لایؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم	و لکن یؤاخذکم بما کسبت قلوبکم (البقرہ)
لایؤاخذکم باللغو فی ایمانکم	و لکن یؤاخذکم بما عقدتم الایمان (المائدہ)

ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔ دونوں آیتوں میں ایک طرف اللہ نے فرمایا ہے کہ ’’اللہ تمہیں لغو قسموں پر نہیں پکڑتا ہے۔‘‘

فقہاء نے یمین کی تین اقسام کا ذکر کیا ہے۔ ’’1: یمین لغو: ماضی کے بارے میں غلط فہمی کی بنیاد پر جھوٹی قسم کھانا۔ اس پر آخرت میں پکڑ ہے اور نہ اس کا کوئی کفارہ ہے۔ 2: یمین غموس: ماضی پر جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا۔ امام شافعیؒ کے نزدیک اس کا کفارہ ہے اور گناہگار بھی ہوگا، جبکہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک گناہگار ہوگا لیکن اس کا کفارہ نہیں ہے۔ 3: یمین منعقدہ: جو مستقبل کے لئے کھائی جائے اور اس کو پورا نہ کیا جائے تو متفقہ طور پر اس کا کفارہ ادا کیا جائے گا۔‘‘ فقہاء نے یمین کے حوالے سے لغو قسم کی بالکل غلط تشریح کی ہے۔ ماضی میں غلط فہمی کی بنیاد پر جھوٹی قسم کو یمین لغو قرار دینا حقیقت کے منافی ہے۔ یمین لغو وہ ہے جس میں دل کا عزم اور ارادے کی پختگی نہ ہو۔ اس بات کی وضاحت کی ضرورت ہی نہیں کہ ماضی پر غلط فہمی کی بنیاد پر جھوٹی قسم پر مواخذہ ہے اور نا ہی اس بات کی وضاحت کی ضرورت ہے کہ ماضی میں جان بوجھ کر جھوٹی قسم پر مواخذہ ہوگا۔ کیونکہ جب جھوٹ بولنے پر لعنت ہے تو جھوٹی قسم پر ڈبل لعنت ہوگی۔ فقہاء کی بھول بھلیوں کو دیکھ کر ایک عام انسان کو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ یمین لغو، یمین غموس اور یمین منعقدہ کی تقسیم کس بنیاد پر کی گئی ہے۔ علماء کرام ان تفصیلات کو دیکھ کر سمجھ لیتے ہیں کہ وہ بڑے ائمہ مجتہدین نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی لکھا ہوگا۔

قرآن کی آیات میں کوئی اختلاف، تضاد اور ابہام بالکل بھی نہیں، سورۂ بقرہ میں یہ ہے کہ نیکی، تقویٰ اور لوگوں کے درمیان مصالحت نہ کرنے کیلئے اللہ کو ڈھال بنانے سے روکا گیا ہے اور بیوی سے نہ ملنے کی قسم کھانے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے قسم کھانے کی پاسداری کا مطالبہ بھی نہیں ہے اور نہ قسم پوری نہ کرنے پر کسی مؤاخذے اور کفارے کا ذکر ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت ماریہ قبطیہؓ سے حرمت کی قسم کھائی تو اللہ تعالیٰ نے حرمت سے روکا اور قسم کی حرمت کو حلت میں بدلنے کا سورۂ تحریم میں اعلان کردیا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ماریہ قبطیہؓ سے مقاربت کی لیکن قسم کا کفارہ ادا نہیں کیا۔ قرآن وسنت میں اختلاف اور تضاد نہیں ہے لیکن مذہبی اجتہادات نے دین میں تضادات پیدا کئے ہیں، بخاری میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ بیوی کو حرام کہنے سے اسوۂ حسنہ کیمطابق کچھ بھی عائد نہ ہوگا یعنی طلاق اور نہ کفارہ۔ سورہ بقرہ کی ان آیات، سورہ تحریم کی آیات اور سنت میں کوئی تضاد نہیں لیکن افسوس کہ حنفی مسلک والے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر بھی ماریہ قبطیہؓ کے حوالے سے قسم کا کفارہ عائد ہوتا تھا۔ امام ابوحنیفہؒ نے حدیث کے مقابلہ میں اپنے مسلک کو دیوار پر مارنے کی بات کی تھی لیکن امام کا تو نام ہی استعمال ہوتا ہے، باقی کام تو دوسروں نے ہی کیے ہیں۔

یہ نامراد قرآن، حدیث، ائمہ مجتہدین، اجماع کچھ بھی نہیں مانتے، درجہ بدرجہ استدراج کا شکار ہوئے ہیں۔ مولانا الیاسؒ نے بلامعاوضہ تبلیغ کا کام شروع کیا، علماء تبلیغ اور جہاد میں بھی چندے اور مفاد کو دیکھتے ہیں، حضرات انبیاء کرامؑ نے بلامعاوضہ تبلیغ کی، حدیث میں قرآن پر معاوضہ سختی سے

منع کیا گیا، متقدمین (صحابہؓ، تابعینؒ، ائمہ مجتہدینؒ) کا اجماع تھا کہ قرآن کی تعلیم پر معاوضہ حرام ہے، پھر متاخرین بعد کے علماء وفقہاء نے اجماع کو نہیں توڑا بلکہ قرآن وسنت، صحابہؓ اور ائمہ مجتہدین علماءِ حق سے انحراف کیا، امام ابوحنیفہؒ کو جیل میں زہر دیا گیا اور امام ابویوسف نے وقت کے بادشاہ کیلئے معاوضہ لیکر اسکے باپ کی لونڈی حلال کرنے کا حیلہ بتایا۔ امام غزالیؒ نے اس بات کیخلاف اپنی کتاب میں آواز اُٹھائی تو ان کی کتابیں مصر کے بازار میں جلادی گئیں۔ پھر امام غزالیؒ نے فقہ کو گمراہی قرار دیکر تصوف کا رخ کیا اور ''اندھیروں سے نور کی طرف'' کے نام پر کتاب لکھی۔

صحیح بخاری میں حضرت امام حسن بصری سے بیوی کو حرام قرار دینے کے مسئلے پر علماء کے اس اجتہاد کا بھی ذکر کیا گیا ہے کہ بیوی کو حرام قرار دینا کھانے پینے کی اشیاء کی طرح نہیں ہے، اس حرام سے مراد تیسری طلاق ہے۔ جس کے بعد حلالہ کے بغیر عورت پہلے شوہر کیلئے جائز نہیں۔ علماء کا یہ اجتہاد قرآن وحدیث کے بالکل منافی ہے کیونکہ حضرت ماریہ قبطیہؓ کو حرام قرار دیا گیا تھا لیکن اس سے تیسری طلاق مراد نہیں لی گئی۔ قرآن میں یہ وضاحت بھی ہے کہ طلاق دومرتبہ ہے، جب دو طلاقیں ایک مرتبہ میں نہیں ہوسکتیں تو تین طلاقیں ایک مرتبہ میں کیسے ہوسکتی ہیں؟ اور قرآن میں بیوی کو ماں کی طرح حرام قرار دینے کو بھی جھوٹ اور منکر قرار دیا گیا ہے تو حرام کے لفظ سے تیسری طلاق کا اجتہاد کتنا مضحکہ خیز ہے؟۔ قرآن میں حرام ہونے کا ایک تصور شرعی ہے اور دوسرا لغوی، **حرمت علیکم امھٰتکم و بنٰتکم و اخوٰتکم** ...... تمہارے اوپر تمہاری مائیں، بیٹیاں، بہنیں ...... حرام ہیں۔ یہ شرعی حرمت ہے۔ اور نبیﷺ نے حضرت ماریہ قبطیہؓ کو جو حرام قرار دیا تھا تو وہ لغوی حرمت تھی۔ شرعی اور لغوی حرمت کے تصورات بالکل جدا جدا ہیں۔ سور کا گوشت شرعی حرمت ہے اور شہد کو حرام قرار دینا لغوی حرمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''بدکار مرد نکاح نہیں کرتا مگر بدکار عورت یا مشرکہ سے، اور بدکار عورت کا نکاح نہیں کرایا جاتا مگر بدکار مرد یا مشرک سے، **و حرم ذٰلک علی المؤمنین** اور مؤمنوں پر یہ حرام ہے۔'' اس آیت میں حرمت سے مراد حرمتِ شرعی نہیں ہوسکتی۔ نکاح کے بعد ازدواجی تعلقات شریعت میں جائز بن جاتے ہیں۔ میاں بیوی میں سے ایک پاکدامن اور دوسرا بدکار ہو تو آپس کا تعلق ناجائز نہیں ہوتا۔ قرآن نے حرمتِ لغوی کا ذکر کیا ہے، نکاح کو حرام قرار دینے کی وضاحت ایک کھلی دلیل ہے جس کا مطلب نکاح کے منع کو حرام ہونے سے تعبیر کیا گیا ہے، لیکن نکاح کے بعد اس تعلق پر حرامکاری کا اطلاق نہیں ہوگا۔ اسی طرح مشرکوں سے نکاح کرنے سے روکا گیا لیکن نکاح کے بعد یہ تعلق حرام کاری نہیں، انڈیا میں مسلمان اداکاروں کا مشرکوں سے نکاح اس آیت کے تقاضوں کے مطابق خلاف واقعہ نہیں اور اس تعلق پر حرامکاری کا فتویٰ لگانا بھی قرآن کے منافی ہے۔ اللہ کی منطق سے بڑھ کر کس کی منطق ہوسکتی ہے؟۔

خدائی خدمتگار کے بانی خان عبدالغفار خان نے اپنی آپ بیتی میں لکھا ہے کہ ''علماء نے فتویٰ دیا کہ انگریز کے زیرِ قبضہ ہندوستان سے ہجرت کرنا شرعی فریضہ ہے اور جو ہجرت نہ کرے تو اس کی بیوی کو طلاق واقع ہوجائے گی۔ چنانچہ بہت سوں نے ہجرت کی اور ہم سے ہماری بیویاں آگے آگے بھاگ رہی تھیں کہ کہیں طلاق واقع نہ ہوجائے۔'' افغانستان ہجرت کرنے کے بعد بھوک اور بیماریوں سے مجبور ہوکر یہ قافلے پھر انگریز کے زیرِ قبضہ علاقے میں واپس لوٹ آئے لیکن پھر کسی نے یہ فتویٰ نہیں دیا اور ظاہر ہے کہ فتوے سے متاثرین کا اعتماد بھی اٹھ گیا۔ مولیٰ کے معنی آقا اور سردار کے ہوتے ہیں۔ مولانا کے معنی ہمارے مولا کے ہیں۔ حضرت علیؓ کے بارے میں رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ **من کنت مولاہ فھٰذا علی مولاہ** ''میں جس کا مولا ہوں یہ علی اس کا مولا ہے''۔ گویا سیدنا علیؓ سب فرقوں کے مشترکہ مولانا تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کا حکم دیا تو رسول اللہﷺ نے یہ فتویٰ نہیں دیا کہ جس نے ہجرت نہ کی اس کا نکاح ٹوٹ گیا۔ حضرت علیؓ کی ہمشیرہ حضرت اُم ہانیؓ نے ہجرت نہیں کی تھی، جب مکہ فتح ہوا تو حضرت علیؓ نے آپؓ کے شوہر کو قتل کرنا چاہا، اُم ہانیؓ نے اپنے شوہر کیلئے رسول اللہﷺ سے امان مانگی تو رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ بالکل اس کو امان دو۔ حضرت علیؓ اپنے مشرک بہنوئی کو اسلئے قتل کرنا چاہ رہے تھے کہ ان کی نظر میں ایک مسلمان خاتون کا مشرک خاوند سے ازدواجی تعلق حرامکاری تھی جبکہ رسول اللہﷺ نے اس تعلق کو قرآن کے مطابق بالکل جائز تصور کیا۔ قرآن میں یہ وضاحت ہے کہ ''جو خواتین مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ آئیں تو پہلے ان کا امتحان لیں اگر معلوم ہو کہ وہ مؤمنہ ہیں تو پھر ان کو واپس مت لوٹاؤ، اسلئے کہ یہ اپنے شوہروں کیلئے حلال نہیں اور نہ وہ شوہر ان کیلئے حلال ہیں۔'' جیسے حرام ہونے کا شرعی اور لغوی تصور جدا جدا ہے اسی طرح سے حلال نہ ہونے کا بھی شرعی اور لغوی تصور جدا جدا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ میں حضرت علیؓ کو سب سے زیادہ اچھا فیصلہ کرنے والا قرار دیا اور فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ۔ لیکن اجتہاد کے حوالے سے نبی کریم ﷺ نے مولا علیؓ کی اصلاح فرمادی، کاش! ہمارے دوسرے مولانا بھی اپنے اجتہادات پر غور کریں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وانزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شئی (النحل:89) ''اور ہم نے آپؐ پر کتاب نازل فرمائی ہر چیز کو واضح کرنے والی۔'' ایک یمین وہ ہے جو نیکی نہ کرنے کیلئے ڈھال کے طور پر کھائی جائے اور دوسری یمین وہ ہے جو کسی مباح کام کے کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں کھائی جائے۔ دونوں طرح میں یمین لغو وہ ہے جس میں عزم اور قصد نہ ہو، یوں بات بے بات پر کھائی جانے والی قسمیں لغو ہوتی ہیں جن میں ارادے کی پختگی اور کوئی عزم نہ ہو، اللہ کے ہاں اس پر کسی قسم کی پکڑ اور مواخذہ نہیں ہے۔

قرآن کے احکام منطقی نہیں فطری ہیں، مسلکی دماغ سوزی کا نتیجہ نہیں قدرت کے عظیم شاہکار کی رہین منت ہیں۔

ولا تجعلوا اللہ عرضۃً لایمانکم ان تبرّوا وتتقوا وتصلحوا بین الناس واللہ سمیع علیم O (البقرہ:224) ''اور اللہ کو اپنے قسموں کے لئے ڈھال مت بناؤ، یہ کہ نیکی کرو، اور تقویٰ اختیار کرو، اور لوگوں کے درمیان صلح کراؤ۔ اور اللہ سننے جاننے والا ہے۔'' اچھے کام سے قسم کھانا اور اللہ کو ڈھال کے طور پر استعمال کرنا غلط ہے تو بیوی سے ناراضگی کی قسم کونسی نیکی، تقوی اور صلح رحمی ہے۔ لایؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم و لکن یؤاخذکم بما کسبت قلوبکم واللہ غفور حلیم O (البقرہ:225)'' اللہ تمہیں تمہاری لغو قسموں سے نہیں پکڑتا مگر جو تمہارے دلوں نے کمایا ہے اس پر پکڑتا ہے، اللہ غفور حلیم ہے۔'' للذین یؤلون من نسائھم تربص اربعۃ اشھر فان فاءو فان اللہ غفور رحیم O و ان عزموا الطلاق فان اللہ سمیع علیم O (البقرۃ:226,27) اور جو لوگ اپنی عورتوں سے قسم کھالیں تو ان کیلئے چار ماہ کا انتظار ہے۔ پس اگر وہ آپس میں مل گئے تو اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے (صلح ہوجائے تو قسم کھانے پر معافی مل جائے گی، اللہ غفور رحیم ہے) اور اگر انہوں نے طلاق کا عزم کر رکھا ہو تو اللہ سننے جاننے والا ہے (عزم کے ہوتے ہوئے اظہار نہ کرنا دلوں کی کمائی کا وہ گناہ ہے جس پر اللہ پکڑتا ہے)	یا ایھا الذین اٰمنوا لا تحرموا طیبٰت ما احل اللہ لکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین O و کلوا مما رزقکم اللہ حلٰلاً طیباً واتقوا اللہ الذی انتم بہٖ مؤمنون O (المائدہ: 87 . 88) ''اے ایمان والو! حرام مت کرو جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کیا ہے اور حد سے نہ بڑھو، بیشک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور کھاؤ اللہ کے دیے میں سے تمہارے لئے رزق حلال طیب اور اس اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔'' لایؤاخذکم باللغو فی ایمانکم و لکن یؤاخذکم بما عقدتم الایمان فکفارتہ اطعام عشرۃ مسٰکین من اوسط ماتطعمون اھلیکم او کسوتھم او تحریر رقبۃ فمن لم یجد فصیام ثلٰثۃ ایّام ذٰلک کفّارۃ ایمانکم اذا حلفتم واحفظوا ایمانکم کذٰلک یبین اللہ اٰیٰتہ لعلکم تشکرون (المائدہ: 89) ''اللہ تمہیں نہیں پکڑتا لغو قسموں سے مگر جب تم اپنی قسموں کو اپنے عزم سے پکا کرلو، تو اس کا کفارہ دس مساکین کو کھانا کھلانا ہے، درمیانہ درجے کا جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا ان کے کپڑے یا گردن کا آزاد کرنا اور جو یہ نہ پائے تو تین دن کے روزے۔ یہ تمہارے قسموں کا کفارہ ہے جب تم حلف اُٹھالو۔ اور اپنے حلفوں کی پاسداری کرو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیات کی وضاحت کرتا ہے ہوسکتا ہے کہ تم شکر گزار بن جاؤ۔''

سورۂ مائدہ میں اللہ تعالیٰ نے یمین لغو پر مواخذہ نہ کرنے کا فرمایا ہے اور پختہ عزم پر نہ صرف مواخذے کا ذکر ہے بلکہ اس پر کفارہ ادا کرنے کی تفصیلات کا بھی ذکر ہے اور ساتھ ساتھ قسموں کی پاسداری کا ذکر بھی ہے۔ شہد نہ کھانے کی قسم پر کفارہ تھا، قرآن وحدیث میں کوئی تضاد نہیں ہے۔

للذين يؤلون من نساء هم تربص اربعة اشهر فان فاء وٓ فان الله غفور حليمO و ان عزموا الطلاق فان الله سميع عليمO (البقرة: 226.27) جولوگ قسم کھالیتے ہیں اپنی عورتوں کے پاس جانے سے ان کیلئے انتظار ہے چار مہینے تک کا۔ پھر اگر وہ باہم مل گئے تو اللہ غفور رحیم ہے اور اگر ان کا طلاق کا عزم تھا تو بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

پہلا مہینہ		دوسرا مہینہ		تیسرا مہینہ		چوتھا مہینہ	
طہر: پاکی کے ایام	حیض	طہر: پاکی کے ایام	حیض	طہر: پاکی کے ایام	حیض	طہر: پاکی کے ایام	حیض

قانون بنانے کا بنیادی تقاضہ یہ ہوتا ہے کہ طاقتور سے کمزور کو تحفظ فراہم کیا جائے، مرد کے مقابلہ میں عورت کمزور ہوتی ہے، میاں بیوی کے درمیان تعلق کی اہمیت سے انکار کی گنجائش اور نہ اس تعلق کے برقراری کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے کی ضرورت اور اہمیت سے انکار کی گنجائش ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ہر چیز کو بالکل واضح کردیا ہے اور اگر یہ کتاب اللہ کی طرف سے نہ ہوتی تو اس میں بہت سارا اختلاف اور تضاد پایا جاتا۔ جب مرد عورت کو کھلم کھلا چھوڑ دینا چاہے تو عورت کو عدت گزارنے کا حکم ہے **یتربصن بانفسھن ثلاثة قروء** تین قروء (تین طہر وحیض یا تین مہینے) اگر حمل ہو تو بچے کی پیدائش تک اس کی عدت ہے۔ اگر مرد زندگی بھر عورت کو نکاح میں رکھ کر حقوقِ زوجیت سے محروم کرنا چاہے تو کیا شوہر کو اللہ نے قانونی طور پر یہ حق دیا ہے؟ سوچنے کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کمزور کو اس کے ہاتھ، پاؤں، دل ودماغ باندھ کر طاقتور کے آگے بے یار ومددگار ڈال سکتا ہے؟ ہرگز ہرگز نہیں۔! جب شوہر اپنی بیوی سے نہ ملنے کی قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ نے **تربص اربعة اشھر** چار ماہ کے انتظار کی عدت رکھی ہے۔ **تربص** سے مراد کیا ہے؟ اس پر بھی اختلاف کی گنجائش نہیں چھوڑی بلکہ یہ وضاحت کردی کہ اس سے مراد وہ عدت ہے جس کے بعد عورت دوسری جگہ شادی کرنے کا اختیار رکھتی ہے۔ یہ بات بھی سمجھ لینی چاہئے کہ عدت کا انتظار کمزور کو دبانے کی کوشش نہیں بلکہ اس میں رشتہ کو برقرار رکھنے کیلئے مصلحت کا راستہ اختیار کیا گیا ہے، یہ جرم ضعیفی کی کوئی سزا نہیں۔

یہ بات بھی محتاج بیان نہیں کہ عدت کے تعین کا مقصد رجوع کے اختیار کیلئے نہیں بلکہ عورت کو پابند کرنے کے حوالہ سے ہے کہ اس دوران وہ دوسری جگہ شادی نہیں کرسکتی ہے۔ قسم یا طلاق میں ناراضگی کی کوئی بھی صورت ہو، عدت میں بھی باہمی رضامندی سے ہی رجوع ہوسکتا ہے اور عدت گزرنے کے بعد اگر عورت چاہے تو اپنی مرضی سے دوسری جگہ بھی شادی کرسکتی ہے اور اگر جدا نہ ہونا چاہتی ہو لیکن مرد نے طلاق دیدی ہو تو عدت کی تکمیل کے بعد بھی شوہر رجوع کرسکتا ہے اور اگر عورت نے ناراض ہوکر طلاق لی ہو تو بھی عدت کی تکمیل کے بعد باہمی رضامندی سے عورت کے راستے میں رکاوٹ ڈالنے سے منع کیا گیا ہے۔

یہ ساری تفصیلات قرآن کریم میں بالکل وضاحت کیساتھ موجود ہیں لیکن افسوس کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک چار ماہ کے بعد طلاق واقع ہوجائے گی اور امام شافعیؒ کے نزدیک زندگی بھر بھی عورت فارغ نہ ہوگی جب تک مرد طلاق نہ دے۔ قرآن کی وضاحتوں کے باوجود مسلکوں کا یہ تضاد اور اختلاف انسانی حقوق پر بہت بڑا طمانچہ ہے، عورت کو ساری زندگی حقوق زوجیت سے محروم رکھنے کا الزام قرآن کے اوراق پر نہیں ڈالا جاسکتا ہے اور امام شافعیؒ کی طرف منسوب یہ مسلک اتنا غلط ہے جو قرآن کے واضح الفاظ کے علاوہ انسانی فطرت کے بھی بالکل منافی ہے۔ جہاں تک امام ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب مسلک کا تعلق ہے تو یہ بھی قرآن، اسلام اور فطرت سے کوئی جوڑ نہیں کھاتا، اسلئے کہ قسم اور اسکی عدت سے بڑھ ایک بیوہ کو عدت گزارنے کے بعد کھلم کھلا شادی کی اجازت دی گئی ہے اور عدت کے دوران بھی اسکو اشارے کنائے سے نکاح کا پیغام دینے کی گنجائش کا ذکر کیا گیا ہے لیکن اسکے باوجود جب تک عدت گزرنے کے بعد بیوہ دوسری جگہ شادی نہ کرلے اس وقت تک پہلے شوہر سے اس کا نکاح باقی رہتا ہے۔ کسی بڑے مفتی صاحب کی والدہ 15 سال تک بھی شوہر کی وفات کے بعد حیات رہتی ہیں تو فوت ہونے کے بعد اس کی شناخت اور قبر کی تختی پر ''زوجہ مفتی فلاں'' لکھتے ہیں۔

عتیق گیلانی کے ماموں پیرغیاث الدین شاہ مرحوم چیف آف کانیگرم جنوبی وزیرستان کی قیادت میں برکی قبائل کے سرکاری عمائدین کے وفد کی ایک یادگار تصویر

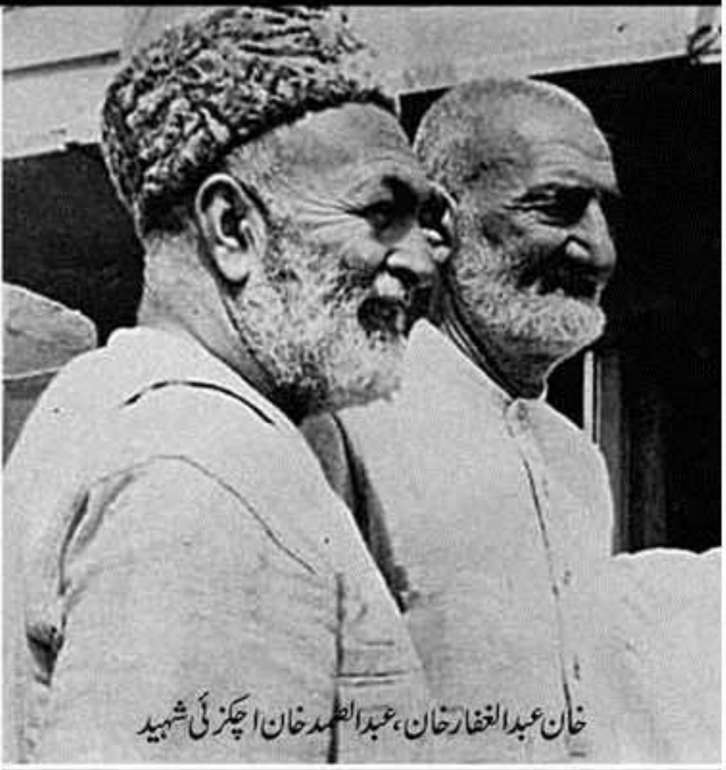

خان عبدالغفار خان، عبدالصمد خان اچکزئی شہید

1948 ، پہلی پاک بھارت جنگ میں حصہ لینے کیلئے وزیرستان کے قبائل کے جنگجو محاذ پر روانہ ہونے سے قبل

جنوبی وزیرستان کے سابق MNA حاجی یحیٰ جان، افغانستان
کے سابق حکمران ظاہر شاہ کے ساتھ

مہینوں اور طہر وحیض کے حوالہ سے بنائے گئے گراف حقائق سمجھنے اور سمجھانے کا بہترین ذریعہ بن سکتے ہیں۔ عورتوں سے نہ ملنے کی قسم کھائی جائے تو اس میں چار ماہ کا انتظار (تربص: عدت) ہے، کھلے لفظوں میں طلاق (چھوڑنے) پر تین طہر وحیض یا تین ماہ کا انتظار (تربص) ہے اور شوہر کی وفات پر چار ماہ، دس دن کا انتظار (تربص) ہے۔ خواتین کی عدت طلاق و قسم میں عدت وفات سے کم ہے

چوتھا مہینہ		تیسرا مہینہ		دوسرا مہینہ		پہلا مہینہ	
حیض	طہر: پاکی کے ایام	حیض	طہر: پاکی کے ایام	حیض	طہر: پاکی کے ایام	حیض	طہر: پاکی کے ایام

دنیا میں صنفِ نازک خواتین کے حقوق کا مسئلہ بڑی اہمیت کا حامل ہے، اگرچہ انسانی حقوق کی پامالی کا مسئلہ بھی روز بروز گھمبیر ہوتا چلا جارہا ہے، طاقتور کو حق ہے کہ کمزور کے ساتھ جو بھی سلوک روا رکھے کوئی بات نہیں۔ امریکہ دنیا میں طاقت کا مظاہرہ کرے تو ٹھیک لیکن ردِ عمل میں طاقت نہیں صرف سرِ تسلیم خم کرنے کا رویہ رکھا جائے نہیں تو دہشت گردی ہے لیکن ہم نے افراتفری کی فضا پیدا کرنے کی بجائے اپنے ملک اور اپنے گھر کی طرف دیکھنا ہوگا، عام عدالتوں میں ایک شخص کئی سال حوالات میں گزارتا ہے اور پھر باعزت بری ہوجاتا ہے، اس کو حوالات میں سزا کاٹنے کی کوئی جزا نہیں ملتی، بس یہ بھی خوش نصیبی ہے کہ کئی سال کے بعد اس کی جان چھوٹ گئی۔ ان ناانصافیوں کی تلافی کیلئے پارلیمنٹ اور عدالتوں نے طریقۂ کار وضع کرنا ہے اور عوام ووٹوں کے ذریعہ مثبت تبدیلی لاسکتے ہیں۔

نکاح وطلاق کا بہترین معروف قانونی مسئلہ جس خوش اسلوبی کیساتھ قرآن نے حل کیا ہے، اگر یہ سمجھ میں آگیا تو آدھی سے زیادہ دنیا محض اس وجہ سے مسلمان ہوجائے گی، ہندوستان میں ایک ایسا اسلامی انقلاب برپا ہوگا کہ ہندوؤں کے پاکستان کیخلاف سارے عزائم خاکستر ہوجائیں گے اور کشمیر کی آزادی تو مسئلہ ہی نہ رہے گا۔ بھارت کی مسلم خواتین ہی نہیں سکھ اور ہندو خواتین اور مرد لوگوں کی اکثریت پاکستان کے حامی بن کر اسلامی خلافت میں شانہ بشانہ ہونگے۔ اور دنیا بھر میں مسلم حکمرانوں میں تفریق، انتشار اور فساد بپا کرنے کی بجائے یورپ وامریکہ، چین، آسٹریلیا، جاپان وغیرہ اسلامی خلافت کے قیام پر زور دیں گے اور اپنی حکومتوں کو بھی مسلمانوں کے حوالہ کرنے میں دیر نہیں لگائیں گے، شیعہ سنی، دیوبندی بریلوی اور حنفی اہلحدیث مسلکوں اور فرقوں کا تنازعہ بھی نہ رہے گا۔

کانیگرم وزیرستان میں ہمارے ماموں کا اپنے پڑوسی سے تنازعہ ہوگیا تھا، جو غلط فہمی کے نتیجہ میں ضد پر پہنچا۔ ایک مشہور عالم دین مولانا عین اللہ محسود کو بلایا گیا تو اس نے فیصلہ کیا کہ راستہ گاڑی کیلئے بند نہیں ہوسکتا ہے، شریعت میں سڑک کی توسیع کیلئے مسجد اور قبرستان گرانا بھی جائز ہے۔ ماموں نے مولانا غلام محمد مرحوم کو بلایا جو مفتی محمودؒ کے دوست تھے۔ مولانا غلام محمد نے مولانا عین اللہ سے کہا کہ میں نے مناظرہ نہیں کرنا، گزارش ہے کہ خود ہی نظر ثانی کرلو۔ مولانا عین اللہ نے کہا کہ ''اجرت پھر دوبارہ لوں گا'' مولانا غلام محمد نے کہا کہ اجرت (معاوضہ) ڈبل لو، مولانا عین اللہ محسود نے نئی تحریر لکھ دی کہ ''شریعت میں گاڑی نہیں، گدھے اور اونٹ کا راستہ ہوتا تھا''۔ لوگ اس وقت کہتے تھے کہ پیروں نے رشوت دیکر فیصلہ تبدیل کروایا۔ مولانا صالح شاہ قریشی سینٹر کے بیٹے نے خودکشی کی، تو عمری ڈرائیور نے کہا کہ اس کا جنازہ نہیں ہوتا لیکن مولوی راستہ بنالے گا، میں نے پیر منہاج الدین سے کہا کہ چل کر نمازِ جنازہ میں شرکت کرلیتے ہیں، مولانا معراج الدین شہید نے وہاں پر موجود ایک جنازہ پڑھایا اور دوسرے کیلئے مولانا عین اللہ محسود کی خدمات حاصل کی گئیں تھیں، چنانچہ اعلان کیا ''شریعت کے عین مطابق نماز جنازہ کی نیت کرلو'' چند دن بعد جب مجھ پر فائرنگ ہوئی تو لوگ اس کی وجہ سے میرے پاس آرہے تھے، ایک نے ذکر کیا کہ میری بھانجی بالکل پاگل تھی، ایک دن خودکشی کرلی، تو مولانا صالح شاہ قریشی نے جنازہ پڑھانے سے انکار کیا اور کہا کہ ''اس کا جنازہ نہیں ہوتا، اس کی قبر بھی مت بناؤ اور ایسے ہی کھڈے میں دفنادو''۔ اب اس کے ٹھیک ٹھاک بیٹے نے خودکشی کی تو اتنا بڑا جنازہ پڑھادیا۔ میرے پاس نصر الدین برکی جو تعلیم یافتہ بھی ہیں آیا تو میں نے کانیگرم کا واقعہ ذکر کیا تو کہنے لگا کہ مولوی کے پاس یہ اتھارٹی ہوتی ہے۔

و المطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلثة قروءٍ ولا یحل لھن ان یکتمن ما خلق اللہ فی ارحامھن ان کن یؤمن باللہ و الیوم الاٰخر و بعولتھن احق بردھن فی ذٰلک ان ارادوا اصلاحاً و لھن مثل الذین علیھن بالمعروف و للرجال علیھن درجة و اللہ عزیز حکیمO (البقرہ: آیت 228)اورطلاق والی عورتیں انتظار میں رکھیں اپنے آپ کو تین قروء(طہروحیض) تک اوران کے لئے حلال نہیں کہ چھپائیں جو پیدا کیا، اللہ نے ان کے پیٹ میں اگر وہ ایمان رکھتی ہیں اللہ پر اور آخرت کے دن پر، اور انکے خاوند حق رکھتے ہیں ان کے لوٹانے کا اس مدت میں بشرطیکہ صلح کرنا چاہیں، اورعورتوں کا بھی حق ہے جیسا کہ مردوں کا عورتوں پر ہے معروف طریقے سے۔اور مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ حاصل ہے اور اللہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔ (طلاق کی ملکیت کا تصور نہیں،عرفِ عام کی علیحدگی طلاق اور تین ماہ سے زیادہ عورت انتظار کی پابند نہیں، رجوع صلح کی شرط پر ہے)

1 طہر: پاکی کے ایام	ماہواری	2 طہر: پاکی کے ایام	حیض	3 طہر: پاکی کے ایام	حیض
پہلامہینہ		دوسرامہینہ		تیسرامہینہ	

قرآن کی مندرجہ بالا آیت میں یہ وضاحت ہے کہ عورت کو طلاق یعنی علیحدگی کے بعد تین مراحل کا انتظار کرنا ہے اوران مراحل میں شوہر ہی کو لوٹانے کا حق ہے،اس مدت میں عورت انتظار کی پابند اوراپنے شوہر کے علاوہ کسی اور کو نکاح کرنے کا حق نہیں۔گزشتہ آیات میں وضاحت تھی کہ طلاق یا علیحدگی کا اظہار نہ کرنے کے باوجود شوہر اپنی بیوی کو لامحدود مدت تک ازدواجی حقوق سے محروم نہیں رکھ سکتا بلکہ چار ماہ تک کا انتظار ہے اور اگر طلاق کا عزم تھا لیکن اظہار نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر پکڑ ہوگی اس لئے کہ طلاق یا علیحدگی کے اظہار کی صورت میں انتظار کی مدت تین ماہ ہے۔ طلاق کا اظہار نہ ہونے کی صورت میں بھی باہمی رضامندی سے رجوع ہوسکتا ہے اور طلاق کا اظہار کرنے کی صورت میں بھی صلح کو شرط قرار دیا گیا ہے۔ طلاق شوہر کی ملکیت نہیں بلکہ حق ہے جس کا تعلق طلاق کی تعداد سے نہیں بلکہ عدت کی مدت سے ہے۔طلاق کی ملکیت کا باطل تصور ہو تو عدت میں بھی رجوع کا حق باقی نہیں رہتا اور عدت کے بعد بھی طلاق کی ملکیت کا تصور باقی رہتا ہے۔قرآن کی اس آیت میں عدت کو صلح کیلئے لازمی نصاب قرار دیا گیا ہے لیکن افسوس کہ قرآن وسنت کے منافی جاہلانہ منطق سے صلح کا راستہ روکنے کا فقہ گھڑا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے عدت سے رجوع کو اسلئے جوڑا ہے تاکہ غصہ میں علیحدگی کے تمام احمقانہ تصورات ختم ہوجائیں۔

قرآن وضاحت کا محتاج ہرگز نہیں لیکن فحش اختلاف کے ذریعہ سے معاملہ اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ مجھے جس مسئلہ پر بہت بڑا اعزاز ملنا چاہیے تھا، اپنی جان پر کھیل کر یہ حل پیش کر رہا ہوں، مجھے سب سے زیادہ شکوہ مولانا فضل الرحمان سے کرنا چاہیے جو مجھے نہیں ہے کہ وہ سنجیدہ طور سے علماء کو اعتماد میں لیکر بات کرتے تو شاید مجھے اپنے لہجہ میں سختی پیدا کرنے کی ضرورت نہ ہوتی، کیونکہ سیاسی علماء دین کی خدمت سے زیادہ اپنے مفادات کو سامنے رکھتے ہیں اوراس وجہ سے بگاڑ بھی پیدا ہوتا ہے۔جب ہم نے اپنے گاؤں جٹہ قلعہ گومل ڈیرہ اسماعیل خان میں مولانا فضل الرحمان کا پہلا سیاسی جلسہ کروایا تھا جس میں قاضی فضل اللہ ایڈوکیٹ سابق ایم این اے چھوٹا لاہور صوابی بھی تشریف لائے تھے تو مولانا فضل الرحمان نے نظام کی تبدیلی کیلئے بندوق اُٹھانے کا وعدہ لوگوں سے لیا تھا،میری کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد قاضی فضل اللہ کی طرف سے جمعیت میں شمولیت کی خواہش کا پیغام مجھے ملا تھا، قاضی فضل اللہ سے میرا تعارف مولانا فضل الرحمان نے ان الفاظ میں کیا کہ ’’یہ ہم سے زیادہ انقلابی ہے لیکن تھوڑا جذباتی ہے‘‘۔اس جلسہ کے بارے میں قاضی عبدالکریم کلاچی کے ہاں یہ پروپیگنڈہ ہورہا تھا کہ ’’فضل الرحمان نے نبوت کے دعویدار کی صدارت میں جلسہ کیا‘‘۔عثمان دوتانی (جو مجھے جیل سے جانتے تھے) نے قاضی برادران کو بتایا کہ عتیق کو میں ذاتی طور سے جانتا ہوں اس کی شخصیت جماعت اور گروہ بندی سے بالاتر ہے۔ پھر میں کلاچی گیا لیکن قاضی عبدالکریم سے قاضی عبداللطیف نے کہا:’’ان کے والداچھے ہیں لیکن بیٹے فضل الرحمان کیسا تھ ہیں‘‘۔

میں نے سکول کا افتتاح مولانا فضل الرحمان سے کروایا، چاہتا تو جمعیت کے مرکزی امیر مولانا عبدالکریم بیر شریفؒ سے کرواتا جوحمایت کر رہے تھے۔ پھر اگلے الیکشن میں جمعیت کے دونوں دھڑوں کو اپنے ہاں اور گومل شہر میں جلسہ کروانے کا اہم کردار ادا کیا، لیکن اپنے گروپ اور مسلک کے مشہور علماء کی طرف سے میری حمایت کرنے پر مولانا فضل الرحمان گھبرا گئے، طلبہ کی تعداد کے بارے میں پوچھا تو ڈھائی تین سو کی بات سن کر کہا پشتو زباں میں کہ "یہ انبیاء اگر بڑے ہو گئے تو پھر ہماری یہاں جگہ نہ ہوگی"۔ میرا بھانجا پیرداؤد سنسنی خیز خبر سن کر حیران ہوا، غلط پروپیگنڈے کے نتیجے میں بعض طالبان نے مارنا چاہا، میرا گھر تباہ کیا، پھر مولانا فضل الرحمان نے جمعہ کے روز منبر پر تقریر کی، ٹانک کی جامع مسجد میں طالبان کو دجال کا لشکر قرار دیا لیکن میڈیا نے اس خبر کی کوئی کوریج نہ کی بلکہ لوٹا اینکر پرسن ڈاکٹر شاہد مسعود کا کالم دوبئی کے اردو اخبار "الشرق" میں شائع ہوا، جس میں یہ لکھا گیا تھا کہ "طالبان کہتے ہیں کہ ایک خود کش حملہ سے مولانا فضل الرحمان کو مارنا ممکن نہیں ہے اور دو خود کش ہم اس پر ضائع نہیں کرنا چاہتے ہیں۔" دہشت گردوں کے پیچھے جن صحافیوں اور سیاستدانوں کا ہاتھ تھا، آرمی چیف جنرل راحیل شریف کی طرح ان کو بھی کھل کر اپنے گذشتہ اعمالنامہ سے توبہ کرکے میدان میں آنا ہوگا۔ جنوبی وزیرستان کے آپریشن راہِ نجات میں طالبان کا رخ شمالی وزیرستان کی طرف تھا اور اب آپریشن ضرب عضب میں وہی لوگ جنوبی وزیرستان آگئے ہیں۔ جس طرح کراچی میں بھتہ خوری، ٹارگٹ کلنگ، اغواء برائے تاوان اور دیگر جرائم پر قابو پانے کیلئے آبادی کو مہاجر کیمپوں میں بھیج کر شہر کو فضائیہ کے جیٹ طیاروں سے بمباری کا نشانہ بنانے سے مسئلہ حل نہ ہوگا، ایسا ہی قبائلی علاقہ جات کے لوگوں کا مسئلہ دہشت گردوں کے حوالہ سے بہت پیچیدہ اور رنجیدہ ہے۔ جٹ طیاروں سے ذہن بدلتے تو انڈیا کشمیریوں کا بدل دیتا۔ البتہ ان کی قوت کا خاتمہ بہت خوش آئند ہے۔

ایک عرصہ سے قرآن کریم کی واضح آیات کے باجود ایک اہم ترین معاشرتی مسئلہ "میاں بیوی کے درمیان علیحدگی وطلاق کا معاملہ" واضح نہیں کیا جاسکا تو مسلمان کسی میدان میں اور کیا تیر مارتے؟، کیا یہ کافی نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے طلاق کی صورت میں عورت کیلئے عدت رکھی ہے، جو تین قروء یا مہینے ہے اور اس میں شوہر کو صلح کی شرط پر رجوع کا حق حاصل ہے، کوئی ایسی آیت، حدیث اور فطری دلیل ہے جو اس آیت میں صلح کی شرط پر رجوع کے حق کو کالعدم کردے؟۔ یہ کتنی بڑی بدقسمتی ہے کہ اتنی وضاحت کے باوجود معاملہ الجھا کر لوگوں کو عزتیں لٹوانے اور حلالہ پر مجبور کیا گیا۔ قرآن میں وضو کیلئے منہ دھونے کے بعد ہاتھوں اور سر پر مسح کرنے کے بعد پیروں کا ذکر ہے۔ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ "جب تک 70 مستند حدیثیں نہیں ملیں، میں نے موزے پر مسح کی اجازت نہ دی"۔ موزے کیلئے بھی ایسی شرائط لگائیں کہ "چمڑے کے ہوں اور تین میل تک پتھریلے علاقہ میں جوتے کے بغیر اس میں چلا جائے تو پھٹ نہ سکیں"۔ ایسا چمڑہ تو شاید دنیا میں کسی بھی جانور کا نہ ہو، اسلئے اس کے بغیر پر بھی گزارہ ہو رہا ہے، لیکن اصل بات یہ ہے کہ کوئی ایک بھی ایسی واضح مستند حدیث ہے جس میں مدت کے دوران اس آیت کے برعکس رجوع کے حق کو منسوخ قرار دیا گیا ہو؟، ہرگز ہرگز نہیں ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ **فلیطوفوا بالبیت العتیق** اور بیت عتیق یعنی بیت اللہ کا طواف کرو، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خانہ کعبہ کا طواف بھی نماز کی طرح عبادت ہے، اسلئے پاکی اور وضو کی حالت میں کرو، اصولِ فقہ میں احناف کا مذہب یہ پڑھایا جاتا ہے کہ اللہ کی کتاب کے حکم پر اس حدیث سے زیادتی کرنا جائز نہیں، اگر طواف کی طرح وضو کو بھی فرض قرار دیا تو اللہ کی کتاب اس پر منسوخ ہو جائے گی، اسلئے ہم وضو کو طواف کیلئے فرض نہیں واجب سمجھتے ہیں، مزے کی بات یہ بھی ہے کہ احناف کے نزدیک وضو ایک عمل ہے جس میں فرائض ہیں یا سنتیں مگر اس میں واجبات کا ماننا ممکن نہیں ہے۔ عام لوگ گرفت کی صلاحیت سے محروم ہوتے ہیں اسلئے تحقیق کی بجائے تقلید میں عافیت سمجھتے ہیں۔

میں نے ایک عرصہ سے خاموشی اسلئے اختیار کررکھی تھی کہ نیٹو کی فوجیں موجیں مار رہی تھیں اور اپنے اسٹیٹ کی پالیسیوں کا ادراک نہ ہوتو پھر ملک، قوم اور اپنا نقصان ہوتا ہے۔ مجھے کسی سے بھی کوئی گلہ نہیں سب نے اپنی اپنی جگہ مجھ سے زیادہ مشکلات کا میرے خیال میں سامنا کیا ہے۔ اب اگر محسود، وزیر، بیٹنی، داوڑ، مروت، بنوچی، اور دیگر لوگ مہمند، خیبر، اورکزئی، کرم، باجوڑ، سوات، بونیر، مردان، چارسدہ، نوشہرہ اور صوابی وغیرہ کے لوگ ایک مؤثر طریقہ سے انتہاپسندی کو شکست دیکر اسلام کے حقیقی تصورات کی طرف نہیں آئے تو پشت در پشت ان کی لڑائی اور دشمنی ختم نہ ہو سکے گی۔ پاک فوج کی یہ مجبوری ہے کہ کسی ایک کو سپورٹ کرکے دوسرے کو ختم کرے یا اس کے شر سے بچے لیکن عوام کو اپنا فرض پورا کرکے فساد کو ختم کرنا ہوگا۔

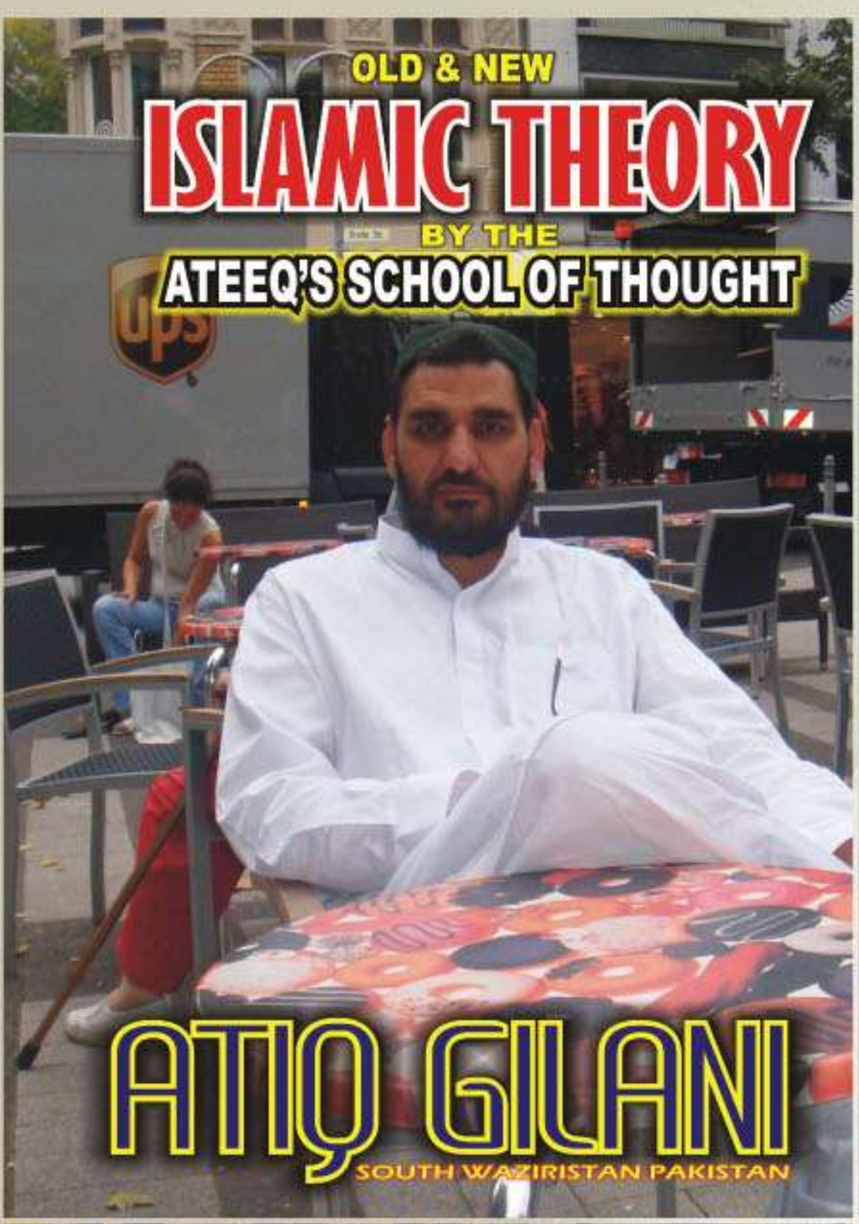
OLD & NEW
ISLAMIC THEORY
BY THE
ATEEQ'S SCHOOL OF THOUGHT
ATIQ GILANI
SOUTH WAZIRISTAN PAKISTAN

RELIGIOUS EXTREMISM AND
MY STRUGGLES
ATIQ GILANI
SOUTH WAZIRISTAN PAKISTAN

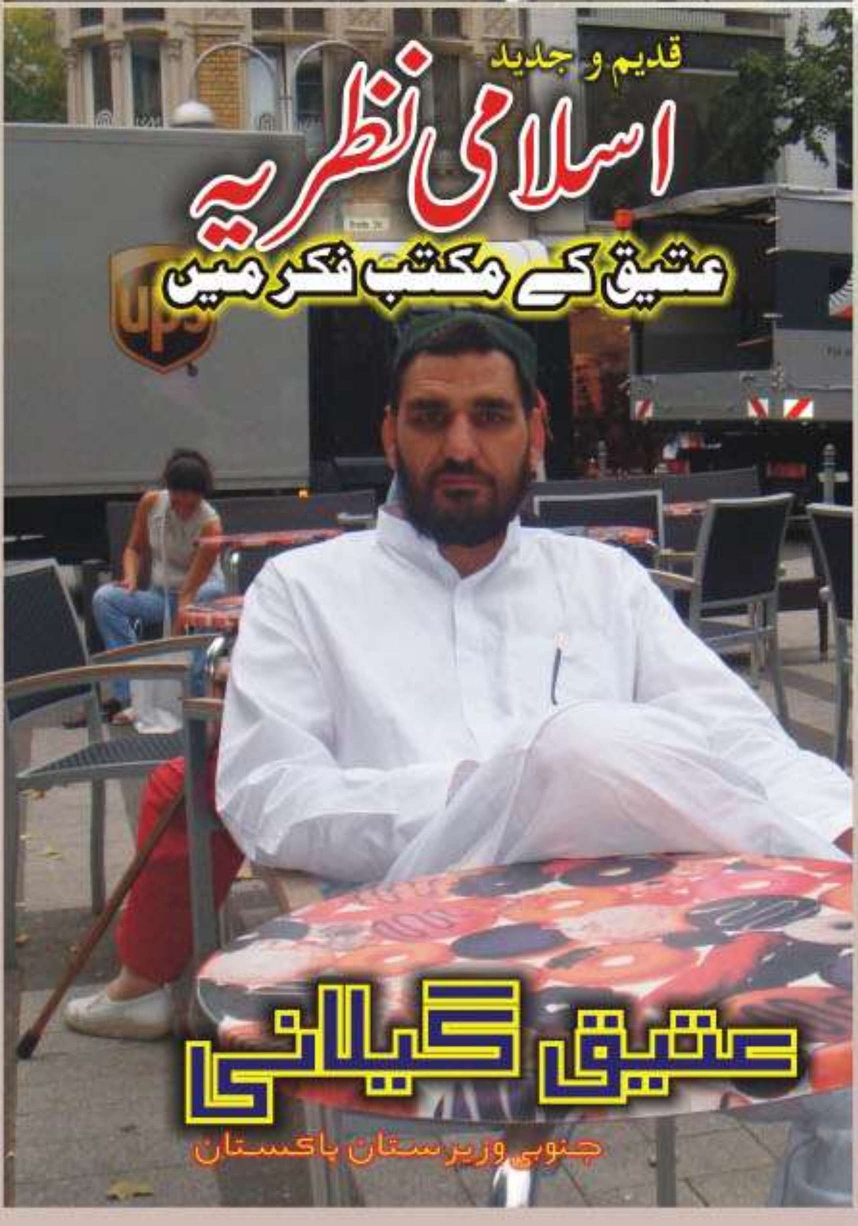
قدیم و جدید
اسلامی نظریہ
عتیق کے مکتب فکر میں
عتیق گیلانی
جنوبی وزیرستان پاکستان

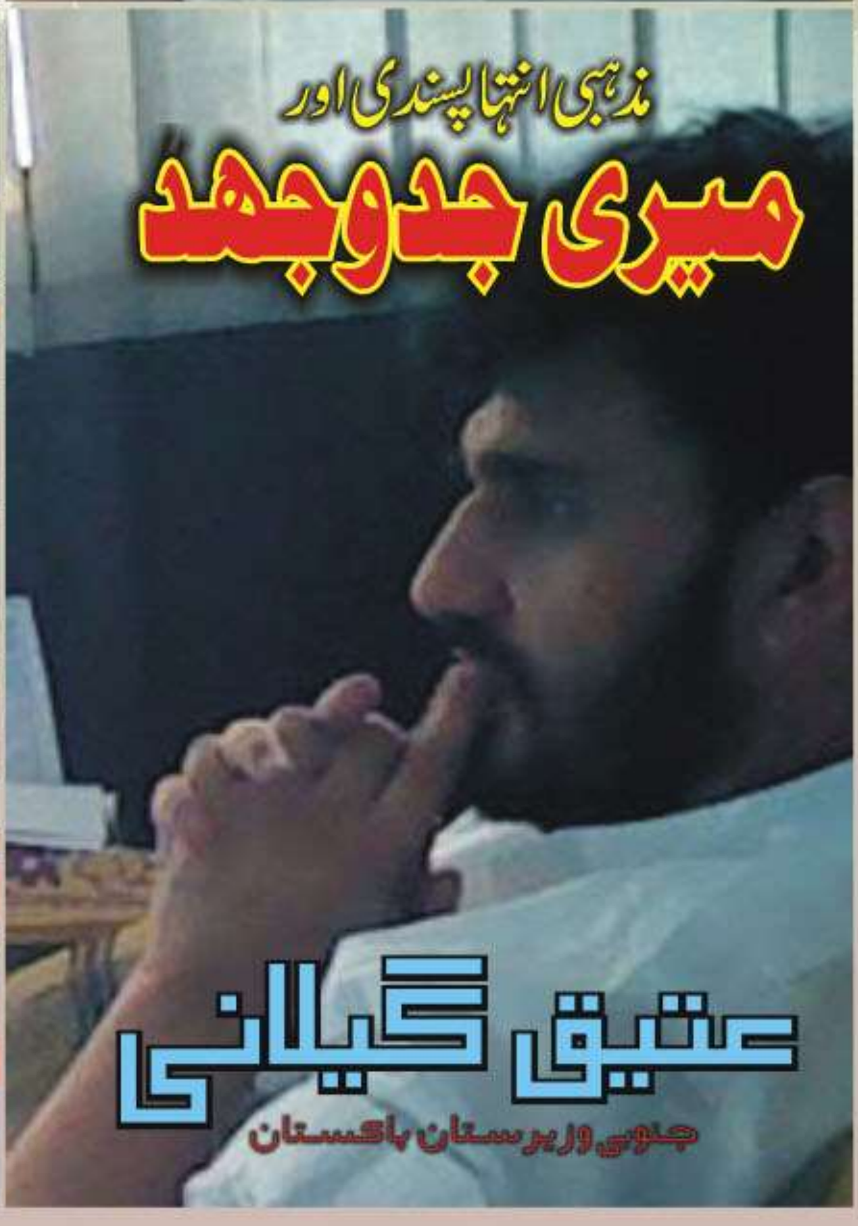
مذہبی انتہا پسندی اور
میری جدوجہد
عتیق گیلانی
جنوبی وزیرستان پاکستان

کالون جرمنی

چائنہ: اشرف میمن اور عتیق گیلانی

فرینکفرٹ جرمنی میں فاروق میمن، عتیق گیلانی، اشرف میمن اور فیروز چھیپا

سویڈن: عتیق گیلانی، اشرف میمن، سلیم سوریا

1 طہر: پاکی کے ایام	ماہواری	2 طہر: پاکی کے ایام	حیض	3 طہر: پاکی کے ایام	حیض

مولوی کی سوچ اور دماغ کی رسائی: قرآن وحدیث میں عدت اور اس میں طلاق واضح ہے مگر اصولِ فقہ میں ہے کہ ’’3 کا عدد خاص ہے۔ پاکی کے دنوں میں طلاق دی جاتی ہے، جس طہر میں طلاق دی جائے، وہ ادھورا ہوگا، اسلئے 3 کے عدد کو پورا کرنے کیلئے 3 حیض مراد لئے جائیں‘‘۔ مندرجہ بالا نقشہ پر غور کریں، طہر کی حالت میں طلاق دی جائے تو وہ طہر اصول فقہ کے اس اصول کے تحت ادھورا شمار ہوگا اور اگر اس طہر میں مباشرت کی ہو تو وہ بدرجہ اولیٰ ادھورا شمار ہوگا۔ جیسے دن میں کچھ کھائے پئے بغیر روزے کی نیت کی جائے اور یہ کہا جائے کہ روزہ ادھورا شمار ہوگا اور دن میں کچھ کھانے پینے کے بعد ادھورا روزہ رکھا نہیں جاسکتا۔

اصول فقہ میں عدت کے حوالے سے تین کے عدد خاص کا معاملہ تمام مسائل کے حل کا ذریعہ ہے۔ جیسے طہر کی حالت میں طلاق دی جائے اور وہ طہر ادھورا شمار ہو، اسی طرح سے اگر حیض کی حالت میں طلاق دی جائے تو وہ حیض بھی ادھورا ہی شمار ہوگا۔ مثلاً حیض کی حالت میں طلاق دی جاتی ہے تو اگر اس حیض کو شمار کیا جائے گا اور اس کے ساتھ دو حیض اور بھی شمار کئے جائیں تو عدت ادھوری ہوجائے گی۔ تین کے بجائے ڈھائی حیض شمار ہوں گے اور اگر اس کو شمار نہ کیا جائے اور اس کے علاوہ تین حیض شمار کئے جائیں تو عدت تین حیض کے بجائے ساڑھے تین حیض کی بن جائے گی۔

فقہاء اور علماء تقلید کی ایک ایسے خبط میں مبتلا ہیں جس کی وجہ سے نہ تو معاشرتی اصول کو سمجھتے ہیں، نہ ہی ریاضی کو سمجھتے ہیں اور نہ ہی اللہ کی کتاب کی تشریح کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ جس تین کے قاعدے کو انہوں نے ایک خاص اہمیت اور قرآن کیلئے اصول بنادیا ہے اگر ان کی ذہنیت معتبر قرار دی جائے تو عدت میں تین قروء کا کسی طرح سے اطلاق ممکن بھی نہیں کیونکہ اگر طہر میں طلاق دی جائے اور اس طہر کے علاوہ تین حیض کو تین عدد کی مدت قرار دیا جائے تو اس میں تین پر اضافہ ہوگا اسلئے کہ تین حیض شمار ہوں گے اور جس طہر میں طلاق دی ہے وہ مدت تین حیض پر اضافہ ہوگا۔ اگر وہ کہیں کہ اس کو شمار نہ کیا جائے گا تو یہ نری بکواس ہوگی، اسلئے کہ مولوی کو زوردار تھپڑ ماری جائے اور پھر یہ کہا جائے کہ شمار نہ کی جائے تو کیا وہ شمار نہ ہوگی؟۔ عدت تو عورت نے گزارنی ہے اگر اس کو طلاق ہوگئی اور طہر کی وہ مدت انتظار میں شمار نہ ہو تو کیا اس سے بڑھ کر خبط اور پاگل پنا ہوسکتا ہے؟۔

اس فحش اختلاف کا الجھاؤ اس وقت ختم ہوگا جب دن میں روزہ کی طرح عدت اور طلاق کو لازم ملزوم قرار دیا جائے۔ روزہ رات کو اور نہ ہی ادھورا رکھا جاسکتا ہے، البتہ روزہ کی تکمیل رات کے شروع ہونے پر ہوجاتی ہے جبکہ عدت کی تکمیل کیلئے طہر کے علاوہ تکملہ کی حیثیت سے حیض بھی شامل ہے، احناف کی یہ منطق کہ تین کے لفظِ خاص پر عمل کیلئے طہر کو عدت میں شمار نہ کرنا کسی طور سے بھی درست نہیں ہوسکتا، عقل ونقل کیلئے اس کے صحیح ہونے کا کوئی بھی احتمال نہیں ہے۔ سورۂ طلاق میں اللہ تعالیٰ نے عدت کیلئے طلاق کا حکم دیا ہے اور اس میں طہر ہی کو عورتوں کی عدت قرار دیا ہے، حیض میں مقاربت تو ویسے بھی منع ہے اور انتظار کی اصل حالت بھی پاکی کے ایام ہی ہوتے ہیں، علماء نے یہ منطق گھڑ دی ہے کہ طہر کی حالت عدت الرجال ہوتی ہے یعنی مردوں کی عدت جس میں وہ طلاق دیتے ہیں اور حیض عدت النساء ہوتی ہے یعنی عورتوں کے انتظار کا زمانہ۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے **فطلقوھن لعدتھن** فرمایا **فطلقوھن لعدتکم** نہیں، پھر تو حیض کی حالت میں طلاق دینے کا حکم بنے گا۔ مولانا سلیم اللہ خان سمیت سب اپنے موقف سے دستبردار ہونے کا اعلان کریں تو ان کی اسی میں عزت ہے۔

1: اللہ تعالیٰ نے سورۂ طلاق میں عورتوں کو ان کی عدت میں طلاق دینے کا حکم فرمایا ہے اور جیسے روزہ رکھنے کیلئے سیاہ وسفید دھاری اور فجر سے رات تک کا وقت متعین کیا ہے، اسی طرح سے **واحصوا العدة** عدت کو شمار کرنے کیساتھ طلاق میں اس کا احاطہ کرنے کی وضاحت بھی ہے۔ یہ اس وقت ہی ممکن ہے کہ طہر میں روزہ کی طرح پرہیز کیا جائے، دوسرے اور تیسرے طہر میں یہاں تک کہ عدت پوری ہوجائے۔ جیسے روزہ دن کے درمیان

سے یارات کونہیں رکھا جاتا اور اگر رمضان میں رات کو آنکھ لگے طلوع آفتاب کے بعد کھلے اور کچھ کھایا پیا نہ ہو تو روزہ پورا شمار ہوگا۔

2: اگر طہر ادھورا شمار کرنے پر تین کے عدد پر اثر پڑے تو تین حیض پورے ہوں گے اور اس ادھورے طہر سے حقیقت میں 3 کے عدد پر خاصا اضافہ ہوگا۔ اسلئے کہ حیض کی مدت طہر کے مقابلہ میں بہت کم ہوتی ہے۔ حیض زیادہ سے زیادہ مہینہ میں 10 دن ہوگا اور تو طہر اس کا دگنا 20 دن ہوگا اور حیض 3 اور طہر 27 دن ہو، تو پھر طہر حیض کا 9 گنا ہوگا۔ طہر میں ملاپ ہوا اور حیض سے پہلے طلاق دی جائے تو بھی عدت حقیقت میں ادھوری ہوگی اسلئے کہ تین حیض تین ماہ سے کم ہیں۔

3 : حیض میں طلاق ہو، اس کو عدت میں شمار کریں تو 3 کے عدد اور عدت میں بھی کمی اور عدت میں شمار نہ کریں تو 3 عدد اور عدت پر اضافہ۔

مولانا سلیم اللہ خان نے جمہور علماء اور حافظ ابن تیمیہ، علامہ ابن قیم کا یہ اختلاف نقل کیا ہے کہ حیض میں طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟ اور ابوداؤد کی اس روایت کو ان لوگوں کی طرف سے دلیل کے طور پر پیش کیا ہے جو حیض میں طلاق واقع نہ ہونے کے قائل ہیں۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اس حیض کو عدت میں شمار نہیں کیا گیا ہے اور بخاری میں ...**ثم تحیض ثم تطهر، فتلک العدة التی امر الله** (کشف الباری، کتاب الطلاق)

اصل شاخسانہ کی جڑ یہ ہے کہ عورت پر شوہر کے حق کو قرآن نے واضح کیا ہے کہ عدت کی تین مدتوں تک انتظار کرے لیکن ظالم سماج نے پہلے تو عدت کا تصور ہی طلاق سے جدا کرلیا، مرد طلاق کے ہتھیار کے بل بوتے پر زندگی بھر عورت کو رُلا سکتا ہے لیکن لو خود ہی اپنے دام میں صیاد آ گیا۔ جو حیض میں طلاق کے قائل نہیں، انکی مدد سے عدت شمار نہ کرنے پر اتفاق عجیب ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے بقول ''بس تقلید کے سہارے اس کو اپنے جبڑے میں مضبوط پکڑا ہوا ہے''، جس حیض میں طلاق دی ہو، وہ عدت میں متفقہ طور سے شمار کی جائے اور احناف کے مطابق طلاق واقع ہو تو ایمانداری سے بتایا جائے کہ پھر قرآن کے عدد خاص 3 پر عمل ہوگا؟۔ ہرگز نہیں!۔ کیونکہ اس ادھورے حیض کا اضافہ یقینی ہوگا، پھر علماء کا جواب ہوگا کہ جب شمار ہی نہیں کرتے تو اضافہ کیوں؟ جب زناٹے دار تھپڑ گال پر مارا جائے، جس سے دستار بھی دور جا کر گر پڑے اور کہہ دیا جائے کہ اس کو شمار نہ کیا جائے تو کیا وہ شمار نہ ہوگا؟۔ حیض میں طلاق دی جائے، طلاق ہو لیکن عدت شمار نہ کی جائے، اسلئے کہ عورت کے انتظار کی مدت میں حقیقی اضافہ سے عمر بھر بھی فرق نہ پڑے گا، مشکوٰۃ کی روایت میں حضرت ابوہریرہؓ کو حدیث کا پیغام پہچانے پر حضرت عمرؓ نے ان کے سینہ پر زوردار مکا مارا تھا لیکن علماء اپنے پیشہ کی خاطر اسلام کا بیڑہ غرق کردیں پھر بھی اسلام کو مسخ کرنے کو یہ رحمت قرار دیتے ہیں۔

علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ مدرسہ کیلئے ایک سال کے اخراجات کا بجٹ بنا لیتے تھے اور بجٹ پورا ہونے کے بعد زکوٰۃ کی زائد رقم لینا جائز نہیں سمجھتے تھے لیکن دارالعلوم کراچی والے لاکھوں، کروڑوں اور اربوں روپے کی زائد رقم کو بھی سالوں سال تک زکوٰۃ کے نام پر جمع رکھنے کو ناجائز نہیں سمجھتے تھے۔ علامہ یوسف بنوریؒ کے نزدیک زکوٰۃ کی رقم سال سے زیادہ عرصہ تک جمع رکھنے سے زکوٰۃ کے مقاصد فوت ہوجاتے تھے، جیسے کسی کیلئے زکوٰۃ نکالنا فرض تھا تو مستحق تک اسکا پہنچنا بھی ضروری تھا، جامعہ بنوری ٹاؤن میں طلبہ کو زکوٰۃ کا مالک بنادیا جاتا ہے اور پھر کچھ رقم وہ جیب خرچ کیلئے رکھ لیتے ہیں اور کچھ کھانے کے اخراجات کیلئے جمع کردیتے ہیں، جبکہ دارالعلوم کراچی میں طلبہ کی طرف سے مدرسہ کے مالکان خود ہی وکیل بن جاتے ہیں اور پھر زکوٰۃ کی رقم سے تجارت وغیرہ بھی کی جاتی ہے، مفتی محمودؒ نے جنرل ضیاء کے دور میں بینک سے زکوٰۃ کی رقم کو سود اسلئے قرار دیا تھا کہ اصل مال باقی رہتا ہے اور سود کی رقم میں سے زکوٰۃ کی ادائیگی نہیں ہوتی لیکن مفتی تقی عثمانی ان کیخلاف کھڑے ہوگئے اور اپنی منطق سے سود کی رقم کو زکوٰۃ بنانے کا جواز دیا۔

اب پھر اسلام کے نام سے بینک کے سودی نظام کو مفتی تقی عثمانی نے جواز عطا کیا اور جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی نے اس کی مخالفت میں کردار ادا کیا۔

زکوٰۃ کے مسئلہ پر جنرل ضیاء الحق کی مخالفت کرنے والے مفتی محمودؒ ہار گئے اور جنرل ضیاء الحق کے ریفرینڈم کو اسلام اور کفر کا مسئلہ قرار دینے والے شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی جیت گئے۔ امام ابوحنیفہؒ جیل میں فوت ہوکر ہار گئے اور قاضی القضاۃ امام ابویوسف وقت کے بادشاہ کو حرمت کے منافی حیلہ بتانے والے جیت گئے۔ جہری نماز میں بسم اللہ کو جہر سے پڑھنے والے امام شافعیؒ نے کیا قصور کیا تھا کہ منہ کالا کرکے گدھے پر گھمایا گیا، امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ بھی علماء سو سے ہار گئے، حاجی عثمانؒ کا مولانا یوسف لدھیانویؒ نے فرمایا کہ امام مالک کی طرح نام ہوگا لیکن مخالفین گمنام ہوں گے۔

ولا یحل لھن ان یکتمن ما خلق اللہ فی ارحامھن ان کن یؤمن باللہ و الیوم الأخر (البقرہ: آیت 228)
اوران کے لئے حلال نہیں کہ چھپائیں جو پیدا کیا ہے اللہ نے ان کے پیٹ میں اگر وہ ایمان رکھتی ہیں اللہ پراور آخرت کے دن پر

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بار بار عدت کی تکمیل کے بعد بھی میاں بیوی کے درمیان رجوع کی گنجائش کی وضاحت کی ہے۔اولاد کی پیدائش کے بعد علیحدگی کے فیصلے پرنظرثانی ہوسکتی ہے اسلئے عدت بچے کی پیدائش تک رکھی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ نے عدت کی تکمیل کے بعد معروف طریقے سے رجوع کی گنجائش کی وضاحت کی ہے،اور معروف طریقہ ایک عام انسانی معاشرہ بڑے احسن طریقے سے سمجھتا ہے۔البتہ علماء نے اپنی منطق سے اس معروف طریقے کو بہت بڑا منکر طریقہ بنادیا ہے۔مسئلہ ۲۶: بچے کا اکثر حصہ باہر آچکا تو رجعت نہیں کرسکتا مگر دوسرے سے نکاح اس وقت حلال ہوگا کہ پورا بچہ پیدا ہولے۔(ردالمختار، کتاب الطلاق، باب العدۃ، ج۵،ص۱۹۳)(علامہ غلام رسول سعیدی،نعم الباری فی شرح صحیح البخاری، ج10،ص766)

اگر عدت کی تکمیل پر رجوع کو قرآن کے مطابق باہمی رضامندی سے مشروط کردیا جاتا تو عدت کی تکمیل میں رجوع اور دوسری جگہ نکاح کیلئے اس قسم کے بیہودہ مسائل کھڑے کرنے، گھڑنے، بنانے اور استنباط کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔کاش علماء کرام قرآن کی طرف متوجہ ہوکر اپنے نصاب پر نظرِ ثانی کریں،سندھی، مہاجر اور بلوچ اور دوسری برادریوں سے تعلق رکھنے والے ایسے افراد کو میں ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ جن کے ہاں یہ رسم ورواج ہے کہ میاں بیوی میں سے ایک کی وفات پر دوسرے کیلئے اس کا چہرہ دیکھنا بھی شریعت کے خلاف سمجھا جاتا تھا۔روزنامہ جنگ کراچی میں ''آپ کے مسائل اوران کا حل'' میں مولانا مفتی سعید احمد جلال پوری نے بھی لکھا تھا کہ ''میاں بیوی میں سے ایک کا انتقال ہوجائے تو دوسرے کی حیثیت اجنبی کی ہوجاتی ہے۔'' حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا تھا کہ ''اگر آپ مجھ سے پہلے فوت ہوجائیں تو میں خود غسل دوں گا۔'' حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد آپؓ کی زوجہ محترمہؓ نے ان کو غسل دیا اور جب حضرت فاطمہؓ کی وفات ہوئی تو شوہر حضرت علیؓ نے ان کو غسل دیا تھا۔

مسئلہ: مرد اپنی دُبر اور عورت اپنی فرج میں مردہ کا ذکر یا اُنگلی یا لکڑی داخل کردے تو غُسل نہیں۔(عین الھدایہ: کتاب الطھارات، فصل فی الغسل، ج۱،ص ۸۸)۔حقیقۃ الفقہ صفحہ(۲۵۰) تالیف مولانا محمد یوسف جے پوریؒ تحقیق وتخریج محمد سرور عاصم نعمان پبلیکیشنز اشاعت: دسمبر۲۰۰۴ء مکتبہ اسلامیہ(۱) لاہور: بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار فون۔۷۳-۷۲۴۴۹۷۳۔(۲) فیصل آباد: بیرون امین پور بازار کوتوالی روڈ۔

ان عورتوں کیلئے جو نکاح کا میلان نہیں رکھتیں،اللہ نے زینت کی نمائش کے بغیر کپڑے اتارنے کی بھی اجازت دی ہے اور چہرہ اگر زینت میں شامل ہوتا تو پھر حج میں چہرہ چھپانے پر شریعت میں قربانی کا جرمانہ بھی نہ لگتا۔ایک بڑھیا یا ایک بڈھے کی میت کو دوست احباب، رشتہ دار اور پڑوسی دیکھ سکتے ہیں لیکن میاں بیوی کا ایک دوسرے کو دیکھنا شرعاً ممنوع ہو۔مردے کا چہرہ دیکھنا زوجین کیلئے شرعاً ممنوع اور مردے کے عضوِ تناسل کو مرد اپنے پیچھے یا کوئی عورت آگے سے ڈالے تو اس کا شرعی حکم لکڑی کی طرح ہو، جس پر غسل نہیں۔یہ شرمناک بدنام ''مذہبی شریعت'' علماء کی ہے اسلام کی نہیں۔

مولانا سلیم اللہ خان نے لکھا: مخطوبہ کے کتنے حصے کو دیکھا جاسکتا ہے؟ عورت کو قبل النکاح دیکھنے کی اجازت تو ہے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ اسکے کتنے حصے کو دیکھا جاسکتا ہے؟ اس پر تو جمہور کا اتفاق ہے کہ وجہ (چہرہ) اور کفین (ہتھیلی) کو دیکھا جاسکتا ہے، وجہ (چہرہ) سے اسکے جمال کا اندازہ ہوجائیگا اور کفین سے اسکے جسم کی نعومت اور نرمی کا اندازہ ہوجائے گا، امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ شرمگاہ کے علاوہ جو بھی حصہ دیکھنا چاہے دیکھ سکتا ہے۔ علامہ ابن حزم اور داؤد ظاہری فرماتے ہیں کہ جسم کے ہر حصے کو دیکھ سکتا ہے۔جمہور علماء فرماتے ہیں کہ عورت کی اجازت کے بغیر دیکھ سکتا ہے۔امام مالک کی ایک روایت میں اسے دیکھنے کیلئے اجازت شرط ہے (فتح الباری227/9)۔البتہ جو پہلی روایت انہوں نے پیش کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چہرہ دیکھ سکتا ہے کیونکہ اس میں **فکشف عن وجھک الثوب** کے الفاظ وارد ہیں اور واہبہ کی جو روایت انہوں نے ذکر کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اوپر سے نیچے تک دیکھ سکتا ہے۔(کشف الباری شرح کتاب النکاح،ص228 ،مکتبہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی)۔

اوپر سے نیچے تک سرسری نظر ہی ہوسکتا ہے اور چہرے سے پردہ اٹھانا بھی فطری بات ہے لیکن مذہبی تقلید بھی عجیب دل کا اندھا پن ہوتا ہے۔

عورت کمزور ہوتی ہے اسلئے طاقتور مرد اس سے جبری شادی بھی کر لیتا ہے اور والدین بھی اس کی پسند نا پسند کو خاطر میں لائے بغیر اس کی جبری شادی کرنے کو اپنا حق سمجھتے ہیں، بھاگ کر شادی کرنے والی خاتون کے بارے میں سوال اُٹھتا ہے کہ اس کی شادی ہوئی یا نہیں؟، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہوجاتی ہے اور باقی ائمہ امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام جعفر صادقؒ کے نزدیک والدین اور سرپرستوں کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوا، یہ تعلق ناجائز ہوگا، اسلئے کہ حدیث میں آتا ہے کہ **من نکحت بغیر اذن ولیھا فنکاحھا باطل باطل باطل** ''جس نے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو اس کا نکاح باطل ہے، باطل ہے، باطل ہے''۔ احناف کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے لیکن خبرِ واحد ہے اس کے مقابلہ میں قرآنی آیت **حتٰی تنکح زوجا غیرہ** ''یہاں تک کہ وہ نکاح کرلے'' کی زیادہ اہمیت ہے جس میں نکاح کرنے کی نسبت براہِ راست عورت کی طرف کی گئی ہے، امام مالکؒ کے نزدیک نکاح تو عورت ہی کرتی ہے لیکن اس میں ولی کا کردار ضروری ہے، اس کی اجازت کے بغیر شادی نہیں ہوسکتی، چنانچہ قرآنی آیت **فلاتعضلوھن ان ینکحن ازواجھن** ''پس ان کو اپنے شوہروں سے نکاح کرنے سے مت روکو'' میں ولی کی اجازت ایک قانونی حیثیت رکھتی ہے، احناف کے نزدیک یہ قانونی نہیں اخلاقی رکاوٹ کھڑی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ جو لڑکیاں بھاگ کر شادی کرتی ہیں، ان کا نکاح ہوتا ہے یا نہیں؟ اکثریت کے ہاں نہیں تو ان کے نزدیک اس تعلق کی کیا حیثیت ہوگی؟۔ ہمارے ہاں عدالتوں میں حنفی مسلک کا قانون رائج ہے لیکن حنفی معاشرے میں بھی بیشتر اوقات ایسے جوڑے مار دیئے جاتے ہیں۔

اگر مسئلہ کو جڑ یا سر نہیں دُم سے پکڑنے کی کوشش کی جائے تو دُم کٹ جائیگی لیکن مسئلہ حل نہ ہوگا، اس بات پر اتفاقِ رائے موجود ہے کہ ''لڑکی کی ناپسند کے باوجود باپ اس کا نکاح کرائے تو یہ نکاح نہیں ہوتا'' اور اسی عنوان سے صحیح بخاری میں حدیث بھی موجود ہے۔ جب معاشرے میں شریعت کے اس متفقہ اصول کو رواج دیا جائے تو کبھی بھی معاشرے میں لڑکی کے بھاگنے کی ناگوار صورتحال سامنے نہیں آئے گی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جن خواتین کی زبردستی سے شادی کرادی جاتی ہے یا کوئی بھاگ کر شادی کرلیتی ہے تو شریعت میں اس پر حرام کاری کا اطلاق ہوگا تو اس کا واضح جواب یہ ہے کہ نکاح کا تعلق کھانے کے اشیاء کی طرح حلال وحرام سے نہیں ہوتا بلکہ میاں بیوی کے درمیان قانونی رشتے کا نام نکاح ہے، نکاح کے بغیر یہ تعلق زنا ہے۔ بیوہ اور طلاق شدہ عورت کنواری کی نسبت زیادہ آزاد وخود مختار ہوتی ہے لیکن قرآن نے ان کیلئے بھی **وانکحوا الایامیٰ منکم و صالحین من عبادکم وامائکم** ''اور بیوہ، طلاق شدہ اور اپنے نیک غلاموں اور لونڈیوں کا نکاح کراؤ'' فرمایا ہے لیکن لونڈیوں سے **فنکحوھن باذن اھلھن** ''ان سے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرو'' کا حکم واضح ہے۔ علماء بیچارے معاشرتی معاملات کو معاشرتی پیمانے پر سمجھنے کی بجائے اپنی اپنی منطقوں میں الجھ کر رہ گئے اور قرآن وسنت ہی نہیں اللہ کی کتاب قرآن میں بھی ان کو تضادات دکھائی دینے لگے جو رہنمائی نہیں اسلام سے دوری اور گمراہی کا راستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **الزانی لاینکح الا الزانیۃ او المشرکۃ والزانیۃ لاینکحھا الا الزانی او المشرک و حرم ذالک علی المؤمنین** ''زناکار مرد نکاح نہیں کرتا مگر زناکار عورت یا مشرکہ سے اور زناکار عورت کا نکاح نہیں کرایا جاتا مگر زناکار مرد یا مشرک سے اور یہ مؤمنوں پر حرام کردیا گیا ہے۔'' اس آیت میں نکاح کے حوالہ سے حرمت کا ذکر ہے لیکن اس حرمت کا کوئی بھی قائل نہیں، زناکار مرد یا عورت سے شادی کی جائے تو اس تعلق کو آیت کے مطابق حرام نہیں قرار دیا جاتا ہے۔ بدکار اور مشرک کو یکساں قرار دینے سے بھی پتہ چلتا ہے کہ علماء نے نکاح کے حلت وحرمت کے حوالہ سے قرآن وسنت کو اپنے منطقی زباں میں سمجھنے میں بہت غلطیاں کی ہیں۔

لایحل لہ حتٰی تنکح زوجاً غیرہ سے زیادہ سخت اور جاندار الفاظ **وحرّم ذٰلک علی المؤمنین** کے ہیں لیکن اگر مؤمن مرد کسی بدکار عورت یا مؤمن عورت کا کسی بدکار مرد سے نکاح ہوجائے تو اس میں ازدواجی تعلق کو ناجائز اور حرامکاری سے تعبیر نہیں کیا جاتا ہے۔ نکاح کرنے کے فعل کو حلال نہ سمجھنا یا حرام قرار دینا ایک بالکل جداگانہ بات ہے اور اس تعلق کو حرامکاری قرار دینا بالکل دیگر اور جدا بات ہے۔ مثلاً کسی بھی عورت سے زبردستی اور ڈنڈے کے زور سے شادی کرنا یا کرانا قطعی طور پر حلال نہیں بلکہ ناجائز وحرام ہے لیکن اگر شادی کے بعد میاں بیوی برضا ورغبت رہتے ہیں تو اس تعلق کو حرامکاری نہیں قرار دیا جاسکتا ہے، حرام کے لفظ سے قانونی نکاح کے بعد حرامکاری کے تعلق کا تأثر لینا بھی انتہائی درجہ کی جہالت اور

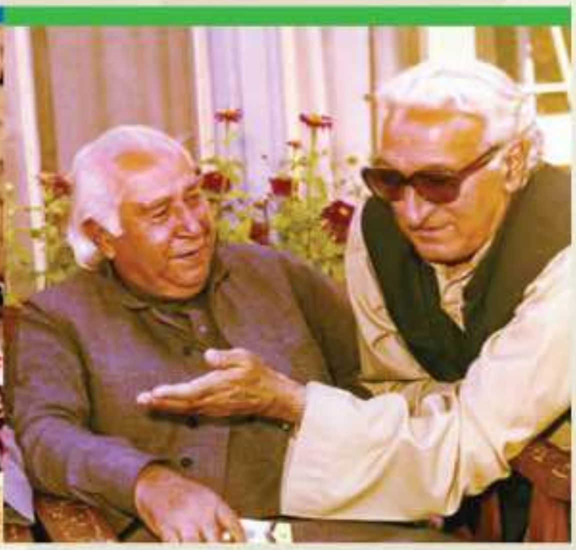

انقلابی شاعر حبیب جالب کے قائدین ولی خان، غوث بخش بزنجو

قائداعظم اپنی بیٹی اور بہن کے ساتھ

افغانستان کے حکمران امیر امان اللہ خان اور انکی بیگم ثریا خاتون اول

علامہ شاہ تراب الحق قادری

محمود خان اچکزئی کے والد عبدالصمد خان شہید اپنی فیملی کے ساتھ

ابوالخیر زبیر، مولانا فضل الرحمٰن، علامہ ساجد نقوی، علامہ ساجد میر

مولانا معراج الدین شہید، مولانا نور محمد شہید

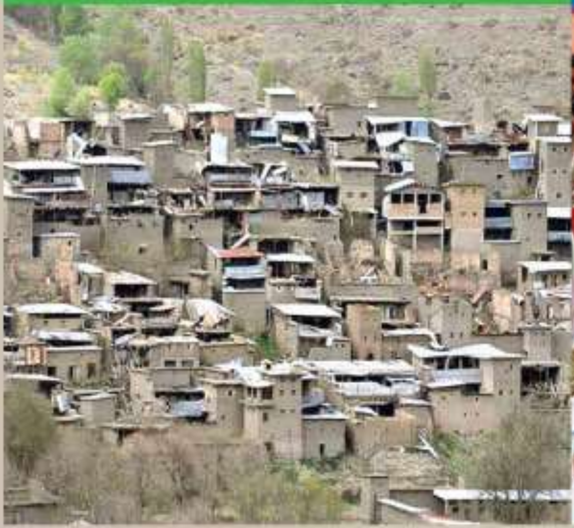

کانیگرم شہر جنوبی وزیرستان کی جھلک

نواز شریف ڈاکٹر طاہر القادری کو امام مہدی سمجھ کر میزبانی کرتے ہوئے

مسجد الہبیہ خانقاہ چشتیہ سوکوارٹر کورنگی کراچی جہاں سے تحریک کا آغاز ہوا

ارشاد نقوی، عبدالکریم، فیروز علمدار، عبدالقدوس بلوچ، عتیق گیلانی، ملک اجمل

نادرشاہ، عبیداللہ صدیقی، توفیق میمن، عثمان مالک، مختار سائیں، صدیق بندھانی،
عارف شیخ، عزیز بندھانی، خلیفہ پیر عبدالمالک ؒ، کریم بخش صدیقی، نوشاد صدیقی

محمد منیر کوکنی، قاری سلیم اللہ برمی، حافظ رحمت اللہ برمی، ڈاکٹر احمد جمال، جاوید صدیقی، اشفاق احمد،
انور، حنیف عباسی، خلیفہ پیر اصغر علی، محمد فاروق شیخ، حافظ شاہد جمال

سید عتیق الرحمٰن گیلانی اپنے بیٹے ابوبکر اور عمر کے ساتھ

غلام محمد ؒ، اعجاز صدیقی، عبدالماجد، مولانا شبیر احمد، عتیق گیلانی، عمران مالک

محمد حنیف ؒ، محمد آصف، محمد قدیر، حافظ عبدالشکور، محمد رفیق،
حسین، امین اللہ یوسفزئی، محمد شفیع، ساجد نور

ایاز صدیقی، شیر علی، رجب علی، ادریس، منیر احمد،
ارشاد بھوجانی ؒ، یاسین میمن، عزیز یوسفزئی

قرآن سنت سے ناواقفیت کی دلیل ہے، سورۂ تحریم میں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ لم تحرم ما احل الله لک ''آپ کیوں حرام کرتے ہیں جس کو اللہ نے آپ کیلئے حلال کیا ہے۔'' امام رازیؒ نے اپنی تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ کی طرف اس آیت کی وجہ سے حرامِ شرعی کی نسبت کرنا کفر ہے، آپ ﷺ نے حرام نہیں قرار دیا تھا بلکہ خود کو حضرت ماریہ قبطیہؓ کے پاس جانے سے روکا تھا۔'' جیسے اللہ تعالیٰ نے خنزیر کے گوشت کو حرام قرار دیا تو یہ حرامِ شرعی ہے اور شہد طیبات میں سے ہے اس کو اپنے اوپر حرام قرار دینا حرامِ عرفی ہے، اور دونوں میں بہت فرق ہے۔ اسی طرح کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جن محرمات ماں، بیٹی، بہن......الخ کا ذکر کیا ہے اور ان کے علاوہ کو جائز قرار دیا ہے تو اس میں حرامِ شرعی کی وضاحت ہے اور بدکاروں سے شادی کو حرام قرار دیا ہے تو اس میں حرامِ عرفی کی بات ہے۔ یہ بات علماء کرام کو سمجھانے کی ضرورت ہے کہ دنیا نے تسخیرِ کائنات کے قرآنی نظریہ پر عمل کرکے زمین و آسمان کی قلابیں ملادی ہیں اور قرآنی آیات کے معاشرتی تقاضوں کو سمجھ کر دنیا میں معاشرتی انقلاب لایا جاسکتا ہے لیکن اس میں سب بڑی رکاوٹ علماء کی قرآن وسنت اور فقہ وسمجھ سے دُوری ہے، جس دن علماء نے قرآن وسنت اور فقہ کو سمجھ کر عوام کو سمجھانا شروع کردیا تو قرآن کے اعجاز سے پوری دنیا میں ایک ایسا معاشرتی انقلاب آجائیگا کہ عالمِ انسانیت دم بخود اور دنگ رہ جائے گی۔

یہ بات بہت کم لوگوں کے علم میں ہے کہ قرآن میں نکاح کیلئے گواہی کا تصور نہیں، جب حضرت زیدؓ نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور وہ عدت سے فارغ ہوگئیں تو اللہ تعالیٰ نے خود اعلان فرمادیا کہ ''ہم نے اس کو آپ کی زوجہ بنادیا۔'' بخاری شریف کی روایت ہے کہ جب نبی ﷺ نے حضرت صفیہؓ سے نکاح کیا تو شبِ زفاف کے بعد ولیمہ میں بھی صحابہؓ کو نکاح کا پتہ نہیں تھا اور ایک دوسرے کے سوال کا جواب یہ دے رہے تھے کہ اگر پردہ کروایا تو نکاح ہوگا نہیں تو لونڈی ہوگی۔ امام بخاریؒ کو نکاح کے خطبہ کے حوالہ سے قابلِ اعتماد روایت نہ ملی تو اعرابیوں کی تقریر پر نبی ﷺ کا یہ قول نقل کیا کہ ''بعض بیان سحر ہوتا ہے۔'' علامہ ابن رشدؒ نے حضرت امام حسنؓ کا یہ مسلک لکھا ہے کہ ''نکاح منعقد ہونے کیلئے گواہوں کی موجودگی شرط نہیں، البتہ جوں جوں لوگوں کو معلوم ہو تو اس کو چھپانا جائز نہیں اور اعلانیہ نکاح کا یہی مطلب ہے۔'' احناف کے نزدیک دو گواہوں کی موجودگی کے بعد نکاح کو خفیہ رکھنے سے بھی اعلان کا مقصد پورا ہوجاتا ہے، مجبوری کا نام شکریہ ہے لیکن اسلامی احکام کھل کر سامنے لائے جائیں تو مجبوری کی بجائے ایک متوازن اور معتدل معاشرہ وجود میں آسکتا ہے۔ والدین اور عوام سے چھپ کر دو فاسق کی گواہی کو اعلان قرار دینا بڑا مضحکہ خیز ہے۔

نکاح اور ازدواجی تعلق کے بعد رشتہ توڑنے اور طلاق کے حوالہ سے عدت کے ذریعہ قرآن وسنت میں اس مضبوط بندھن کو قائم رکھنے پر زور دیا گیا ہے اور عدت پوری ہونے کے بعد فیصلہ کن مرحلہ واضح ہے۔ اگر اس وقت توجہ نہ دی تو ہما کی کیا حیثیت ہے جو اُٹھ کے کسی دوسرے کے سر پر بیٹھ جائے۔ بیوی جو بچوں کی امی، شناخت، پہچان، ولی وارث، سکون کا ذریعہ، غیرت وحمیت کی آماجگاہ، بہترین متاع ہو۔ زندگی کی دولت، اثاثہ جات کا محور ومرکز ہو۔ دنیا کی واحد شئی ہو جو جنت میں بھی ہمیشہ ساتھ رہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کو اطمینان اور بیوی کو سکون کا ذریعہ بتایا ہو۔ جسکے بغیر حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں تمام فرشتوں کے سجدوں سے بھی سکون نہ ملا۔ اس متاع عزیز کو ہاتھوں سے جاتے دیکھ کر کس کی ہمت کہ برداشت کرلے؟۔ عدت پر جن الفاظ میں بیوہ کو شادی کی اجازت ہے، ان الفاظ میں طلاق کی عدت پر رجوع کی ترغیب ہے۔ بچے کی پیدائش دلچسپی، محبت، احساسِ ذمہ داری، مشترکہ اولاد، ولی وارث، والدین کیلئے دنیا وآخرت کا ذخیرہ اور بہت کچھ ہے، اسلئے بچے کی پیدائش تک جدائی کا راستہ روکا گیا ہے مسئلہ ۲۶: بچے کا اکثر حصہ باہر آچکا تو رجعت نہیں کرسکتا مگر دوسرے سے نکاح اس وقت حلال ہوگا کہ پورا بچہ پیدا ہولے۔ (ردالمختار، الطلاق ج ۵، ص ۱۹۳۔ علامہ غلام رسول سعیدی، نعم الباری فی شرح صحیح البخاری، ج10، ص766)

لکھنے والے اور نقل کرنے والے کو شرم نہ آئی کہ مشہور مقولہ ہے ''شرع میں شرم نہیں''۔ حیاء ایمان کا شعبہ ہے، مجھے بڑی شرمندگی کا احساس کہ کیا نقل کررہا ہوں لیکن شریعت کو فقہ نے کس حال پر پہنچادیا؟۔ محمد بن قاسمؒ نے ایک خاتون کی عزت کیلئے پورا سندھ فتح کیا، علماء نے حلالہ کے نام پر نہ جانے کتنی عصمتیں لوٹیں اور لُٹائی ہیں؟۔ مجھے معلوم ہے کہ میرا جرم منصور حلاج کا سا نہیں، وہ ذکرِ حق ہنگام، یہ فکرِ حق کلام، اس کو اپنے کام سے کام، میرے نام سے تم لرزہ براندام، اس سے شکایت کہ شرع میں ناتمام، مجھ پہ اتمام حجت کا الزام، کہاں اِک زبانِ بے لگام، کہاں میرے قلم کا مقام؟،

وہ منصور بے خودی کی شام اندھیر نگری کی انا پرستی کو دوام، یہ روز روشن سحر گام بیت العتیق رازِ حرم الحرام، ہاتھ میں تمہارے اسکا انجام، میرے ہاتھ میں تمہاری زمام، بے بس مار گرایا اس کو دھڑام، مجھ سے بھاگو ہانپو تیز گام، علماء حق کو بدنام کیا تم نے مدام، دیکھو قدرت ہی کا انتقام، **جراحات سنان لهاالتیام** تلوار کے زخم کا مرہم ہے **ولا یلتام ما جرح اللسان** زباں کے زخم کا مرہم نہیں، **الحق مر و اظهاره بر حق** کڑوا ہے، اسکا اظہار نیکی ہے **نضرب الحق علی الباطل فیدمغه فاذا هو زاهق** ہم باطل پر حق کی ضرب لگاتے ہیں تو اسکا بھیجا نکل آتا ہے اور وہ دفعۃً مٹ جاتا ہے، **الساقط عن الحق شیطان اخرس و العالم طالب الدنیا کمثل الکلب یلهث** حق سے خاموش رہنے والا گونگا شیطان اور طالبِ دنیا عالم کی مثال کتے کی سی ہے جو ہانپتا ہے **المساجد خراب من الهدی و المدارس حصون الظلالة** مسجدیں ہدایت سے خالی اور مدارس گمراہی کے قلعے ہیں، وہ فقط سیر یزاوہام، تمہاری موت یہ دہلیز اقدام، وہ کفر تام تمہاری دشنام، چراؤ تم مجھ سے علم خام، وہ پیر انہدام یہ مرشد استحکام، انا الحق کی جہالت کو میرا اسلام، فکرِ حق کو ہے دوام، کر گیا بیخودی میں وہ خود کو نیلام، پا گیا تمہیں بے خود کر کے یہ انعام، عقل سے وہ تہی جام، برائے خشک دماغ یہ بادام، ناک کا تھا وہ زکام، تمہارے چہرے پہ یہ جذام، وہ مست خرام یہ ہست نظام، وہ خواب غلام یہ انقلاب حکام، وہ گرداب اختتام یہ آفتاب اِحتشام، وہ ڈرامۂ افلام، یہ معرکۂ قیام، خانقاہوں کے احلام کا وہ خدام، مدارس کا ختام یہ افہام، وہ ذکر صبح گاہی کا منام، یہ علم کی آگاہی کا الہام، وہ سحرِ آسام یہ بحر کا نیگرام، وہ معتوبِ ابہام یہ مکتوبِ امام، بے نوا وہ ازدہام، مانندِ قطب نما یہ انتظام، وہ تہذیبِ اصنام گنگارام، یہ واجب الاحترام سنت خیر الانام ﷺ اور حبل اللہ کا اعتصام اور جمیع پاک عوام کا قوام، وہ بے حس و بیہوش یہ باہواس وحوش، اس کیخلاف ملا جلا جوش و خروش، اس کیخلاف تم سب بلا تفرقہ دوش بدوش، وہ ذکر نوش، یہ علم کوش، وہ جاں فروش یہ حلقہ بگوش، وہ نیش یہ عیش، وہ کیش یہ طیش، وہ لاش یہ قلاش، وہ بیہوش یہ بے نوش، وہ خراش یہ تراش، وہ مردہ لاش یہ زندہ باش، وہ جیش یہ دلیش، وہ جفا کیش یہ وفا کیش، وہ باریش یہ بانیش، وہ مے ہوش یہ لے ہوش، وہ جانفروش یہ جانخروش، وہ جشن یہ درشن، وہ سیشن یہ نیشن، وہ گزارش یہ نوازش، وہ الائش یہ ستائش، وہ نمائش یہ آرائش، وہ خواہش یہ گنجائش، وہ چھاج سے مکھن کا اخراج اور درجہ بدرجہ اہل تصوف کا استدراج، یہ حدیث ثقلین کا امتزاج اور مرج البحرین کا بیراج، وہ دل آویز کیف فیض کا خراج، یہ جلاّ دِ مغز حیف غیض کا سراج، وہ چُھوٹا ہوا دُجاج ٹوٹا ہوا زُجاج، یہ ارض وسماء کا راج فرض وعلماء حق کی لاج، وہ لاعلاج یہ اسلامی سماج، وہ محتاجِ رواج یہ آج سرتاج، وہ طریقت کا حلاج تخت و تاراج یہ شریعت کا منہاج بخت ومعراج، وہ احتجاج مگر اس انا الحق سے اُمت دشمن کی اناج بن کر رہ گئی۔ اس نئی فکر سے قرآن وسنت اور وحدتِ ملی کے ذریعہ مسلمان ہی نہیں انسانیت کو نجات مل سکے گی۔ ضربِ حق کی تلخیوں نے جوز ہر گھولا، فضا میں حلالہ کی حلاوت تحلیل، مُلّے کی شریعت علیل، محراب ومنبر بے دلیل، علماء سو کی تذلیل اور انقلاب کی اپیل ہو کر رہ گئی۔ میرے جسم کے ٹکڑے تیزاب میں گھلا دو تو بھی انتقام کی آگ نہ بجھے، جہنم کا شجرۂ زقوم کہو، آؤ ابو سفیانؓ کی بیگم ہندؓ کی طرح سعادتمند وحشیؓ سے مروا کر کلیجہ ٹھنڈا کرلو، مجھے سید الشہداء امیر حمزہؓ سے نہ ملانا، ابو طالب کی سرشست ہوں مگر وہ تو شعب ابی طالب کا محسن، حسینؓ بھی نہیں کہ شہادت پر کسی نے سکھ کا سانس لیا اور یزید بدنام، جب تک میرا بے تاب قلم زندہ ہے مولوی اپنی کتاب سے شرمندہ ہے۔ جیل، کوڑے، جلاوطنی اور کالے منہ گدھے پر گھمانے کی سزا کھانے والے تو علماء حقؒ تھے۔ شیخ الاسلام امام ابو یوسف سے لیکر موجودہ دور تک تاریخ کے اوراق میں درباری علماء کی ایک لمبی فہرست ہے جن کی مذہب کے روپ میں عوام ہی نہیں حکمرانوں پر بھی بے تاج بادشاہی رہی۔ امام غزالیؒ کی کتابیں مصر کے بازار میں جلائی گئیں کہ امام ابو یوسف نے بادشاہ کو باپ کی لونڈی حلال کرنے کا حیلہ بتایا تھا، دینِ الٰہی کے پیاسے بیربل کے نواسے مفتی سکھروی مُلا دو پیازہ کو شریعت کا ملیدہ وطریقت کا خمیدہ سمجھ رہے ہیں، جو نیوتہ کی لین دَین کو سُود اور اس کے کم از کم گناہ کو ماں سے زنا کے برابر قرار دیتا ہے، اب تو اکبر بادشاہ کا دینِ الٰہی بہت پیچھے رہ گیا، شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی عالمی منڈی سے سود کے جواز پر معاوضہ لے رہا ہے۔ ایک انسان کا قتل انسانیت کا قتل ہے تو ایک عورت کی عزت کو حلالہ کی لعنت کے نام پر تار تار کرنا تمام خواتین کی بے حرمتی سے کم نہیں، غیرت رکھنے والی قوم اپنے ضمیر کو جگالے، قلندر ہر چہ گوئید دیدہ گوئید۔ میرے مرشد حاجی عثمانؒ کی پیشگوئی تھی مجھ سے فرمایا تھا کہ ''اللہ آپکے ذریعہ صدیقین کی جماعت بنالے گا''، میں نے صدیقین کے ذریعہ سچ اور حق کا پیغام پہنچایا اور اب کلمۂ حق کو دنیا کی کوئی طاقت شکست نہیں دے سکتی۔

1 طہر: پاکی کے ایام	حیض	2 طہر: پاکی کے ایام	حیض	3 طہر: پاکی کے ایام	حیض

آیت کے اس جملہ ''اوران کے خاوند ہی حق رکھتے ہیں انکے لوٹانے کا اس مدت میں'' رجوع کے حوالے سے ایسی وضاحت ہے جومحتاج بیان نہیں، اس کے مقابلے میں کوئی ایسی آیت، حدیث اور فقہ کا قاعدہ کلیہ نہیں جس سے اس آیت کے برعکس عدت میں حق رجوع سے محروم ہونے کا ثبوت پیش کیا جاسکے۔ سورۂ بقرہ اور سورۂ طلاق کی آیات کسی تبصرے کی محتاج بالکل نہیں، لیکن علماء، فقہاء اور قرآن کے ترجمہ میں خودساختہ اضافہ کرنے والوں نے ایسی صورتحال پیدا کردی ہے جیسے کوئی انتہائی غیرفطری معرکہ آرائی کرنی پڑرہی ہو۔ احادیث کے ذخیرہ میں بھی کوئی ایسی بات نہیں جوقرآن سے ٹکرارہی ہو، ایک ہی واقعہ کی تمام روایات کوسامنے رکھنے کے بعد حقائق سے پردہ اُٹھ جاتا ہے کہ صحیح اور ضعیف روایات میں کتنا واضح فرق ہے اور کس طرح سے اپنی من پسند مراد نکالنے کیلئے بھونڈی حرکت کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔

کھلی ہوئی فحاشی کے ارتکاب کی صورت میں معاملے کواللہ تعالیٰ نے بالکل مستثنیٰ قرار دیا ہے، اس صورت میں گھر سے نکالنے اور نکلنے میں حرج نہیں، اوراس کی وضاحت قرآن وسنت میں موجود ہے، چنانچہ حضرت عویمر عجلانیؓ کے واقعہ میں لعان کی صورت پیش آئی تھی، ایک دوسرے پرلعان کی آیت کے مطابق لعنت کے جملے دہرانے کے بعد گھر سے نکلنے اور نکالنے کی گنجائش پرعمل ہونا تھا اور ایک ساتھ تین طلاق کے الفاظ رسمِ جاہلیت کے مطابق کہنے میں کوئی حرج نہ تھا، اصل مسئلہ تین طلاق کے الفاظ کا نہیں بلکہ لعان کی وجہ سے صلح کے امکان کا تھا، قرآن وسنت میں تضاد نہیں، گھر میں رہنے کا اہتمام اور عدت گزارنے کی وجہ بھی صلح ورجوع کے مقاصد حاصل کرنے کیلئے ہوتا ہے جبکہ لعان سے یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ رجوع نہیں کرنا تھا۔

حضرت عویمر عجلانیؓ کے واقعہ میں فحاشی کے الزام اوراس الزام سے برأت کی صورت تھی جس کی وضاحت لعان کی آیت میں ہے، ایک یہ صورت بھی ہوسکتی ہے کہ فحاشی کی صورت میں باقاعدہ لعان کا معاملہ پیش نہ آئے لیکن جدائی عمل میں لائی جائے۔ چنانچہ حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کورسول اللہ ﷺ نے ابن مکتومؓ کے گھر میں عدت گزارنے کا حکم دیا، فاطمہ بنت قیسؓ کا کہنا تھا کہ مجھے عدت میں نان نفقہ کے حق سے بھی رسول اللہ ﷺ نے محروم رکھا تھا، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ''ایک عورت کے کہنے پر ہم اللہ کی کتاب کے حکم کو نہیں چھوڑ سکتے'' اور حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ''اگر یہ بات فاطمہ بنت قیسؓ نہ کہتی تو اس کے لئے زیادہ اچھا تھا''۔ احادیث میں وضاحت ہے کہ اس کے شوہرؓ نے باقی طلاقیں بھیج دیں، عدت میں رجوع بھی کیا جاسکتا تھا لیکن رجوع کی بجائے عدت کے آخر میں تیسری طلاق دے دی۔ سوچنے کی بات ہے کہ کیا فاطمہ بنت قیسؓ قرآن کے خلاف عدت میں سکونت اور نان نفقہ کے حقوق سے محروم کی گئی؟ اور روایتوں میں زبان درازی کوفحاشی میں شامل کرنے کے حوالے سے بھی بات کی گئی۔

جس واقعہ کو بھی دیکھا جائے فریب ودجل کی داستان سامنے آئے گی۔ حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کے واقعہ میں بھی احادیث صحیحہ میں تمام تفصیلات کے باوجود حقائق کوالجھانے کی مردود کوشش کی گئی ہے، بریلوی مکتبِ فکر کے مفتی عطاء اللہ نعیمی نے لکھا ہے ''پانچویں حدیث: ابن ماجہ روایت کرتے ہیں، **عن عامر شعبی قلت لفاطمة بنت قیس: حدثنی عن طلاقک، قالت: طلقنی زوجی ثلاثا و ھو خارج الی الیمن، فاجاز ذلک رسول اللہ ﷺ،** (سنن ابن ماجہ ج ۲، کتاب الطلاق) عامر بیان کرتے ہیں، میں نے حضرت فاطمہ بنت قیسؓ سے کہا کہ مجھے اپنے طلاق کا واقعہ بیان کرتو کہنے لگیں میرے شوہر نے یمن جاتے ہوئے تین طلاق بیک وقت دیدیں تو رسول اللہ ﷺ نے تینوں طلاقوں کو نافذ فرمادیا۔ اس حدیث کوامام مسلم بن حجاج قشیری نے مختلف گیارہ اسناد کے ساتھ ذکر کیا کہ فاطمہ بنت قیس کو بیک وقت تین طلاقیں دی گئیں اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں نافذ فرمادیا۔ (صحیح مسلم، کتاب الطلاق باب المطلقة البائن) اور حضرت فاطمہ بنت قیس کے شوہر نے انہیں تین طلاقیں ایک ہی کلمہ کے ساتھ دی تھیں، جیسا کہ امام علی بن عمر دارقطنی فرماتے ہیں۔ **طلق حفص بن عمرو بن المغیرة فاطمة بنت قیس بکلمة واحد ثلاثا** (سنن دارقطنی کتاب الطلاق حدیث ۳۸۷۲) مجدی بن منصور نے تخریج حدیث میں لکھا کہ اس روایت کی سند حسن ہے، یہ حدیث امام

بیہقی نے بھی روایت کی ہے۔اوردار قطنی نے دومختلف سندوں کیساتھ یہ بھی روایت کیا ہے کہ:**طلق امرأته فاطمة بنت قیس علی عهد رسول لله ﷺ ثلاث تطلیقات فی کلمة واحدة فأبانها منه النبی ﷺ (سنن دار قطنی ،حدیث ۳۸۷۷، ۳۸۷۸)** یعنی ابوعمرو بن حفص بن مغیرہ نے عہدرسالت میں اپنی بیوی فاطمہ بنت قیس کوایک ہی کلمہ میں تین طلاقیں دے دیں تو نبی ﷺ نے اس کی بیوی کو اس سے جدا کر دیا۔ مجدی بن منصور نے لکھا ہے کہ حدیث:۳۸۷۷ کی سند حسن اور حدیث:۳۸۷۸ کی سند حسن موقوف ہے۔امام عبدالرحمان دارمی اورامام احمد بن حنبل نے روایت کیا ہے:**عن عامر حدثنی فاطمة بنت قیس أن زوجها طلقها ثلاثا ، فأمرها النبی ﷺ ان تعتد(سنن دارمی جلد ۲، کتاب الطلاق، باب فی الطلقة ثلاثا لها السکنی والنفقة ام لا. مسند امام احمدبن حنبل، جلد ٦، حدیث فاطمة بنت قیس)** ۔فاطمہ بنت قیسؓ کوشوہر نے بیک وقت تین طلاقیں دیں تو نبی ﷺ نے انہیں عدت گزارنے کاحکم فرمایا۔اس حدیث سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی مجلس میں دی گئی تین طلاقیں رسول اللہ ﷺ کے نزدیک تین ہی ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ فرماتے بیک وقت تین طلاقیں دینے سے تین نہیں ایک رجعی واقعی ہوتی ہے، حالانکہ آپ نے تینوں نافذ فرمادیں، یہ اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقیں نافذ ہوجاتی ہیں اورعورت مرد پرحرام ہوجاتی ہے۔طلاقہ ثلاثہ کاشرعی حکم ص ٦۴ تا ٦٦،ماہنامہ اشاعت اہلسنت ،سلسلہ اشاعت نمبر 100

بریلوی مکتبہ فکر کے علامہ تراب الحق قادری سمیت معروف علماء ومفتیان کی طرف سے اس کتاب کی تصدیقات کے بعدایک سادہ لوح آدمی کواس اہم مسئلہ کی تحقیقات پر اطمینان حاصل ہوجاتا ہےاوروہ بیک وقت تین طلاق کے بعد حلالہ کی لعنت کوضروری ہی نہیں بلکہ کتاب کے مندرجات کے مطابق باعثِ اجر بھی سمجھنے لگتا ہےلیکن اس کتاب میں جس دجل وفریب کا مظاہرہ کیا گیا ہے اگر پاکستان میں صحیح معنوں میں اسلامی حکومت قائم ہوتی تواس دجل وفریب پرکوئی پکڑ ہوتی۔ایک خاتون پر جب بہتان کی سزا80 کوڑے مقرر ہےتو حلالہ کی لعنت کے فعل کیلئے ناجائز طور سے راستہ ہموار کرنے پرکتنی سخت سزاہونی چاہیے تھی؟۔

بریلوی مکتب کے مولانا محمد کرم شاہ ازہری مہتمم دارلعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ رکن اسلامی نظریاتی کونسل ''دعوت فکر ونظر'' میں فاطمۃ بن قیسؓ کی حدیث کے جواب میں لکھتے ہیں:**طلقها ثلاثا** کے الفاظ مجمل ہیں،ان کا بیان دوسری حدیث میں موجود ہے، جسے امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے،**ان ابا عمرو بن حفص بن المغیرة خرج مع علی بن ابی طالب الی الیمن فارسل الی امرأته فاطمة بنت قیس بتطلیقة کانت بقیت من طلاقها الخ** (مسلم)اس سے صاف واضح ہوگیا کہ اس نے پہلے دوطلاقیں دی تھیں، یہ آخری طلاق بعد میں یمن سے بھیجی، یہ الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ تین طلاقیں ایک ساتھ نہیں دی گئی تھیں، نیزاس حدیث میں جوحکم صراحۃً مذکور ہے کہ وہ عورت جسے طلاقِ مغلظہ دی گئی ہو، اس کا نفقہ اورسکونت خاوند کے ذمہ نہیں اس حکم صریح کوکسی امام نے بھی تسلیم نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ فاطمہ بنت قیس کی یہ روایت پایۂ اعتبار سے ساقط ہے۔(مجموعہ مقالات علمیہ،ایک مجلس کی تین طلاق،نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور)۔

جماعت اسلامی ہند کے جنرل سکریٹری مولانا سید حامد علی لکھتے ہیں۔۵:''فاطمہ بنت قیس سے مروی ہے کہ میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں دیں تو رسول اللہ ﷺ نے میرے لئے (شوہر کے ذمہ) نہ جائے رہائش رکھی اور نہ نفقہ''۔(مسلم)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک مجلس میں تین طلاق دینے سے طلاقِ مغلظہ بائنہ پڑجاتی ہے کیونکہ طلاقِ رجعی پڑتی تو باتفاق وہ نفقہ کی مستحق ہوتیں لیکن جیسا کہ صحیح بخاری ومسلم میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فاطمہ بنت قیس کی روایت کوقبول نہیں کیا اور حضرت عمرؓ نے اس روایت کوسن کرفرمایا کہ''ہم اللہ کی کتاب اوراپنے نبی ﷺ کی سنت کوایک عورت کے قول کی بناپرنہیں چھوڑیں گے،ہمیں نہیں معلوم کہ اس عورت کو(صحیح بات) یاد ہے یا بھول گئی، مطلقہ کوجائے رہائش اورنفقہ دونوں ملیں گے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا **لاتخرجوهن من بیوتهن ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشة مبینة** ،انہیں ان کے گھروں سے مت نکالو اورنہ وہ خود نکلیں الایہ کہ وہ کھلا ہوا بے حیائی کا کام کریں۔(صحیح مسلم) یوں بھی یہ اس حدیث سے مسئلہ زیرِ بحث میں استدلال صحیح نہیں ہے، کیونکہ ثلاثا کا لفظ اس مفہوم میں صریح نہیں ہے کہ ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دی ہوں جبکہ اس حدیث کی دوسری روایات میں اس کی صراحت موجود ہے کہ یہ تین طلاقیں

مختلف اوقات میں دی تھیں:۔عن شهاب......فاطمة بنت قيس اخبرته انها كانت تحت عمرو بن حفص بن المغيرة فطلقها اخر ثلاثة تطليقات، ابن شہاب سے مروی ہے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف نے انہیں بتایا کہ فاطمہ بنت قیس نے بتایا کہ وہ عمرو بن حفص بن مغیرہ کی زوجیت میں تھیں تو انہوں نے تین طلاقوں میں سے آخری طلاق دی، (مسلم) صحیح مسلم ہی کی ایک اور روایت میں ہے، ''ابوعمرو بن حفص بن مغیرہ حضرت علیؓ کے ساتھ یمن کی طرف جانے لگے تو انہوں نے اپنی بیوی فاطمہ بنت قیس کو وہ طلاق بھی جو ان طلاقوں میں سے بچ گئی تھی'' (مسلم)۔امام ابن قیمؒ ''زادالعاد'' میں اس حدیث کے سلسلہ میں فرماتے ہیں: ''حدیث پانچ طرح کے الفاظ سے آئی ہے طلقها ثلاثا، طلقها البتة، طلقها اخر ثلاث تطليقات ، ارسل بتطليقة كانت بقيت لها اور طلقها ثلاثا جميعاً۔'' ان میں سے آخری الفاظ طلقها ثلاثا جميعا تو اس مفہوم میں صریح ہیں کہ تین طلاقیں بیک وقت دیں، (حالانکہ جمیع سے مراد پوری تین طلاقیں ہیں اکھٹی نہیں دوسری روایات میں وضاحت کافی ہے۔ عتیق گیلانی) مگر ان الفاظ کو شعبیؒ سے صرف خالد نے نقل کیا ہے، طلقہا ثلاثا کے الفاظ مجمل ہیں، طلقہا البتۃ اور بتّ طلاق کے اور بھی مجمل۔اور طلقہا اخر ثلاث تطلیقات اور ارسل الیہا بتطلیقۃ کانت بقیت لہا کے الفاظ صریح ہیں کہ تین طلاق ایک ساتھ نہیں دی تھیں۔اب یا تو اس حدیث کو مضطرب مانئے اور اس صورت میں اس سے استدلال ساقط ہو جاتا ہے ورنہ صحیح ترین روایت اور اکثر راویوں کی روایت کی رو سے اس کا مسئلہ زیر بحث سے کوئی تعلق نہیں ہے، تین بار میں تین طلاقیں دینے سے ہے۔(مجموعہ مقالات علمیہ، ایک مجلس کی تین طلاق، سیمینار منعقدہ نومبر 1973ء، احمد آباد، ہندوستان، نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور۔)

اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کے درمیان علیحدگی میں عدت کا وقفہ اسلئے رکھا ہے تاکہ رشتہ کو قائم رکھنے کیلئے تمام ممکنہ اقدامات کرنے کیلئے مناسب وقت مل جائے۔رشتہ کرنے سے زیادہ اس کے ٹوٹنے پر مسائل پیدا ہوتے ہیں لیکن جب کوئی ناگزیر صورتحال سے دوچار ہو جائے تو علیحدگی کیلئے عدت کے وقفہ میں سوچ بچار اور عزیز واقارب کو بھی موقع ملتا ہے، اگرچہ عدت طلاق کا وقفہ عدتِ وفات سے بھی کم رکھا گیا ہے اور وجہ معلوم کرنے کی ضرورت نہیں، اسلئے کہ عورت اپنے شوہر سے فطری طور پر وفادار ہوتی ہے، اسی وجہ سے عورت پر وفاداری کی کوئی ضمانت نہیں رکھی گئی ہے جبکہ مرد کو ضمانت کیلئے اطمینان بخش حق مہر دینے کا پابند بنایا گیا ہے۔طلاق کی عدت کے وقفہ میں عورت کی فطرت کا بھرپور لحاظ رکھتے ہوئے دوسری جگہ شادی نہ کرنے کا پابند بنایا گیا ہے، اس عدت میں شوہر ہی کو رجوع اور بیوی کو لوٹانے کا حقدار قرار دیا ہے، عدتِ وفات میں عورت کو نکاح کرنے کی اجازت نہیں لیکن اشارہ کنایہ سے نکاح کا پیغام دینے کی اجازت ہے، اگر عدت کے بعد فوری شادی کرنی ہو تو ذہن بنالینے اور ہوم ورک کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن عدتِ طلاق میں کسی دوسرے کو یہ اجازت قطعی طور سے نہیں، اسلئے کہ کسی دوسرے کی لالچ سے انکے درمیان صلح کا معاملہ خراب ہوسکتا ہے۔ علماء نے جیسے حیلے بہانے سے دوسرے معاملات میں انحراف کیا ہے، اسی طرح قرآن کے اس واضح حکم کو بھی اپنے ناپاک عزائم میں پاؤں تلے روندا ہے، اللہ تعالیٰ نے عدت کے ساتھ ہی شوہر کو اس عدت میں رجوع کا حق دار قرار دیا ہے لیکن علماء نے اس کے برعکس عدت میں ہی ان پر رجوع کے دروازے بند کردیئے ہیں، سورۂ طلاق میں بھی بھرپور وضاحت ہے لیکن مولوی نے قرآن کی طرف دیکھنے کی بجائے حلالہ کروانا ہوتا ہے۔عدت میں بعل (شوہر) ہی کو قرآن نے رجوع کا حقدار قرار دیا، عربی میں بعل اسی شوہر کو کہتے ہیں جو ازدواجی تعلق قائم کر چکا ہو۔

آیت میں وضاحت ہے کہ بعل ہی کو عدت میں رجوع کا حق ہے، ان طلقتم النساء مالم تمسوهن فمالكم عليهن من عدة تعدونها اگر تم عورتوں کو چھولینے سے پہلے طلاق دو تو تمہارے لئے ان پر عدت کا کوئی حق نہیں جس کو تم شمار کرو۔ہاتھ لگانے سے پہلے شوہر بعل نہیں ہوتا ہے، لیکن جب عدت ہی میں فتویٰ دیا جاتا ہے کہ اس دوران اپنے گھر سے نکلنا جائز نہیں مگر حلالہ بھی ضروری ہے تو عدت ہی میں کسی با اعتماد واقف کار سے شرم آتی ہے کہ اس سے حلالہ کروالیا تو پھر زندگی بھر سامنا کیسے کریگا، لہٰذا کرایہ کے سانڈ کی خدمات مستعار لی جاتی ہیں۔عدت کے دوران شوہر ہی کیلئے رجوع کی گنجائش تھی کسی اور کو یہ حق نہ تھا، مولوی دونوں قرآنی حکموں کو روند کر کسی غریب کی عزت کو ہوس کا نشانہ بناتا ہے۔اس بات کی اگر گارنٹی مل جائے کہ وہ حلالہ کی لذت اُٹھانے پر کسی کے غیض وغضب کا نشانہ نہیں بنیں گے تو لوگ گناہ سمجھ کر بھی حلالہ کرنے سے دریغ نہ کریں گے۔

ان ارادوا اصلاحاً و لهن مثل الذین علیهن بالمعروف و للرجال علیهن درجة و الله عزیز حکیمO (البقرہ: آیت 228) بشرطیکہ صلح کرنا چاہیں، اور عورتوں کے لئے بھی ویسے ہی حقوق ہیں جیسا کہ مردوں کے عورتوں پر ہیں معروف طریقے سے۔ اور مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ حاصل ہے اور اللہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔ (اصلاح و صلح کی شرط مولوی کھا گئے ہیں)

1 طہر: پاکی کے ایام	حیض	2 طہر: پاکی کے ایام	حیض	3 طہر: پاکی کے ایام	حیض

اصل خرابی کی بنیادی جڑ یہ بھی ہے کہ مسلمانوں نے خود کو اللہ کی کتاب سے اندھا بنالیا۔ اللہ تعالیٰ نے رجوع کا حق شوہر کو دیا لیکن یہ حقِ رجوع غیر مشروط نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے شرط کا ذکر کیا ہے **ان ارادوا اصلاحا** ''اگر اصلاح کا ارادہ ہو'' یہ کتنی بڑی بددیانتی ہے کہ شوہر کے حقِ رجوع کا ذکر کیا جائے لیکن اس اہم ترین شرط کا ذکر نہ کیا جائے؟۔ طلاق کی صورت میں میاں بیوی الگ الگ فریق بن جاتے ہیں۔ ایسا نہیں ہوسکتا ہے کہ شوہر طلاق دے اور عورت رجوع کرے، رجوع بھی شوہر ہی کریگا۔ البتہ اگر شوہر طلاق دے اور اس کو رجوع کا غیر مشروط حق بھی حاصل ہو تو پھر میاں بیوی کے درمیان جھگڑے کی صورت ہی نہ ہوگی، نہ تو طلاق کے بعد بیوی کو منانے کی ضرورت ہوگی اور نہ ہی میاں بیوی کے درمیان صلح کرانے کیلئے رشتہ داروں کو آنے کی ضرورت ہوگی۔ لیکن اس کے برعکس اگر شوہر کو غیر مشروط رجوع کا حق حاصل نہ ہو بلکہ رجوع کیلئے بیوی کی رضا اور صلح ضروری ہو، تو پہلے مرحلہ میں میاں بیوی ایک دوسرے کو منانے کا کردار ادا کرسکتے ہیں، دوسرے مرحلہ میں دونوں جانب کے خاندان سے ایک ایک سمجھدار شخص قرآن کے مطابق اپنا اپنا کردار ادا کرسکتا ہے جس کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے : **و ان خفتم شقاق بینهما فابعثوا حکماً من اهله و حکماً من اهلها ان یریدا اصلاحاً یوفق الله بینهما ان الله کان علیماً خبیراًO** (سورہ النساء:35) ''اور اگر تمہیں خوف ہو، دونوں کے درمیان جدائی کا تو تشکیل دو، ایک فیصلہ کرنے والا شوہر کے خاندان سے اور ایک فیصلہ کرنے والا بیوی کے خاندان سے، اگر دونوں صلح کا ارادہ رکھتے ہوں تو اللہ تعالیٰ دونوں کے درمیان موافقت پیدا کردیگا۔ بیشک اللہ جاننے والا خبر رکھنے والا ہے۔'' مولوی نے اللہ کے دین کو پامال کرکے ایک طرف بیوی میں صلح کے اختیار کی صلاحیت ختم کردی ہے تو دوسری طرف عدت میں شوہر سے رجوع کا حق بھی اپنی فقہ کے زور پر چھین لیا ہے۔ تاکہ لوگ صلح اور علیحدگی کیلئے اپنا ایک رشتہ دار مقرر کرنے کے بجائے فتوے کے کاروبار اور حلالہ کی لعنت پر مجبور ہوں۔

اس آیت میں دو باتوں کی وضاحت ہوئی ایک یہ کہ ارادہ دونوں میاں بیوی کا معتبر ہے اور دوسرا یہ کہ اصلاح سے مراد صلح ہی ہے۔ موافقت سے پتہ چلتا ہے کہ شقاق سے مراد جدائی ہے اور صلح کا تعلق میاں بیوی سے ہی نہیں ہوتا بلکہ یہ دو خاندانوں کا مسئلہ بھی ہے۔ جس طرح شادی سے پہلے میاں بیوی کے علاوہ دو خاندان رشتہ طے کرنے اور ساری تقریبات میں اپنا کردار معروف طریقہ سے ادا کرنے کے پابند ہوتے ہیں، اس طرح بلکہ اس سے بڑھ کر طلاق و صلح کے درمیان کے مرحلہ میں ان کے کردار کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے، اسلئے عدت اور عدت میں صلح کے ساتھ اس کردار کی بھرپور وضاحت بھی ہے۔ لڑکی والے اور لڑکے والے اخلاقی، قانونی اور شرعی طور پر کردار ادا کرنے کے پابند ہوتے ہیں، مولوی اور اس کے فتوے کا کوئی کردار اس میں نہیں ہوتا ہے لیکن قرآن وسنت سے ناواقفیت کی بنیاد پر مولوی کے فتوے کو اہمیت دی گئی ہے، اگر ان سے یہ کردار ادا کرنے کا حق چھین لیا جائے تو یہ میرے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ جائیں گے، اسلئے کہ مدارس کا کاروبار بری طرح متاثر ہوگا، جو شیوخ الاسلام اور مفتیانِ اعظم پاکستان سود کے جواز پر بھی معاوضے وصول کررہے ہیں وہ کیسے برداشت کرسکتے ہیں کہ مدارس کے جدی پشتی کاروبار کا ستیاناس ہوجائے۔

حلالہ کی لعنت کو کرایہ کے سانڈوں کیلئے جواز فراہم کرنے والوں نے بڑی ترقی پالی ہے اور سود کی لعنت کو بین الاقوامی منڈیوں کی ضروریات کیلئے معاوضہ کے تحت جائز قرار دیا ہے۔ دارالعلوم کراچی کے مفتی عبدالرؤف سکھروی کی ''شادی بیاہ اور طلاق'' نامی کتاب میں نیوتہ یا سلامی کی رسم کو سود قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ حدیث میں سود کے 70 گناہ ہیں، 72 خرابیاں ہیں اور 73 وبال ہیں اور کم از کم اس کا گناہ ایسا ہے جیسے کوئی اپنی ماں کیساتھ زنا کرے۔ ص92،93۔ عوام تصویر اور نیوتہ کی رسم پر اتنے بڑے گناہ اور سخت ترین عذاب کے مستحق لیکن علماء بخشے بخشائے ہیں کیا؟۔

و لهن مثل الذين عليهن بالمعروف و للرجال عليهن درجة و الله عزيز حكيمO (البقرہ: آیت 228) اور عورتوں کے لئے بھی ویسے ہی حقوق ہیں جیسا کہ مردوں کے عورتوں پر ہیں معروف طریقے سے۔ اور مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ حاصل ہے اور اللہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔ (مرد کو طلاق کا حق اور عورت پر انتظار کی عدت سے بڑا درجہ اور کیا ہوسکتا ہے؟)

1 طہر: پاکی کے ایام	حیض	2 طہر: پاکی کے ایام	حیض	3 طہر: پاکی کے ایام	حیض		

عورتوں کے حقوق جیسے مردوں کے ان پر ہیں ویسے انکے مردوں پر ہیں، البتہ مردوں کا ان پر ایک درجہ ہے۔ درجہ کیا ہے؟۔ صنفِ نازک عورت کی تخلیق مردوں سے قدرے مختلف ہے، ماں باپ کی خواہش بیٹی سے زیادہ بیٹے کی ہوتی ہے، عورت کو شادی جنسی ملاپ کی صورت میں حمل، بچے کی پیدائش، دودھ پلانے کی صعوبت اور امورِ خانہ داری کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور مرد حمل، بچے کی پیدائش اور دودھ کی صعوبت سے مستثنیٰ ہے، اس درجہ کا فائدہ نہ اُٹھانے اور حقوق کو غصب نہ کرنے کی تلقین ہے، اس کمزوری کا لحاظ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے حق مہر بھی مردوں پر مقرر کیا ہے۔ اس سے بڑھ کر درجہ کیا ہوسکتا ہے کہ شوہر کھل کر طلاق دیتا ہے اور عورت کو اسکے باوجود عدت کا انتظار کرنا پڑتا ہے؟۔ شادی کا معاملہ میاں بیوی کے علاوہ معاشرے کا ایک اہم ترین مسئلہ ہے اگر ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دیدی تو اللہ نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں، رخصتی کے بعد طلاق کے اثر سے عورت زیادہ متاثر ہوتی ہے۔ ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دی تو بھی عورت کی ہتک عزت کا خیال رکھا ہے، حق مہر مقرر ہو، تو نصف کی ادائیگی اور مقرر نہ ہو تو غریب وامیر اپنی وسعت وحیثیت کے مطابق حق مہر اور خرچہ دینے کا پابند ہے۔

قرآن میں کمال کی وضاحت ہے کہ ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق پر بھی ایک طرف مرد پر ذمہ داری ڈال دی اور ساتھ ساتھ دونوں فریق کو یہ تلقین بھی کردی کہ آپس میں ایک دوسرے پر فضل کو مت بھولو۔ عورت چاہے تو آدھا بھی معاف کرسکتی ہے اور مرد چاہے تو پورا حق مہر اور اس سے زیادہ بھی دے سکتا ہے۔ دوسری طرف آدھا یا پورا حق مہر شوہر کی طرف سے ملے بھی تو اللہ تعالیٰ نے عورت کو اس صورت میں شوہر کے حقِ عدت سے آزاد کردیا ہے۔ جب عدت کا کوئی تصور نہیں تو طلاق کی گنتی یا اعداد کا تصور بھی قرآن کے صریح حکم کے خلاف ہے۔ پھر فقہ میں بغیا بینھم کا فحش اختلاف کیوں؟۔ عدت سے پہلے طلاق کے بعد کوئی ایسی صورت ہے ہی نہیں جس میں حلالہ کی ضرورت ہو، پہلے شوہر نے بھی لذت نہیں چکھی لیکن حلالہ کا راستہ تلاش کرنے والوں نے علم کے دودھ میں مینگنی ڈالی ہے۔

شوہر زمانہ جاہلیت میں بیوی کو اس طرح سے رلاتا تھا کہ عدت کے خاتمہ سے پہلے بار بار رجوع کرلیتا تھا لیکن طلاق کی ملکیت کا تصور ہو تو عورت کو شوہر زندگی بھر رلانے کا حق رکھتا ہے۔ ایک شوہر اپنی بیوی کو ایک مرتبہ طلاق دیکر عدت سے پہلے رجوع کرلے، پھر طلاق دیکر عدت سے پہلے رجوع کرلے اور تیسری مرتبہ طلاق دے تو 9 ماہ تک عورت معلق رہے گی، شوہر یہ بھی کرسکتا ہے کہ زندگی بھر نہ طلاق دے اور نہ اس کو بسائے، اس طرح سے ایک یا دوسری مرتبہ طلاق دیکر عدت میں رجوع کرلے اور زندگی بھر رگڑتا رہے لیکن اللہ تعالیٰ نے شوہر کی طرف سے علیحدگی یا طلاق کے بعد عدت میں بھی شوہر کو غیر مشروط رجوع کا حق نہیں دیا بلکہ صلح کی شرط پر رجوع کا حق دیا ہے۔ اگر عورت راضی نہ ہو تو عدت میں بھی رجوع کا کوئی اختیار نہیں۔ میاں بیوی زندگی بھر علیحدگی کے فیصلے اور پھر ساتھ رہنے کا معاملہ کرتے رہیں دونوں کی کوئی حق تلفی قانونی طور پر اسلئے نہیں ہوتی کہ باہمی اختلاف سے جھگڑا کرنا اور باہمی رضامندی سے صلح کرنے میں شریعت کو کیا تکلیف ہے؟۔ کہاں عدت کے مراحل میں تین مرتبہ طلاق کے عمل کی وضاحت اور کہاں کم عقل فقہاء کی تین طلاق کی ملکیت کی حماقت، قرآنی تصور اور مُلانی تصور میں زمین آسمان کا فرق ہے، ایک سے انسانی معاشرہ کو ترقی کی معراج ہے اور دوسرے سے مسلمان اسفل سافلین کی پاتال میں پہنچ چکے ہیں، میرا ایمان ہے کہ جن ماؤں کے قدموں میں اللہ تعالیٰ نے جنت رکھی ہے، جن کی کوکھ سے حضراتِ انبیاء کرامؑ، صحابہ کرامؓ، ائمہ اہلبیتؒ، ائمہ مجتہدینؒ، محدثینؒ، فقہاءؒ، علماءؒ، مجاہدینؒ اور غیرت مند وباشعور لوگوں نے جنم لیا ہے، ان ماؤں کی ملکیت پر یہودیت ونصرانیت کی تابع ملائیت کے باطل تصور کو مسترد کرکے پاکستان اور دنیا کے باشعور مسلمان قرآن وسنت ہی کو فوقیت دیں گے۔

کھلی آنکھوں سے عدت وطلاق کے معاملے میں ہٹ دھرمی

و المطلقٰت یتربصن بانفسهن ثلثة قروءٍ.................. و بعولتهن احق بردهن فی ذٰلک ان ارادوا اصلاحاً و لهن مثل الذین علیهن بالمعروف و للرجال علیهن درجة و الله عزیز حکیمO (البقرہ: آیت 228)

1 : پہلا : طہر	ماہواری	2 : دوسرا : طہر	ماہواری	3 : تیسرا : طہر	ماہواری
پہلی مرتبہ طلاق	حیض	دوسری مرتبہ طلاق	حیض	رکھنا یا چھوڑنا	حیض
پہلا دور یا راؤنڈ	تکملہ	دوسرا دور یا راؤنڈ	تکملہ	تیسرا دور یا راؤنڈ	فیصلہ
مرحلہ، مدت، دورہ	تتمہ	مرحلہ، مدت، دورہ	تتمہ	مرحلہ، مدت، دورہ	گنجائش
دن ۔ پہلا روزہ	رات	دن ۔ دوسرا روزہ	رات	دن ۔ تیسرا روزہ	رات

ان نقوش کے ذریعہ علماء کی سمجھ کھل سکتی ہے۔ روزہ دن کو رکھا جاتا ہے، روزوں کے بیچ میں رات ہے، دومرتبہ طلاق اور تیسری مرتبہ روکنے یا چھوڑنے کا تصور دن رات کی طرح واضح ہے۔ ثلاثۃ قروء میں تین کے لفظِ خاص کا مغالطہ صرف علماء کو ہی نہیں بلکہ یہ ہمارا قومی المیہ ہے، یہ ریاضی کا مسئلہ ہے، انگلش میں فریکشن اور اردو میں ریاضی کے نصاب میں "کسر" ہے۔ ساڑھے تین کو 3 صحیح 1 بٹا 2 کہا جاتا ہے۔ 3 صحیح اور 1 بٹا 2 سے کیا مراد ہے؟۔ اگر بتایا جائے کہ 3 سلامت اور 1 بٹا 2 کسر ہے تو معاملہ سمجھ میں بھی آئے گا کہ کسر یعنی ٹوٹا ہوا سالم کی ضد ہے۔ صحیح کی ضد کسر نہیں غلط ہے اور کسر غلط نہیں صحیح ہوتا ہے۔ لہٰذا 3 سالم 1 بٹا 2 سے استاد اور شاگرد حقیقت کو سمجھیں گے، ریاضی پڑھانے اور ماسٹر ڈگری والوں کو بھی کسر کی سمجھ سے بے بہرہ دیکھا ہے، میتھ بائی پریکٹس نہیں میتھڈ ہے۔ بڑی انوکھی پہیلی ساڑھے بارہ کا پونا اور ایک سے کم ہونا ہے جو ہم روزانہ کے معمول میں ساڑھے بارہ بجے کے بعد بجاتے رہتے ہیں۔ حالانکہ ساڑھے بارہ کے بعد دن کو تیرہ، چودہ، اور چوبیس تک جانا چاہیے اور پھر زیرو سے نئی تاریخ شروع ہو، جیو کے نامور صحافی حامد میر نے ایم کیو ایم الطاف حسین کو غلط ثابت کرنے کیلئے کہا کہ "پاکستان رات 12 بجکر ایک منٹ پر بنا تھا"۔ اگر یہ درست ہے تو یومِ آزادی 14 اگست کو رات بارہ بجکر ایک منٹ سے شروع کریں حالانکہ یہ 15 اگست ہوگا اور تمام ٹی وی چینل والے پھر 12 بجتے ہی تاریخ کیوں بدل دیتے ہیں؟۔ جھوٹ، غلط بیانی، دھونس اور دھوکہ قومی المیہ نہ ہوتا تو آج ہمارے علماء، صحافی، سیاستدان اور تمام ریاستی ادارے بلندی پر پرواز کرتے۔

و المطلقٰت یتربصن بانفسهن ثلثة قروءٍ (البقرہ: 228)
اور طلاق شدہ انتظار کریں تین قروء (3 طہر و حیض) تک

طہر: پاکی کے دِن	حیض	طہر: پاکی کے دِن	حیض	طہر: پاکی کے دِن	حیض

و لایحل ان تأخذوا مما اتیتموهن الا ان یخافا......(البقرہ: 229) فان طلقهافلا تحل له حتی تنکح (230)

الطلاق مرتٰن فامساک بمعرف اور تسریح باحسان (البقرہ: 229)

پہلی مرتبہ طلاق	حیض	دوسری مرتبہ طلاق	حیض	رکھ لینا یا چھوڑ دینا	حیض

واذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن (231,32 البقرہ، الطلاق آیة 2)

الطلاق مرتٰن فامساک بمعروف او تسریح باحسان ولا یحل لکم ان تأ خذوا مما اٰتیتمو ھن شیئاً الا ان یخافاالا یقیما حدودالله فان خفتم الا یقیما حدود الله فلا جناح علیھما فیما افتدت بہٖ تلک حدود الله فلا تعتدوھا ومن یتعد حدود الله فاولٰئک ھم الظٰلمون (البقرہ:229) طلاق دومرتبہ ہے، پھر معروف طریقے سے روکنا یا بھلائی کیساتھ چھوڑنا ہے اور تمہارے لئے حلال نہیں کہ لو جو تم نے ان کو دیا، اس میں سے کچھ بھی، مگر جب دونوں کو خوف ہو کہ اس کے بغیر اللہ کے حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے، پھر اگر تم ڈرو اس بات سے کہ دونوں اللہ کے حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو کچھ حرج نہیں دونوں پر جو عورت کی طرف سے مرد کو(دیئے گئے مال سے) کچھ فدیہ کیا جائے۔ یہ اللہ کے حدود ہیں ان سے تجاوز مت کرو اور جو اللہ کے حدود سے بڑھ جائے، یہی لوگ ظالم ہیں۔

فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتیٰ تنکح زوجاً غیرہ فان طلقھا فلا جناح علیھما ان یتراجعا ان ظنا ان یقیما حدود الله و تلک حدود الله یبینھا لقوم یعلمون (البقرۃ : 230) پس اگر اس نے اسکو طلاق دیدی تو اس کیلئے حلال نہیں اسکے بعد جب تک کہ وہ نکاح نہ کرے کسی اور سے، پھر اگر وہ طلاق دیدے تو دونوں پر گناہ نہیں اگر باہم مل جائیں اگر انکو گمان ہو کہ اللہ کی حدود کو قائم رکھ سکیں گے اور یہ اللہ کے حدود ہیں جو واضح کرتا ہے اس قوم کیلئے جو سمجھ رکھتے ہیں۔

پہلی مرتبہ طلاق	حیض	دوسری مرتبہ طلاق	حیض	رکھ لینا یا چھوڑ دینا	حیض

اگر عدت کے تین قروء(طہر وحیض) میں دو مرتبہ طلاق اور تیسری مرتبہ رکھنے یا چھوڑنے کا تصور قرآن وحدیث سے لیا جائے تو ایک ان پڑھ بھی سمجھ سکتا ہے کہ مٹی کے تین ڈھیلوں کی طرح سے تین طلاقیں نہیں۔ عدت کے بغیر طلاق کا تصور نہیں اور عدت کے 3 مرحلے میں 3 مرتبہ طلاق کا عمل۔ آجکل کا کوئی بیوقوف تر انسان بھی یہ تصور کرسکتا ہے کہ پہلی مرتبہ کی طلاق ڈھیلے کی طرح رہ جائے اور دوسری اور تیسری مرتبہ کی طلاق استعمال ہوجائے؟

ارے! استنجے کے ڈھیلوں پر بھی اگر کوئی خاص نشان نہ لگائے ہوں تو جو ڈھیلہ پہلے استعمال کیا جائے وہی پہلا، دوسرے نمبر والا دوسرا اور تیسرے نمبر پر استعمال ہونے والا تیسرا ڈھیلہ کہلائے گا۔ ناسمجھ اور نام نہاد فقہ کی دنیا میں رہنے والے کہتے ہیں کہ ''نماز کی رکعت میں دو سجدوں میں سے ایک فرض اور دوسرا واجب ہے لیکن یہ معلوم نہیں کہ پہلا سجدہ فرض ہے یا دوسرا۔؟'' کوئی ان عقل سے پیدل کو یہ نہیں سمجھاتا ہے کہ جو بھی سجدہ کیا جائے وہ پہلا ہوگا، ایسا تو ہو ہی نہیں سکتا ہے کہ پہلے کو چھوڑ کر دوسرا سجدہ کیا جاسکے۔ طلاق کا عمل شروع ہوتا ہے تو عدت کے تین مرحلوں میں رجوع نہ ہو تو تین مرتبہ خود بخود اپنے انجام کو پہنچتا ہے۔ اس میں تقدیم اور تاخیر کا کوئی تصور نہیں، جب کہ مولوی پڑھتا اور پڑھاتا ہے کہ پہلی طلاق جیب میں رہ جاتی ہے اور دوسری اور تیسری طلاق واقع ہوجاتی ہے۔

ان آیات میں عدت کے تین مراحل میں دو مرتبہ طلاق، پھر معروف طریقے سے رکھنے یا احسان کے ساتھ رخصت کرنے کا واضح تصور ہے۔ علیحدگی کی صورت میں احسان کے ساتھ رخصت کرنے کا معنی یہ ہے کہ بیوی کے اپنے حق سے زیادہ دے۔ اگر ایسا کیا گیا تو سورہ طلاق کے مطابق دو عادل گواہ بھی مقرر کئے جائیں اور اللہ سے ڈرنے والوں کیلئے ہمیشہ کیلئے رجوع کا راستہ باقی رہے گا اور یہاں پر اللہ تعالیٰ نے اس صورتحال کی وضاحت بھی کردی جس میں علماء ومفتیان نے حلالہ کے نام سے امت مسلمہ کی عزت کو اپنی لعنت سے پاش پاش کرنا تھا، چنانچہ اس حلالہ سے پہلے واضح الفاظ میں ایک اور حلالہ کا ذکر کیا، وہ کیا ہے؟ قرآن طلاق شدہ کو احسان کے ساتھ رخصت کرنے کا حکم دیتا ہے یعنی اپنے حق سے بھی زیادہ دینا، کسی سے بھی دی ہوئی چیز واپس لینا حلال نہیں، خاص طور پر جس بیوی کو طلاق دی ہو، حدیث میں آتا ہے کہ اگر کسی کو کوئی چیز دی اور واپس لی تو اس کی مثال اس کتے کی ہے جو الٹی کرے اور پھر اس کو چاٹے۔ جیسے کتے اور اس کی الٹی حلال نہیں ہوسکتی، ایسے ہی طلاق شدہ بیوی سے کوئی چیز لینا حلال نہیں۔ الا یہ کہ جس صورت میں دونوں کو یہ ڈر ہو کہ اسکے بغیر اللہ کے حدود پر قائم نہ رہ سکیں گے اور فیصلہ کرنے والے بھی ڈریں، یہی وہ صورتحال ہے جس میں حلال نہ......

2 اور 2 چار کی طرح واضح ہے کہ 2 اور 2 مرتبہ میں بالکل واضح فرق ہے۔ کہا جاسکتا ہے کہ مولوی نے 2 مرتبہ حلوہ کھایا لیکن نہیں کہا جاسکتا کہ مولوی نے 2 حلوہ کھایا۔ یہ کہہ سکتے ہیں کہ مولوی کی جیب میں 2 روپے ہیں لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ مولوی کی جیب میں 2 مرتبہ روپے ہیں۔ ایک مرتبہ کھانا کھایا جائے تو بیس مرتبہ بھی کہا جائے کہ میں نے کھانا کھایا ہے، کھایا ہے، کھایا ہے......تو اس پر 20 مرتبہ نہیں ایک مرتبہ ہی کھانا کھانے کا اطلاق ہوگا۔ مولوی صاحب کسی کا نکاح پڑھاتا ہے تو 3 مرتبہ دہرایا جاتا ہے کہ قبول کیا ہے، قبول کیا ہے، قبول کیا ہے لیکن نکاح تو ایک ہی ہوتا ہے، 3 عدد نکاح شمار نہیں ہوتے ہیں۔ دن میں روزہ ایک مرتبہ ہوتا ہے، اگر کوئی 3 یا 30 روزے کی نیت کرلے یا دہرانے کی رٹ لگائے تو پھر بھی ایک ہی بار شمار ہوگا، جیسے رمضان کے دن روزہ رکھنے کیلئے ظرف ہیں ایسے طلاق کیلئے عدت ظرف ہے۔ رمضان اور اس سے پہلے عید الفطر کی نماز نہیں ہوسکتی۔

طلاق آخروہ کونسی جنسِ نایاب ہے جس میں 2 مرتبہ طلاق کے بالکل واضح الفاظ چھوڑ کر 3 طلاق کا فلسفہ گھڑا گیا ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اگر عدت کے مرحلہ وار 3 مدتوں کے بعد **الطلاق مرتٰن** (طلاق 2 مرتبہ ہے) کے بجائے **الطلاق اثنتان** (طلاق 2 ہیں) بھی کہا جاتا تو بھی دو مرتبہ طلاق ہی مراد لیا جاتا، اسلئے کہ جب تین طہر وحیض کی عدت کا معاملہ واضح تھا تو پھر 2 طلاق سے بھی 2 مرتبہ طلاق لینا ہی قرینِ قیاس تھا۔ جیسے روزے میں دن کی مدت کا تعین واضح ہے تو کوئی 2 روزے بھی کہہ دیگا تو اس سے الگ الگ مرتبہ 2 روزے ہی مراد لئے جائیں گے۔ جیسے نکاح ایک فعل ہے، جب تک نکاح قائم رہتا ہے، اس پر دوسرا نکاح نہیں ہوسکتا ہے، نکاح منعقد ہونے کے جس طرح سے کچھ شرائط ہیں، اسی طرح سے بلکہ اس سے زیادہ طلاق کے شرائط ہیں، طلاق کی ایک عدت ہے اور عدت کے 3 مراحل ہیں، جس طرح 3 قروء سے خالی 3 کے الفاظ مراد نہیں ہوسکتے بلکہ جب تک 3 اوقات اور معاملات گزر نہ جائیں عدت پوری نہیں ہوسکتی ہے۔ اگر کوئی عورت کہے کہ میں نے تین قروء گزار لئے تو کیا اس کی عدت پوری ہوگی؟ اس طرح سے عدت کے تین مرحلوں میں سے کسی ایک مرحلہ میں بھی 2 مرتبہ طلاق کی بات نہیں ہوسکتی ہے، جیسے ایک دن میں 2 روزے نہیں رکھ سکتے۔

قرآنی لغت کے معروف ماہر امام علامہ راغب الاصفہانی لکھتے ہیں: **و قولھم مرۃ او مرتین کفعلۃ او فعلتین و ذٰلک جزء من الزمان قال: (ینقضون عھدھم فی کل عام مرۃ. و ھم بدء و کم اول مرۃ. ان تستغفرلھم سبعین مرۃ انکم رضیتم بالعقود اول مرۃ سنعذبھم مرتین و قولہٖ ثلاث مرات) مفرات الفاظ القرآن فی غریب القرآن.** علامہ اصفہانی نے واضح الفاظ میں بتادیا ''مرۃ یا مرتین جیسا ایک فعل اور دو فعل۔ یہ زمانہ کا ایک حصہ ہے'' پھر قرآن کی مثالوں سے واضح کردیا کہ قرآن میں یہ الفاظ الگ الگ افعال اور زمانہ کے حصہ کیلئے استعمال ہوئے ہیں۔ علامہ اصفہانی مفردات میں لفظ کے ان تمام معانوں کا ذکر کرتے ہیں جن کیلئے وہ لفظ قرآن میں استعمال ہوتا ہے۔

عربی لغت میں مرۃ کیا ہے :مصدری المرّۃ ۔ اسم المرّۃ: مصدر یدلُّ علی وقوع الحدثِ مرّۃ واحدۃ . نحو: أخذہ أخذۃ و نظرہ نظرۃ. حاشیہ:المرّۃ اِنما تکون لما یدل علی فعل الجوارح الحسیّۃ لا ما یدل علی الفعل الباطنی: کالعلم، و الجھل، و الجبن. أو الصفۃ الثابتۃ کالحسن، و الکرم، و البخل. (القوائد الأساسیۃ للغۃ العربیۃ، ص ۲۸٤ تالیف السید أحمد الھاشمی ، تحقیق : د. محمد احمد قاسم (۱۸۷۸۔۱۹٤۳) المکتبۃ العصریۃ شرکۃ ابناءِ شریف الانصاری للطباعۃ بیروت) ترجمہ: ''مرّۃ وہ مصدر ہے جو ایک ہی مرتبہ فعل کے واقع ہونے پر دلالت کرتا ہے جیسے اس کو پکڑا ایک مرتبہ پکڑنا، اور اس کو دیکھا ایک نظر دیکھنا''۔ حاشیہ ''مرۃ کی دلالت خالی عضوی حسّی فعل پر ہوتی ہے، نہ کہ جو دلالت کرے باطنی فعل پر۔ جیسے علم، جہل اور بزدلی یا مستقل صفت پر جیسے حسن، کرم اور بخل''۔

درجہ بالا عربی کتاب خالصتاً عربی لغت کے اساسی قواعد کی کتاب ہے جس میں مسلکانہ وکالت کا شائبہ تک نہیں۔ اس میں مرۃ کی وضاحت کی گئی ہے، کسی فعل کے ایک مرتبہ حدث یا واقع کرنے کا نام مرّۃ بتادیا گیا ہے، اور یہ وضاحت بھی کی گئی ہے کہ فقط فعل عضوی حسّی پر اس کا اطلاق ہوتا

پہلی مرتبہ طلاق	حیض	دوسری مرتبہ طلاق	حیض	امساک او تسریح	حیض

ہے نہ کہ فعل باطنی پر جیسے علم، جہل، بزدلی اور نہ مستقل صفت پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جیسے حسن، کرم اور بخل۔ اس کی آسان مثال یہ ہے کہ آپ کے جیب میں 10 روپے ہیں، آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ میرے جیب میں دس مرتبہ روپے ہیں، مرتبہ کا تعلق فعلِ حسی سے ہوتا ہے، یہ نہیں کہہ سکتے کہ میں نے 10 حلوہ کھایا، البتہ کہا جاتا ہے کہ دس مرتبہ حلوہ کھایا کیونکہ یہ فعل حسی ہے۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ مرتان کے بارے میں فعلِ حسّی عضوی اور فعلِ باطنی کے تصور کو انگریزی اصطلاحات میں سمجھ سکتے ہیں، عربی لغت میں فعل حسّی کا مطلب ''پریکٹیکل کام'' ہے اور فعل باطنی کا مطلب ''تھیوری'' ہے۔ مرۃ اور مرتان کا تعلق صرف پریکٹیکل افعال سے ہی ہوسکتا ہے، تھیوری پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔ علماء وفقہاء نے قرآن وسنت کے برعکس الطلاق مرتان کے فعلِ حسی و پریکٹیکل کام کو 3 طلاق کی ملکیت کی تھیوری میں بدلنے کی ٹھوکر کھائی ہے۔

علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں: طلاق دینے کا سنت طریقہ یہ ہے...... طہر میں شوہر...... ایک طلاق دیدے...... حیض گزر جائے...... دوسری طلاق دے، ہوسکتا ہے کہ..... صلح ہوجائے اور تیسری طلاق دینے کی نوبت نہ آئے...... پھر شوہر اس کو تیسری بار طلاق دیدے پھر جب تیسری طلاق کے بعد ایک حیض گزر جائے تو اب تیسری طلاق مکمل ہوگئی، اب وہ عورت...... حلال نہیں ہوگی. (نعم الباری شرح بخاری ج:9 ص 7-748)

پہلی مرتبہ ایک عالم نے تیسری طلاق کو تکمیل عدت کیساتھ بے ساختہ جوڑ دیا ہے، یہ قرآن وسنت کا ہی کمال ہے کہ دماغ بھرا ہونے کے باوجود حق......

صحیح مسلم میں حضرت حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ ایک مستند راوی نے بتایا کہ تین طلاقیں دی تھیں لیکن بیس سال تک کوئی ایسا شخص نہیں ملا، جس نے اس کی تردید کی ہو، پھر ایک اور زیادہ مستند شخص نے بتایا کہ ابن عمرؓ نے ایک طلاق دی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس دور میں بھی ایک ساتھ تین طلاق واقع ہونے کے بارے میں باقاعدہ مبہم جوئی جاری تھی۔ فاطمہ بنت قیسؓ کے بارے میں صحیح احادیث میں واضح ہے کہ الگ الگ طلاقیں دی گئیں پھر بعض روایات میں من گھڑت الفاظ بھی ڈالے گئے کہ ایک ساتھ تین طلاقیں مجموعی دی گئیں، جب رفاعہ القرظیؓ کے بارے میں وضاحت موجود ہے کہ پھر آخری طلاق دیدی تو جمہور اپنے مسلک کیلئے ان روایات کو دلیل کے طور پر کیسے پیش کرسکتے ہیں؟ اہم بات یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک ایک ساتھ تین طلاقیں دینا جائز نہیں۔ وہ اپنے مذہب پر محمود بن لبیدؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں جس کو امام نسائی نے نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک ساتھ دیں، حضورﷺ کو جب معلوم ہوا تو آپ غصے کے عالم میں کھڑے ہوکر فرمانے لگے ''ایلعب بکتاب الله و انا بین اظهر کم '' (تم اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیل رہے ہو جبکہ میں تمہارے درمیان میں ہوں۔) امام شافعیؒ کے نزدیک ایک ساتھ تین طلاق دینا جائز ہے اوران کا استدلال حضرت عویمر عجلانیؓ کے قصے سے ہے کہ لعان سے فارغ ہونے کے بعد انہوں نے بیوی کو تین طلاقیں دیں اور رسول اللہ ﷺ نے ان پر نکیر نہیں فرمائی، جس سے جواز معلوم ہوتا ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک لعان سے فرقت واقع ہوجاتی ہے جس کے بعد طلاق واقع نہیں ہوتی۔ حنفیہ کے مذہب کے مطابق دوسرا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے یہ واقعہ تین طلاق کے ایک ساتھ دینے کی ممانعت سے پہلے کا ہو۔ اسلئے حضور اکرم ﷺ نے نکیر نہیں فرمائی۔ (احکام القرآن لجصاص)۔ یہ وجہ بھی ہوسکتی ہے کہ طلاق کے بغیر ہی چونکہ فرقت لعان کی جہت سے واقع ہورہی تھی اسلئے آپ ﷺ نے نکیر نہیں فرمائی۔ (کشف الباری شرح صحیح بخاری: ج 3، ص 422۔ مولانا سلیم اللہ خان)

شافعیؒ اور مالکؒ وابوحنیفہؒ کو محمود بن لبیدؓ اور عویمر عجلانیؓ کے علاوہ کوئی دوسری حدیث نہ مل سکی لیکن طلاق کے وقوع کیلئے ان تمام احادیث کو جمہور کی طرف سے دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے جن میں الگ الگ طلاقوں کا ذکر ہے۔ محمود بن لبیدؓ کی روایت میں نبی ﷺ کی ناراضگی ایسی تھی جیسے ابن عمرؓ پر غضبناک ہوئے، اس میں حلالہ کی بات نہیں بلکہ قرآن کے خلاف عمل پر ناراضگی ہے، فحاشی کی صورت میں گھر سے نکلنے اور نکالنے کی گنجائش ہے اور عویمر عجلانیؓ کے واقعہ میں اسی صورتحال کی وضاحت ہے۔ نبی ﷺ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ابتدائی دور میں طلاق کی صورت واضح تھی۔

ولا یحل لکم ان تأ خذوا مما اٰتیتمو ھن شیئاً الا ان یخافاالا یقیما حدودالله فان خفتم الا یقیما حدود الله فلا جناح علیھما فیما افتدت بہٖ تلک حدود الله فلا تعتدوھا (البقرہ: آیت 229)

فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتیٰ تنکح زوجاً غیرہ فان طلقھا فلا جناح علیھما ان یتراجعا ن ظنا ان یقیما حدود الله و تلک حدود الله یبینھا لقوم یعلمون (البقرۃ : 230)

پہلی مرتبہ طلاق | حیض | دوسری مرتبہ طلاق | حیض | رکھ لینا یا چھوڑ دینا | حیض

آیت میں خلع کا تصور نہیں بلکہ طلاق کے بعد کی صورتحال ہے۔ میاں بیوی کے درمیان جدائی کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں۔

1 : آیت میں ذکر ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ نہیں رہنا چاہتے ہوں اور علیحدگی کا فیصلہ کرتے ہوئے باہوش وحواس ہی یہ صورتحال ہوسکتی ہے کہ دونوں کو خوف ہو کہ اگر دی ہوئی چیزوں میں سے وہ چیز واپس نہیں کی گئی تو اللہ کی حدود پر دونوں قائم نہ رہ سکیں گے۔

2 : اگر شوہر نہیں چاہتا کہ بیوی کو الگ کردے لیکن بیوی نہیں رہنا چاہتی ہے تو اس کا نام خلع ہے۔ احادیث میں خلع کا ذکر ہے، اگر دوسری آیت کے تناظر میں دیکھا جائے تو بہت سے ابہامات، اختلافات اور تضادات کا حل نکل آئے۔ **یا ایھا الذین اٰمنوا لا یحل لکم ان ترثوا النساء کرھاً ولا تعضلوھن لتذھبوا ببعض ما اٰتیتموھن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃٍ و عاشروھن بالمعروف فان کرھتموھن فعسیٰ ان تکرھوا شیئاً و یجعل الله فیہ خیراً کثیراً O** (النساء:19) ''اور تمہارے لئے حلال نہیں کہ عورتوں کے زبردستی سے مالک بن بیٹھو۔ نہ روکے رکھو ان کو تاکہ بعض چیزیں جو تم نے ان کو دی ہیں وہ واپس لے لو۔ مگر یہ کہ وہ کسی کھلی ہوئی فحاشی کا ارتکاب کریں اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اگر تم انہیں نہیں چاہتے ہو، تو ہوسکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تمہارے لئے اس میں بہت سارا خیر بنادے۔'' یہ آیت کسی غیر عورت کے بارے میں نہیں کہ بلکہ اپنی بیوی کے بارے میں ہے کہ اگر وہ نہیں رہنا چاہتی تو ان کے زبردستی سے مالک نہیں بن سکتے۔ ان کو اسلئے مت روکے رکھو تاکہ اپنا دیا ہوا مال واپس لینے پر مجبور کرو، مگر یہ کہ وہ کھلی فحاشی کا ارتکاب کریں، ایک طرف فحاشی کی صورت میں محروم کرنے کی اجازت تو دوسری طرف حسنِ معاشرت کی تلقین قرآن کا معجزہ اور انسانیت کی فطری رہنمائی ہے۔ خلع کی احادیث کو اس آیت کے ضمن میں درج کیا جاتا تو عورت کو نکاح کے نام پر مملوکہ سمجھنے کا خلافِ فطرت، خلافِ قرآن اور خلافِ سنت خودساختہ تصور ختم ہوجاتا۔

3 : بیوی الگ نہیں ہونا چاہتی مگر شوہر کے ذہن میں کسی اور کا سودا سمایا ہوا ہو: **و ان اردتم استبدال زوجٍ مکان زوجٍ و اٰتیتم احدٰھن قنطاراً فلا تاخذوا منہ شیئاً اتاخذونہ بھتاناً و اثماً مبیناًO و کیف تاخذونہ و قد افضیٰ بعضکم الیٰ بعضٍ و اخذن منکم میثاقاً غلیظاًO** (النساء:21-20) ''اگر تم کسی بیوی کے بدلے دوسری بیوی لانا چاہتے ہو اور اس کو بہت سارا مال دیا ہے تو اس میں سے کچھ بھی مت لو۔ کیا تم بہتان اور صریح گناہ سے وہ مال لوگے؟، جبکہ تم ایک دوسرے سے بڑھ کر (ازدواجی تعلقات قائم کرکے) مل چکے ہو۔ اور وہ تم سے پکا عہد و پیمان بھی لے چکی ہیں''۔

قرآن میں وضاحت ہے کہ علیحدگی مرد کی طرف سے ہو تو بھی عدت کے بعد رجوع ہے اور عورت کی طرف سے ہو تو بھی باہمی رضامندی سے ازدواجی تعلق کے بحالی کی گنجائش ہے اور یہ صورت بھی ہوسکتی ہے کہ مرد کی طرح عورت کے ذہن میں بھی کسی اور کا سودا سمایا گیا ہو۔ اسی میں ہی حلالہ سے پہلے ایک اور حلالہ کا تصور دیا گیا ہے۔ عورت سے دی ہوئی چیزوں میں سے پھر بھی کوئی چیز لینا حلال نہیں مگر یہ کہ دونوں کو خوف ہو کہ اسکے بغیر اللہ کے حدود پر قائم رہنا مشکل ہوگا۔ یہی وہ صورت ہے جس میں جدائی کے بعد دونوں کے درمیان کوئی بھی ایسی چیز جس میں میل ملاپ اور اللہ کے حدود کی پامالی کا خطرہ ہو تو وہ چیز واپس کرنے میں دونوں ہی عافیت جانیں گے اور فیصلہ کرنے والے بھی ڈریں گے کہ اگر وہ چیز واپس نہ کی گئی تو دونوں اللہ کی حدود کو توڑ سکتے ہیں۔ پھر عورت کی طرف سے اسی چیز کے فدیہ کرنے میں دونوں پر کوئی حرج نہیں ہوگا۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ اللہ کے حدود ہیں جس سے تجاوز مت کرو اور جو تجاوز کرے وہی ظالم ہیں۔ اللہ نے کتنی سخت شرائط سے واضح کردیا کہ دی ہوئی چیزوں میں سے بھی صرف وہی چیز جس پر سب متفق ہوں کہ اس کے بغیر چارہ نہیں، لیکن مولوی نے اس کو خلع بنا کر لامحدود چیزوں کے مانگنے میں بھی اللہ کی حدود کا خیال نہ رکھا۔ یہ آیت بہت ہی وضاحت کیساتھ اس طلاق سے پہلے تمام تر صورتحال کو واضح کرتی ہے جس کو نالائق، نااہل اور نامراد مولوی تقلید کے سہارے تمام حدود پلانگ کر تراشتا ہے۔

طہر | حیض | طہر | حیض | طہر | حیض

والمطلقٰت يتربصن بانفسهن ثلثة قروء...
و بعولتهن احق بردهن فی ذٰلک(البقرہ:228)

الطلاق مرتٰن فامساک بمعروف او تسریح باحسان ولا یحل لکم ان تأخذوامما أتیتموھن شیئاً الا ان یخافاالا یقیما حدودالله فان خفتم الا یقیما حدود الله فلا جناح علیھما فیما افتدت بہٖ تلک ... (البقرہ:229)

فان طلقها فلا تحل له من بعد حتیٰ تنکح زوجاً غیرہ فان طلقها فلا جناح علیهما ان یتراجعا ان ظنا ان یقیما حدود الله و تلک حدود الله یبینها لقوم یعلمون (البقرۃ : 230)

پہلا حصہ عدت کے تین مراحل اورا لگ الگ طلاق کا ہے، دوسرا مالی معاملہ میں متفقہ شعوری فیصلے اور تیسرا اسکے مشروط نتیجہ میں انجامِ کار سے متعلق ہے۔ پہلے حصہ کی جس طرح سے مرحلہ وار وضاحت ہے وہ محتاجِ بیان نہیں اور نقشِ بالا میں دوسرے اور تیسرے حصہ کے مربوط اور مضبوط تعلق کو بھی جدا نہیں کیا جاسکتا۔ اگلی آیات232 ,231 میں کھل کر اس بات کی بھی وضاحت ہے کہ اگر طلاق کی عدت کی تکمیل کے بعد شوہر یا بیوی رجوع کرنا چاہے تو باہمی رضا سے ازدواجی تعلق کو بحال کرنے میں شرعی رکاوٹ نہیں ہے اور نہ ہی معاشرے کو رکاوٹ کھڑی کرنی چاہیے۔ فقہاء نے اپنی وکالت کی پوری صلاحیت کو بروئے کار لاکر عدت کے خاتمہ سے پہلے اور عدت کے خاتمہ کے بعد میاں بیوی کے درمیان ازدواجی تعلقات کی بحالی کے بجائے خودساختہ شرعی رکاوٹ کھڑی کی ہے، انکے پاس اہل اقتدار اور عوام کو اپنے زیرِ دست رکھنے کیلئے یہ واحد حربہ تھا جس سے اپنے مفادات کیلئے ایک باقاعدہ لائحہ عمل بنا کر یا غیر شعوری طور سے استعمال کیا گیا ہے۔

لایحل سے زیادہ تاثیر حرّم کے لفظ میں ہے لیکن علماء ومفتیان اس کی طرف توجہ نہیں دیتے: ''زانی نکاح نہیں کرتا مگر زانی عورت یا مشرکہ سے اور زانی عورت کا نکاح نہیں کرایا جاتا مگر زانی مرد یا مشرک سے وحرّم ذٰلک علی المؤمنین اور یہ مؤمنوں پر حرام کردیا گیا ہے''۔ لیکن اس آیت سے کوئی بھی بدکار مرد اور بدکار عورت سے نکاح کرنے کو حرام نہیں سمجھتا ہے۔ حضرت علیؓ نے اپنے مشرک بہنوئی کو قتل کرنا چاہا مگر رسول اللہﷺ نے فتح مکہ میں روک دیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکوں سے نکاح کو منع کیا ہے اور جب حضرت علیؓ کو (اپنی مؤمنہ ہمشیرہ جو ابتدائی مسلمانوں میں سے تھیں) حضرت ام ہانیؓ کے ازدواجی تعلق کی حرمت پر یقین ہوا تو رسول اللہﷺ نے اپنے خصوصی اختیار سے اس تعلق کو جائز نہیں قرار دیا بلکہ اللہ کی کتاب سے فیصلہ فرمادیا۔ ان خواتین کی قرآن میں وضاحت ہے جو ہجرت کریں، آزمائش سے ایمان ثابت ہوجائے کہ ان کو واپس مت بھیجو، ظاہر ہے کہ پھر بدترین تشدد اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔ لاھن حل لھم ولایحلون لھن (نہ وہ اپنے شوہروں کیلئے حلال ہیں اور نہ وہ ان کیلئے حلال ہیں)۔ حضرت ام ہانیؓ نے ہجرت نہیں کی تھی، اسلئے ان پر آیت کا اطلاق نہیں ہوتا تھا۔ اور حضرت علیؓ کا وقتی طور سے مغالطہ کھانے اور نبی اکرمﷺ کا رہنمائی فرمانے سے اہل تشیع کو ناراض نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ جس طرح سورۂ مجادلہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیﷺ کی رہنمائی فرمائی، اس طرح رسول اللہﷺ نے حضرت علیؓ کی رہنمائی فرمائی۔ اگر یہ واقعہ بعد کے ادوار میں ہوتا تو یہ بھی ایک فقہی مسئلہ بن جاتا اور مؤمن بہن کو نہیں اقلیتی بہنوئی کا تہہ تیغ کرنا شرعی غیرت کا تقاضہ بن جاتا۔ حضرت عمرؓ نے اہل کتاب سے رشتہ کرنے کی ممانعت کردی تاکہ مفتوحہ یورپی ممالک کی خواتین سے شادیاں کرکے مسلمان خواتین شادی کی نعمت سے محروم نہ رہ جائیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اس حکومتی حکم کو شرعی قرار دیکر علت بھی نکال دی کہ تثلیث کا عقیدہ رکھنے سے بڑھ کر شرک کیا ہوسکتا ہے لیکن قرآن کے واضح حکم کے مقابلہ میں یہ فقہ نہیں مانا گیا۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ قرآن وسنت کے مطابق جن خواتین کو حیض آتا ہے، ان کو تین طہر وحیض میں طلاق دی جائے، تب بھی عدت کی تکمیل کے بعد رجوع کا راستہ نہیں روکا گیا ہے۔ احادیث کے ذخیرہ میں جہاں عدت کے تین ادوار کے مطابق تین مرتبہ طلاق کے واقعات کا ذکر کیا گیا ہے، ان کا تعلق صرف اس بات سے ہے کہ صحابہ کرامؓ نے قرآن کے مطابق عدت کے تین مراحل میں طلاقیں دیں یا کسی نے اس کی خلاف ورزی کی؟۔ ظاہر ہے کہ اکثریت نے قرآن کے مطابق مرحلہ وار تین مرتبہ طلاقیں دیں اور بس، اور جنہوں نے قرآن کے خلاف عمل کرکے ایک ساتھ تین طلاق کے الفاظ سے فارغ کیا تو یہ عمل درست نہ تھا۔ ان روایات سے قرآن وسنت کے خلاف حلالہ کا تصور پیش کرنا بالکل بھی کسی طرح سے درست نہیں۔ تفسیر کے امام علامہ جاراللہ زمخشریؒ کی الکشاف دیکھ لیجئے اور علامہ ابن قیم نے زادالمعاد میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے حوالے سے لکھا ہے کہ جس طلاق میں دوسرے کے ساتھ نکاح کئے بغیر حلال نہ ہونے کا ذکر ہے، اس کو قرآن کے سیاق وسباق کے مطابق مختلف مرتبہ طلاق اور مالی معاملات نمٹانے کے ساتھ مشروط کئے بغیر اس کا اطلاق کرنا صحیح نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کو ہر چیز کی وضاحت کیلئے کافی قرار دیا ہے، وہ کونسی کتاب ہے، وہ کونسا اصول ہے اور وہ کونسا دستور ہے جس میں سیاق وسباق کے بغیر کسی بھی معاملے کو اٹھا کر لوگوں پر مسلط کیا جائے؟۔ قرآن میں زناکار کو کوڑے مارنے کا ذکر ہے لیکن حد جاری کرنے کیلئے کتنی شرائط ہیں؟ ہے کوئی عقل والا؟

یہ اس صورت میں ہے کہ جب عورت کو طلاق دی گئی ہو لیکن عورت جدا نہیں ہونا چاہتی ہو، کیونکہ مرد کی طرف سے طلاق کے بعد اگر عورت راضی نہ ہو تو عدت میں بھی رجوع کا یکطرفہ غیر مشروط اختیار نہیں ہے۔ اگر عورت طلاق پر راضی نہ ہو تو پھر مرد کو یہ حکم ہے کہ عدت کے بعد اگر چاہو تو معروف طریقہ سے رکھو، یا معروف طریقہ سے چھوڑ دو اور تکلیف پہنچانے کی غرض سے اس کو مت روکے رکھو اور جو کوئی ایسا کرے تو اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ اللہ کی آیات کو مذاق مت بناؤ، اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو جو اس نے تمہارے اوپر کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں جن نعمتوں کا ذکر کیا ہے ان میں سے ایک تو بیوی کی نعمت ہے، حضرت زیدؓ کی بیوی کو بھی اللہ نے نعمت قرار دیا تھا۔ جب انسان اپنی بیوی کی نعمت پر غور کرے گا، دوسرا یہ کہ اللہ کی کتاب میں ان آیات پر غور کرے گا جو طلاق کے حوالہ سے جاہلانہ رسوم کو ختم کرتی ہیں اور تیسرا یہ کہ اللہ کی دی ہوئی عقل وحکمت سے سوچ لے گا تو اس کے سامنے فقہاء کے سات طبقات ہی نہیں آسمان کے سات طبق بھی روشن ہو جائیں گے۔

ہمارا سب بڑا المیہ یہ ہے کہ بیوی کی نعمت اور اس کی طلاق کے حوالہ سے قرآن کی آیات اور اپنی عقل وحکمت کو چھوڑ کر ان مسلکی تضادات کی وکالت اور اندھی تقلید کا ٹھیکہ اُٹھائے اُٹھائے گھومتے ہیں جن کی وجہ سے علم، ایمان اور دین کی روشنیاں مسلمانوں کے دل ودماغ سے نکل کر ثریا کے پیچھے کہیں بلیک ہول کا شکار ہو کر پوشیدہ ہوگئی ہیں اور ان کو وہاں سے لانے کیلئے فارس کے ایک اجنبی شخص یا چند اشخاص کی تلاش جاری ہے جو ہدایت کے نور کی کرنیں وہاں سے لاکر امت مسلمہ کو اندھیر نگری سے نکالیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے بیوہ کی عدت کیلئے **اذا بلغن اجلھن** کے بعد دوسری جگہ نکاح کی گنجائش کا حکم بتادیا ہے۔ بیوہ کی عدت **4** ماہ **10** دن ہے اور طلاق شدہ کی عدت **3** طہر وحیض یا **3** ماہ ہے۔ اور انہی الفاظ میں عدت کی تکمیل کے بعد طلاق شدہ سے رجوع کی گنجائش کا ذکر ہے۔ مولوی معاشرتی اقدار واصول سمجھتا ہے اور نہ ریاضی کا سادہ حساب، اسکو **B** سے بگ، ک سے کتاب بھی نئے طریقہ سے سمجھانا ہوگا۔

و اذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فامسكوهن بمعروفٍ او سرحوهن بمعروفٍ ولا تمسكوهن ضراراً لتعدوا ومن يفعل ذٰلك فقد ظلم نفسه ولا تتخذوا اٰيٰت الله هزواً واذكروا نعمت الله عليكم وما انزل عليكم من الكتٰب و الحكمة يعظكم بهٖ و اتقوا الله واعلموا ان الله بكل شيءٍ عليم(البقره: آيت 231)

اور جب تم نے طلاق دی عورتوں کو پھر پہنچیں وہ اپنی عدت کو، تو ان کو معروف طریقے سے روکو یا معروف طریقے سے چھوڑ دو۔ اور نہ روکے رکھو ان کو ستانے کیلئے تاکہ ان پر زیادتی کرو۔ اور جو ایسا کرے گا وہ بے شک اپنی جان پر ظلم کرے گا۔ اور مت بناؤ اللہ کے احکام کو مذاق اور یاد کرو اللہ کی نعمت کو جو تم پر اس نے کی ہے۔ اور اس کو جو اتاری تم پر کتاب میں سے اور حکمت کو۔ تم کو نصیحت کرتا ہے اللہ اس کے ذریعے سے، اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے

قرآن کی بعض آیات سے بعض آیات کی تفسیر ہو جائے تو پھر کند ذہن لوگوں کی من پسند تشریح کی گنجائش نہیں رہتی ہے۔ اگر طلاق کے بعد حلال نہ ہونا آیات کے سیاق وسباق کی قیودات کیساتھ مشروط قرار دیا جاتا تو پوری دنیا میں عالم انسانیت کیلئے اسلام کے معاشرتی اصولوں کو رہنمائی کا ذریعہ بنالیا جاتا۔ لیکن افسوس کہ دنیا میں کتنی بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہوگی جن کی زندگیاں اسلام کے بارے میں خودساختہ تصورات کے ہاتھوں تباہ ہوئی ہیں۔ مرد چاہتا ہے نہ عورت کہ جدا ہوں اور ان کے رشتہ دار اور احباب چاہتے ہیں کہ ایک ساتھ رہیں لیکن کم عقل مولوی کا فتویٰ سامنے آجاتا ہے اور ان کو بادلِ ناخواستہ الگ رہنا پڑتا ہے، یا حلالہ کروانا پڑتا ہے یا مسلک تبدیل کرنا پڑتا ہے۔ حالانکہ قرآن میں اس حلال نہ ہونے کے جملہ سے پہلے میاں بیوی کے علاوہ فیصلہ کرنے والوں کی طرف سے بھی سنجیدہ اور باہوش حواس کردار ادا کرنے کا ذکر ہے۔

اس صورت میں جب مرد نے عورت کی خواہش پر طلاق دی ہو، اور وہ اپنے باپ کے گھر جا کر بیٹھ گئی ہو۔ تو عدت کی تکمیل کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے ان دونوں میاں بیوی کے درمیان ازدواجی رشتہ بحال کرنے کی ترغیب دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو انکے شوہروں کے پاس جانے سے روکنے کو منع کردیا ہے جب وہ باہمی رضامندی سے معروف طریقہ سے منسلک ہونا چاہتے ہوں۔ معاشرے میں ایسے افراد ہوتے ہیں جو عزت بچانے کے نام پر میاں بیوی کے درمیان رکاوٹ بنتے ہیں، مفادات کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں، مذہب کو آڑ بنالیتے ہیں، بہرحال جس عنوان سے بھی میاں بیوی کے درمیان رکاوٹ بنیں اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے سے روکا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دستاویزی حکم کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس سے ان ہی لوگوں کو وعظ و نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے معاشرے کو خبردار کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس پر عمل پیرا ہونے میں تمہارے لئے زیادہ تزکیہ اور پاکیزگی کا ماحول قائم ہوتا ہے۔ جب معاشرے کی جاہلانہ اقدار ٹوٹتی ہیں تو افراد کا تزکیہ ہوتا ہے، جب معاشرے میں طلاق شدہ عورتوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے تو تزکیہ والی ذہنیت کے بجائے بدنیتی پھیلتی ہے اور پاکیزگی کی جگہ معاشرے کو گندے اعمال اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔

و اذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فلا تعضلوهن ان ينكحن ازواجهن اذا تراضوا بينهم بالمعروف ذٰلک یوعظ بهٖ من كان منكم يؤمن بالله و اليوم الاٰخر ذٰلكم ازكیٰ لكم و اطهر و الله يعلم و انتم لا تعلمون

(البقرہ: آیت 232)

اور جب طلاق دی تم نے عورتوں کو پھر پورا کر چکی اپنی عدت کو تو اب نہ روکو ان کو اس سے کہ ازدواجی تعلق قائم کریں اپنے خاوندوں سے جب راضی ہوں آپس میں معروف طریقے سے یہ نصیحت اس کو کی جاتی ہے جو تم میں سے اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور آخرت کے دن پر، اور اس میں تمہارے واسطے زیادہ پاکی اور زیادہ طہارت ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

بعض فقہاء نے کہا: آیت سے اولیاء یعنی لڑکی کے گھر والوں کو یہ قانونی حق پہنچتا ہے کہ وہ اس کو روکیں اور ان کی اجازت کے بغیر یہ ازدواجی تعلق جائز نہ ہوگا۔ احناف نے کہا کہ اخلاقی بنیادوں پر منع کرنے کی بات ہے ورنہ قانونی طور پر لڑکی کے گھر والے روکنے کے مجاز نہیں۔

قیامت کے دن نام نہاد فقہ، مذہب اور دین کے نام پر جُدا شدہ جوڑوں کو ملایا جائے گا تو ان کا جرم زندہ درگور کی جانے والی بچیوں کے جرم سے کم نہ ہوگا، اسلئے کہ وہ تو چند لمحات کے بعد مر کر چین پالیتی تھیں، ان طلاق شدہ جوڑوں کی تو زندگیاں برباد ہوجاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس آخرت کے دن سے ڈرایا ہے اذا نفوس زوجت O و اذا المؤدة سئلت O بای ذنب قتلت O (اور جب جیون کے ساتھیوں کے جوڑے بنائے جائیں اور جب زندہ درگور کی جانے والی سے پوچھا جائے گا۔ کہ کس جرم کی پاداش میں قتل کی گئی۔ سورۂ تکویر) زمانہ جاہلیت میں میاں بیوی کے درمیان ایک ساتھ تین طلاق، ماں سے تشبیہ دینے، حرام قرار دینے اور قسم کھانے کی بنیاد پر تفریق کرادی جاتی تھی اور بیٹیوں کو زندہ دفن کردیا جاتا تھا، دونوں بدترین معاشرتی رسوم کے بارے میں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کے سامنے حقائق کھولے گا۔ ایک رسم تو حرف غلط کی طرح مٹ گئی لیکن جوڑوں کے درمیاں تفریق کا سلسلہ پھر سے شروع کردیا گیا۔

جب ایک ساتھ حج وعمرہ کی بات آتی ہے تو پورے دلائل کے ساتھ حضرت عمرؓ کے موقف کو قرآن وسنت کے خلاف قرار دیا جاتا ہے اور جب تین طلاق ایک ساتھ واقع کرنے کا مسئلہ آتا ہے تو پھر قرآن وسنت کو ہی نظر انداز نہیں کیا جاتا بلکہ حضرت عمرؓ کے موقف کو بھی سمجھنے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ جن کو اللہ اور آخرت کا خوف نہیں تو جو مرضی کرتے پھریں لیکن علمی حقائق کو نظر انداز کرنے پر مشکلات کا شکار بھی ہوسکتے ہیں۔ کتنے مسائل ہیں جن میں اکابر صحابہؓ سے بھی حنفی اور دیگر مسالک والے اختلاف رکھتے ہیں لیکن طلاق کے مسئلہ پر غور کرنے کیلئے قرآن کی کھلی آیات کو دیکھنے کی زحمت نہیں کرتے۔ حالتِ سفر میں جنبی کو بھی غسل کے بغیر نماز پڑھنے کی اجازت ہے لیکن حضرت عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ اس کے قائل نہیں تھے۔

يـاايهـا النبى اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعتدهن واحصوا العدة و اتـقوا الله ربكم لا تخرجوهن من بيوتهن ولا يخرجن الا ان ياتين بـفـاحشة مبينةٍ و تلك حدود الله ومن يتعد حدود الله فقد ظلم نفسه لا تدرى لعل الله يحدث بعد ذٰلك امراً (الطلاق: 1)

اے نبی! جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو ان کو عدت تک کیلئے طلاق دو اور شمار کرو عدت کو۔ اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے۔ ان کو مت نکالو ان کے گھروں سے اور نہ وہ خود نکلیں مگر جب کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں اور یہ اللہ کے حدود ہیں اور جو اللہ کے حدود سے تجاوز کرے تو اس نے اپنے نفس کے ساتھ ظلم کیا تمہیں خبر نہیں شاید اللہ تعالیٰ اس کے بعد (اختلاف کے بعد موافقت کی) کوئی نئی صورت پیدا کردے۔

فـاذا بـلغن اجلهن فامسكوهن بمعروفٍ او فـارقـوهـن بـمعروفٍ و اشهدوا ذوى عـدلٍ مـنكم و اقيموا الشهادة لله ذٰلكم يـوعـظ بـه مـن كـان يـؤمـن بالله و اليوم الأخـر ومـن يتـق الـلـه يـجعل له مخرجاً (الـطلاق: 2) اور جب پہنچیں وہ اپنی عدت کو تو ان کو معروف طریقے سے رکھ لو یا معروف طریقے سے الگ کردو۔ اور گواہ بنادو اپنے میں سے دو انصاف والوں کو اور گواہی دو اللہ کیلئے۔ یہی ہے جس کے ذریعے سے نصیحت کی جاتی ہے اس کو جو ایمان رکھتا ہے اللہ اور آخرت کے دن پر اور جو اللہ سے ڈرا تو وہ اس کیلئے نکلنے کا راستہ بنادے گا۔

طہر	حیض	طہر	حیض	طہر	حیض

اللہ تعالیٰ نے سورہ طلاق میں عورت سے علیحدگی کے مسئلے کی بھرپور وضاحت فرمائی۔ علماء کی مت ماری گئی تھی، اسلئے انہوں نے تین طلاق کی ملکیت کا خودساختہ تصور قائم کرلیا، طلاق کی ملکیت کا تصور ہو تو قرآن کی آیت کا کوئی مفہوم ہی نہیں نکل سکتا۔ علماء سمجھتے ہیں کہ شوہر تین طلاق کا مالک ہوتا ہے چاہے تینوں طلاق ایک ساتھ خرچ کرڈالے یا ایک طلاق دیکر دو کی ملکیت باقی رکھے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بار بار عدت کے دوران اور عدت کی تکمیل کے بعد رجوع کرنے کی گنجائش کا ذکر کیا ہے لیکن مولوی کے اس خودساختہ تصور میں قرآنی آیات کی گنجائش پر عمل کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ اور اگر مولوی کے فقہ کے مطابق ایک طلاق دے دی تو دو طلاق کی ملکیت باقی رہے گی، عدت کے خاتمے کے بعد دوسری جگہ شادی کرلے اور بچے جن لے تب بھی دو طلاقوں کی ملکیت باقی رہے گی۔ یہ طلاق کی ملکیت کا یہ اچھوتا تصور ایسا ہے کہ دنیا کا کوئی عقلمند انسان اس کے صحیح ہونے پر یقین نہیں کرسکتا۔

طلاق کی ملکیت ہو تو مخصوص وقت تک کیلئے ملکیت زائل نہیں ہوسکتی۔ کسی کے پاس تین روپیہ ہوں تو یہ نہیں ہوسکتا کہ مخصوص وقت کیلئے ایک، دو یا تین روپیہ خرچ کرلے، ایک روپیہ خرچ کیا تو ہمیشہ کیلئے اسکی ملکیت سے محروم ہوا، دوسرا روپیہ خرچ کرنے کیلئے بھی کوئی خاص وقت نہیں ہوسکتا۔ طلاق میں ملکیت کا تصور ہو تو سورہ طلاق کا ترجمہ نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب تم نے عورتوں کو چھوڑنا ہو تو ان کو ان کی عدت تک کیلئے چھوڑ دو۔ مولوی سے اس کا مفہوم نہیں بنتا تو زور لگا کر کہتا ہے کہ عدت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک مردوں کی عدت دوسری عورتوں کی عدت۔ طہر کا زمانہ شوہر کی عدت ہے، اللہ نے فرمایا ہے کہ شوہر اپنی عدت میں طلاق دے، حیض عورت کی عدت ہے، عورت کی عدت میں طلاق دینے کا حکم نہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کی عدت میں نہیں عورتوں ہی کے عدت میں طلاق دینے کا حکم دیا ہے۔ پھر علماء کے نزدیک حیض کی حالت میں طلاق دینے کا حکم ہوگا۔

فرمایا: جب عورتوں کو چھوڑنا ہو یا الگ کرنا ہو تو عدت تک کیلئے چھوڑ دو یا الگ کردو۔ اور اس عدت کے مرحلوں کو شمار کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تین مرحلوں کے بجائے دو مرحلے میں بات نمٹاؤ یا تین مرحلے سے زیادہ چار پانچ مرحلے تک بات پہنچ جائے۔ عدت میں کمی وبیشی کرنے سے اس مصلحت کی خلاف ورزی ہوگی جو اللہ تعالیٰ نے اس حکم میں رکھی ہے۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ عورتوں کو ان کے گھروں سے مت نکالو اور نہ وہ خود نکلیں۔ گھربار میں شوہر کے ساتھ بیوی بھی شریک ہوتی ہے لیکن اگر عورت کھلی ہوئی فحاشی میں مبتلا ہو تو وہ جس کیساتھ آشنائی کرتی ہو، خود نکل کر اسی کے پاس جائے یا اسکو گھر سے نکالا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ عدت تک کیلئے الگ ہونے کا حکم اللہ نے اسلئے دیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اللہ اس دوران موافقت کی صورت پیدا کردے۔ پھر جب عدت پوری ہو تو بھی معروف طریقے سے رکھنے یا معروف طریقے سے الگ کرنے کا واضح طور پر حکم ہے۔ اللہ کے احکام میں

کوئی ناقابل فہم بات نہیں، طلاق کی صورت میں دوعادل گواہوں کا حکم ہے اور جو اللہ سے ڈرے اس کیلئے اللہ نے راستہ بنانے کا وعدہ فرمایا ہے۔

قرآن کی آیات کے منافی کم عقلی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے کہ اللہ سے نہیں ڈرا، اسلئے رجوع کا دروازہ بند ہوگیا۔ اللہ نے راستہ بند ہونے کا تذکرہ ہی نہیں کیا۔ احناف کے نزدیک مفہومِ مخالف لینا جائز بھی نہیں، جہاں اللہ نے راستہ بنانے کا ذکر کیا ہے اس سے پہلے تمام تفصیلات بھی بتادی گئی ہیں۔ عدت تک کیلئے چھوڑنا، انکوانکے گھروں سے نہ نکالنا اور نہ ان کا خود نکلنا، ہوسکتا ہے کہ اللہ موافقت کی راہ پیدا کردے اور پھر عدت کی تکمیل کے بعد بھی معروف طریقے سے رکھنے یا الگ کرنے کی وضاحت۔ پھر گواہ مقرر کرنے کے بعد بھی اللہ سے ڈرنے پر راستہ نکالنے کا وعدہ۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی وضاحت ہوسکتی ہے؟۔ نکاح کیلئے گواہی کا قرآن اور سنت میں کوئی متفق علیہ اور واضح تصور نہیں لیکن عدت میں علیحدگی کے مسئلے پر میاں بیوی کے دونوں خاندان کی طرف سے ایک ایک معقول اور سمجھدار شخص کو کردار سونپنے کا واضح حکم ہے۔ اسی طرح سے عدت کے بعد جدائی کے فیصلے پر برقرار رہنے کی صورت میں واضح طور پر دوعادل گواہوں کا حکم ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کے ان احکامات کو دنیا کا کوئی انسانی معاشرہ مسترد کرسکتا ہے؟۔ ایک مولوی وہ عجیب و غریب مخلوق ہے جس نے اللہ کی کتاب کو چھوڑ کر ایسا الجھاؤ پیدا کیا ہے جس میں فقہ کی کتابوں سے اختراعی مسائل کے سہارے پر میاں بیوی میں صلح کے بجائے تفریق کو مذہب بنادیا ہے۔ جب طلاق کی ملکیت کا تصور حرفِ غلط کی طرح ان لوگوں کو بھی سمجھ میں آجائے جن کی عقل دماغ میں نہیں ٹخنوں میں ہوسکتی ہے تو کیا اخلاقی جرأت کا ثبوت دیتے ہوئے وہ علماء جو خلاف فطرت فقہ کے علمبردار رہے ہیں کھل کر میڈیا پر حقائق کا اعتراف کریں گے؟۔

دارالعلوم دیوبند استاذ الاساتذہ شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ نے جب مالٹا کی اسیری کے دوران قرآن کی طرف توجہ کی تو انکے سامنے مسلک اور فقہ کے راز کھل گئے۔ درس نظامی سے زیادہ کالج و یونیورسٹی سے قرآن کی طرف رجوع کی امیدیں بندھ گئیں، 1920ء میں حکیم اجمل خان کی یونیورسٹی کا افتتاح کیا، انکے ایک شاگرد پیر مبارک شاہ گیلانیؒ نے 1923ء میں جنوبی وزیرستان کے شہر کانیگرم میں نور اسلام مدرسہ کے نام سے پبلک اسکول کھولا، آزادی کے بعد حکومت کے حوالہ کیا، جو ابھی تک گورنمنٹ ہائی اسکول اپر کانیگرم کے نام سے ہے۔ 1983ء میں جب میں جامعہ بنوری ٹاؤن میں زیرِ تعلیم تھا تو جامعہ بنوری ٹاؤن، دارالعلوم کراچی اور جامعہ فاروقیہ سے ان طلباء کو نکالا گیا کہ جو جمعہ کے دن فاروق اعظم مسجد ناظم آباد میں مولانا قمر قاسمی کے ہاں میٹرک کی کلاس لیتے تھے۔ 1913ء میں اسلامیہ کالج پشاور کی بنیاد رکھی گئی۔ 1914ء میں میرے ماموں سید محمود شاہ مرحوم اور والد کے چچازاد سید ایوب شاہ مرحوم اس میں BA کے اسٹوڈنٹ تھے۔ پیر سعدی شاہ گیلانی عرف شامی پیر نے جرمنی کی مدد سے افغانستان میں امیر امان اللہ خان کی حکومت کیلئے تحریک میرے دادا سید امیر شاہ کے ہاں سے شروع کی۔ 1919ء سے 1929ء تک امیر امان اللہ خان افغانستان کے حکمران رہے۔ افغانستان میں پیر سید ایوب شاہ پہلے اخبار کے ایڈیٹر تھے، امیر امان اللہ خان کی حکومت ختم ہوئی تو شامی پیر نے دوبارہ جنوبی وشمالی وزیرستان، بنوں، ڈیرہ اسماعیل خان اور میانوالی تک سے عوام کا لشکر تیار کیا جس پر افغانستان جاتے ہوئے بمباری کی گئی۔ مولانا ظفر علی خان نے 1937ء میں کانگریس کے رہنما گاندھی کو عار دلائی کہ انگریز کی اس بمباری پر تم نے احتجاج کے بجائے چپ کی کیوں سادھ لی ہے؟۔

پہلے شامی پیر کو علماء نے ڈھول کی تھاپ پر انگریز میم قرار دیا، مناظرہ میں عربی شامی پیر انکی طرف سگریٹ کا دھواں چھوڑ رہا تھا۔ پھر انکے لنگر اور خلفاء کا بڑا سلسلہ تھا جو امیر امان اللہ خان کے اقتدار کیلئے استعمال کیا گیا۔ شامی پیر نے میرے دادا کو جانشین بنانے کی پیشکش کی لیکن دادا نے یہ کہہ کر مسترد کی کہ اپنے گناہوں کو بخشوالوں تو بہت ہے۔ میرے نانا پیر سلطان اکبر خان چیف آف کانیگرم کو سکندر مرزا نے شیر آغا کیلئے جتھہ قلعہ کرایہ پر دینے کا کہا لیکن نانا نے یہ کہہ کر انکار کیا کہ وہ انگریز کا ایجنٹ ہے۔ پھر سکندر مرزا نے بھی کلاچی ڈیرہ اسماعیل خان میں شیر آغا سے کہا کہ میرا شکریہ ادا نہیں کرنا میں نے انگریز کے حکم سے تمہارے کام کیے۔ کشمیر کی آزادی کیلئے 1948ء میں وزیرستان سے پیر آف وانہ کی سربراہی میں لشکر گیا تو ایک محسود مجاہد نے ایک ہندو لڑکی پکڑ کر اس سے شادی کرلی۔ پیر آف وانہ نے وہ چھین لی۔ محسود مجاہد میرے والد کے پاس آیا کہ میری بیوی دلادیں، والد صاحب نے پسٹل دیکر کہا کہ اسکو قتل کرکے میرے پاس آنا۔ اس نے بیوی لینے کیلئے پیر کے دربار میں دنبے ذبح کیے لیکن اس کو نہیں دی۔ اسی بیوی سے پنجاب میں اس کے گدی نشین ہیں۔ نانا کے بھائی سید امین شاہ بھی اس وقت جہاد میں گئے تھے اور انہوں 1935ء میں تبلیغی جماعت میں چار ماہ بھی لگائے تھے۔

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی کا ذکر بطور مثال بہشتی زیور کے حوالہ سے

بہشتی زیور نامی کتاب پر مفتی محمد تقی عثمانی نے تقریظ لکھی ہے اور اسکو مبتدی اور منتہی کیلئے انتہائی معتبر قرار دیا ہے۔ حضرت زیدؓ کا نام قرآن میں ہے جن کو رسول اللہ ﷺ نے اپنا منہ بولا بیٹا بنایا تھا۔ فقہ کی کتابوں میں کسی مسئلے پر مثال دی جاتی ہے تو اس میں زید کا نام خواہ مخواہ ہوتا ہے۔ آج ہم ایک جسارت کر لیتے ہیں کہ بہشتی زیور کا مسئلہ سمجھانے کیلئے مفتی تقی عثمانی کا نام بطور مثال لیتے ہیں۔ تین طلاق کی جب عوام پر مصیبت پڑتی ہے تو وہ بیچارے مارے مارے گھومتے ہیں اور کئی لوگ حنفی مسلک چھوڑ کر اہلحدیث بن جاتے ہیں اور کئی علماء کی بات مان کر کسی سے اپنی بیوی کا حلالہ کروادیتے ہیں اور بعض میں زندگی بھر کیلئے تفریق ہوجاتی ہے اور دونوں میاں بیوی اور انکے بچے ایسی زندگی گزارتے ہیں جو زندہ درگور ہونے سے بدتر ہوتی ہے اور جو حلالہ کرواتے ہیں ان کی زندگی تفریق میں خوار ہونے سے بھی بدتر ہوتی ہے۔ عملی حلالہ نہیں مفتیان عظام اپنے لئے خالی تصور ہی کرلیں۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص اپنی بیگم سے کہتا ہے کہ طلاق طلاق طلاق۔ تو اس کو تین طلاقیں پڑ جائیں گی لیکن اگر شوہر کی نیت ایک طلاق کی ہو اور تاکید کی غرض سے تین دفعہ کہہ رہا ہو تو پھر ایک ہی طلاق ہوگی۔ مگر بیوی پھر بھی یہ سمجھے کہ اس کو تین طلاقیں ہوچکی ہیں۔ (بہشتی زیور: مولانا تھانویؒ)

مثلاً۔ شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی نے اپنی بیوی کو طلاق طلاق طلاق کہہ دیا، پھر مفتی رفیع عثمانی سے فتویٰ لیا کہ نیت ایک کی تھی تو مفتی اعظم پاکستان کا فتویٰ ہوگا کہ ایک طلاق ہوئی اور رجوع کیا، آپ کی بیوی ہے اور عمر بھر طلاق نہ دو، وہ بیوی رہے گی بہشتی زیور۔ دوسری طرف مفتی تقی عثمانی کی بیگم استفتاء لکھ کر فتویٰ طلب کریگی تو مفتی اعظم پاکستان فتویٰ دیں گے کہ ''وہ سمجھے کہ تین طلاق ہوچکی ہیں'' بہشتی زیور۔ دونوں میاں بیوی کو الگ الگ فتویٰ ملے گا تو نتائج کیا ہوں گے؟، جب اصلاً طلاق نہیں ہوئی اور تین طلاق کا فتویٰ مل چکا، تو حلالہ کے بغیر حلال نہ ہوگی اور حلالہ بھی نہ ہوگا کہ اصل میں طلاق ہوئی نہیں۔ بہشتی زیور کے حوالہ سے مفتی اعظم پاکستان کا فتویٰ مفتی تقی کی بیگم کو زندگی بھر لٹکنے پر مجبور کردیگا۔ مولانا اشرف علی تھانوی کے دور میں ایک خاتون کا شوہر گم ہوا، اس کو 80 سال انتظار کا حکم تھا، وہ اتنا انتظار کر نہیں سکتی تھی لہٰذا عیسائی بن گئی۔ اس پر مولانا اشرف علی تھانوی نے ''حیلۂ ناجزہ'' کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں احناف نہیں امام مالک کے مسلک پر چار سال انتظار اور پھر عدت وفات کی تکمیل پر دوسری جگہ شادی کرنے کی اجازت دی گئی۔ واقعہ رونما ہوا تو پھر ''حیلۂ حلالہ'' لکھنا پڑیگا۔ مسئلہ کی وضاحت اور گالی میں فرق ملحوظِ خاطر رہے، ہمیں تو فتووٴں کے نام پر نکاح جائز نہیں، عمر بھر کی حرامکاری اور اولاد الزنا کی غلیظ گالیاں دی گئیں۔

میرے مرشد حاجی عثمانؒ کے معتقد کے بارے میں الگ الگ استفتاء لکھ کر علماء ومفتیان عظام سے فتویٰ پوچھا۔ جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی نے لکھا: نکاح کرنا بہرحال جائز ہے، علماء نے جو فتویٰ لگایا ہے اگر باتیں موجود نہیں تو فتویٰ بھی نہیں لگتا۔ دارالافتاء والارشاد ناظم آباد مفتی رشید کے شاگرد نے فتویٰ دیا کہ نکاح جائز نہیں۔ دارالعلوم کراچی سے سوال تھا کہ نکاح منعقد ہوگا؟ جواب میں لکھا ''نکاح منعقد ہوجائے گا۔'' پھر مفتی رشید کے ہاں سے سوال وجواب ایک قلم سے مرتب کرکے آخر میں لکھا گیا کہ ''اس نکاح کا انجام کیا ہوگا؟ عمر بھر کی حرام کاری اور اولاد الزنا۔'' اس پر بنوری ٹاؤن کے مفتی اعظم نے بھی دستخط کئے اور مفتی تقی عثمانی ومفتی رفیع عثمانی نے بھی یہ نوٹ لکھ کر دستخط کئے کہ ''نکاح جائز نہیں ہے گو منعقد ہوجائے۔'' بہشتی زیور کے مسئلہ پر مفتی اعظم اور مفتی تقی عثمانی حلالہ کیلئے یہی فتویٰ دیں گے کہ ''یہ جائز نہیں گو نکاح منعقد ہوجائے'' حلالہ لمحہ کی خطاء، ولدالزنا صدیوں کی سزا؟۔ یہ بھی دارلعلوم کا وارث بنے گا یا کوئی تو خودکش بھی کریگا؟۔

مسئلہ عصمتیں لٹنے، جوڑوں کی جدائی اور اولاد کی تباہی کا ہے۔ اگر شادی میں لفافہ کی رسم میں غیر مشروط رقم کی لین دین کو سود قرار دیا جائے اور اس پر عوام کو 70 گناہ ملتے ہوں، جس میں کم ازکم گناہ اپنی ماں سے زنا کے برابر ہو، تو سود کے نظام کو جائز قرار دینے پر کتنی سزا ہوگی، فتویٰ دیجئے گا جناب!۔ مفتی سکھروی عوام کو نیک ضرور بنائیں، پیری مریدی میں نذرانے کھینچنے میں حرج نہیں لیکن سودی نظام اور تصاویر پر بڑوں کو بھی وعید سنائیں ورنہ......

حلالہ کی لعنت کے جواز پر شانِ رسالت ﷺ میں بدترین گستاخی

بریلوی مکتب نے عشقِ رسالت ﷺ کے نام پر دوسرے مکاتبِ فکر کو گستاخانِ رسول بنانے کا ٹھیکہ اُٹھایا ہے لیکن حلالہ کی لعنت کو شرعی حیثیت دینے اور باعثِ ثواب قرار دینے کیلئے خود شانِ رسالت مآب ﷺ میں بدترین گستاخی کا ارتکاب کرکے سب کو گستاخی میں پیچھے چھوڑ دیا، کسی دوسرے نے کوئی گستاخی کی ہے یا نہیں لیکن بریلوی مکتبِ فکر کے عالمِ دین و مفتی نے انتہائی حماقت کا ثبوت دیتے ہوئے بڑی گستاخی کا ارتکاب کیا ہے۔

علامہ شاہ تراب الحق سمیت بہت سارے بریلوی علماء و مفتیان کی تصدیقات اور تائیدی تقریظات کے ساتھ مفتی عطاء اللہ نعیمی نے لکھا ہے:
نکاح بشرط تحریم مکروہ تحریمی ہے کیونکہ ایسے نکاح کے بارے میں حدیث شریف میں لعنت آئی ہے، رسول اللہ نے حلالہ کرنے اور جس کیلئے حلالہ کیا جائے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا: میں تمہیں مانگا ہوا بکرا (التیس المستعار) بتاؤں؟ صحابہؓ نے عرض کی یارسول اللہ! کیوں نہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا: وہ حلالہ کرنے والا ہے اور حلالہ کرنے اور کرانے والے دونوں پر لعنت فرمائی۔..........علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: اگر مرد نے عورت سے بلاشرط حلالہ کی نیت سے شادی کی تو سابقہ شوہر کیلئے حلال ہوجائے گی اور یہ مکروہ بھی نہ ہوگا اور نیت کچھ چیز نہیں۔ محقق علی الاطلاق علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں: اگر دونوں کی حلالہ کی نیت تھی اور انہوں نے بوقتِ عقد حلالہ کا ذکر نہ کیا تو اس نیت کا اعتبار نہیں۔..........علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں: اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ وہ مرد اگر صرف اسلئے نکاح کرتا ہے کہ وہ عورت شوہرِ اول کیلئے حلال کردے تو اس سے اسکو اجر وثواب ملے گا۔ امام ابنِ ہمام لکھتے ہیں: یعنی مرد کو کسی کا گھر بسانے کی نیت سے ثواب ملے گا۔ (طلاق ثلاثہ اور حلالہ کی شرعی حیثیت ص ۱۴۱ تا ۱۵۱)

حدیث میں اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، کرایہ کے بکرے کی کیا نیت ہوسکتی ہے؟ کوئی معمولی بات نہیں کہ لعنت کے مستحق کرایہ کے بکرے کو اجروثواب کے مستحق قرار دیا گیا ہے، تاہم مفتی عطاء اللہ نعیمی نے یہ وضاحت بھی کی ہے: اور یہ بات کہ ایسے نکاح سے حصولِ تحلیل کے باجود لعنت کیوں کی گئی تو اس کے جواب میں علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں: یعنی کیونکہ اس کی طلب مروت کی ہتک (رسوائی) ہے۔ اور وطی (مباشرت) میں نرکو دوسرے کی غرض سے مانگ لینا رذیل ہے، کیونکہ وہ اس عورت سے صرف اسلئے وطی (ہمبستری) کرتا ہے تا کہ وہ اسے دوسرے کی وطی کیلئے حلال کرکے پیش کرے اور یہ قلتِ غیرت ہے اسلئے نبی کریم ﷺ نے اسے التیس المستعار (یعنی مانگا ہوا بکرا) فرمایا ہے۔ طلاق ثلاثہ، صفحہ 163

مفتی عطاء اللہ نعیمی نے فقہ سے حلالہ کی لعنت کو رذالت، رسوائی، مروت کی ہتک اور قلتِ غیرت کہنے کا سندِ جواز بھی بتایا ہے اور حدیث کے الفاظ بھی کم پر دلالت نہیں کرتے بلکہ حدیث کی تشریح اور وضاحت میں یہ لکھا ہے۔ یہ سب ہونے کے باوجود مفتی عطاء اللہ نعیمی کو جہالت کا پتہ نہیں کیا دورہ پڑ گیا کہ "حلالہ کو بے شرمی اور بے حیائی کہنا" کے عنوان سے براہِ راست شانِ رسالت ﷺ میں بھی بدترین گستاخی کا ارتکاب کرڈالا۔ قرآن و احادیث سے الفاظ منتخب کرکے نتیجہ کے طور پر لکھا: "اب حلالہ کے لفظ کو بے شرمی و بے حیائی قرار دینے اور مذاق اڑانے کی کیا مسلمان کا ایمان اجازت دے گا؟ ہرگز نہیں۔ صرف وہی یہ بات کہے گا جس کے ایمان وایقان کی جگہ بے شرمی و بے حیائی نے لے لی ہوگی۔ کتبہ محمد عطاء اللہ نعیمی۔ الجواب صحیح محمد احمد نعیمی۔ محمد فیض احمد اویسی رضوی (طلاقِ ثلاثہ کے شرعی احکام اور حلالہ کی شرعی حیثیت ص ۱۷۵، ۱۷۶ سلسلہ اشاعت ۱۰۰ جماعت اہلسنت کراچی)

جو احمق حلالہ کی لعنت پر ثواب کمانے کا ادھار کھائے بیٹھا ہو وہ حلالہ کے احترام میں اپنی حد سے تجاوز نہ کرے تو کیا کرے؟ لیکن اس حد سے گزر جانا کہ بارگاہ رسالت ﷺ کی شان میں بھی بدترین گستاخی کا ارتکاب ہوجائے، بہت ہی قابلِ مذمت بات ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا تین سے دوستی مت رکھو 1: احمق سے دوستی مت کرو، وہ آپ کو فائدہ پہنچانا چاہے گا لیکن اپنی بے وقوفی سے نقصان پہنچادیگا۔ 2: لالچی سے دوستی مت کرو، تم اس پر بھروسہ کروگے اور وہ اپنی لالچ کی خاطر نقصان پہنچادیگا۔ 3: اور بزدل سے دوستی مت کرو، وقت آنے پر آپ کو توقع ہوگی مگر وہ ڈر کے مارے مدد کرنے کی بجائے نقصان پہنچادے گا۔ صرف دوستی ہی نہیں بلکہ اسلام کی نمائندگی کا جولوگ دم بھرتے ہیں ان میں عقل کی کمی ہوتی ہے، لالچی بھی ہوتے ہیں اور بزدل بھی، یہ تینوں خامیاں یکجا نہ سہی لیکن کسی نہ کسی میں کوئی نہ کوئی خامی ضرور پائی جاتی ہے جو مسلمان فرقوں کی شکل میں بھگت رہے ہیں۔

نکاح اور طلاق کے حوالے سے غلط فہمیوں کا ازالہ

جس دن سے علماء کی پیدا کردہ شرعی مجبوری کے تحت حلالہ کی لعنت کا خاتمہ ہوجائے گا، اس دن سے دنیا بھر میں اسلامی انقلاب کی ایسی خوشبو پھیل جائے گی جو پوری دنیا کو اللہ کے ربّ العالمین کی حمد اور آخری پیغمبر رحمۃ للعالمین ﷺ کی آمد کا صحیح معنوں میں احساس دلائے گی، ہر سمت اجالے ہوں گے، عجب انقلاب کے سارے رنگ نرالے ہوں گے، گلے شکوے ہوں گے نہ غم وغصہ کے متوالے ہوں گے، عرب عجم بھی خوش اور خوش سارے گورے کالے ہوں گے۔

عام زباں میں جب نکاح کرنے کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو اس سے نکاح کا عقد ہی مراد لیا جاتا ہے کیونکہ دو اجنبی افراد کے درمیان رشتہ قائم کرنے کی ابتداء نکاح کے عقد ہی سے ہوتی ہے اور جب طلاق یعنی بیوی کو چھوڑنے کی بات آتی ہے تو اس سے ازدواجی تعلقات قائم ہونے کے بعد کا عمل مراد لیا جاتا ہے، اسلئے کہ زبانی نکاح سے رشتہ ازدواج کی تکمیل بھی نہیں ہوتی۔ قرآن وسنت میں بھی عام طور پر نکاح سے مراد عقدِ نکاح ہی مراد لیا گیا ہے لیکن بعض معاملات میں نکاح سے مراد زوجیت کا عمل جماع مراد لیا گیا ہے۔ اسی طرح سے قرآن وسنت میں عام طور سے طلاق سے مراد ازدواجی تعلقات کے بعد بیوی کے چھوڑنے کا عمل ہی مراد ہوتا ہے، چنانچہ قرآن میں کسی قید کے بغیر اسی طلاق کا ذکر ہے اور جہاں طلاق سے مراد خالی نکاح کے بعد چھونے سے قبل چھوڑنے کا عمل مقصود ہوتا ہے وہاں باقاعدہ اس طلاق کی چھونے سے قبل کی وضاحت بھی کردی گئی ہے۔

نکاح سے عقد نکاح مراد لینے کی مثالیں :

(1) : ولا تنکحوا ما نکح آباء کم من النساء الا ما قد سلف (النساء: 22) اور نکاح مت کرو جن سے تمہارے آباء نے کیا مگر جو پہلے ہوچکا۔ **(2) : اذا نکحتم المؤمنات ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فما لکم علیھن من عدةٍ تعتدونھا (الاحزاب: 49)** جب تم مؤمنات سے نکاح کرو، پھر ان کو چھونے سے پہلے چھوڑ دو، تو تمہارے لئے ان پر کوئی عدت نہیں جس کو شمار کرو۔ **(3) : ولا تنکحوا المشرکات حتیٰ یؤمن ولا تنکحوا المشرکین حتی یؤمنوا (البقرہ: 221)** اور مشرک عورتوں سے نکاح مت کرو، یہاں تک کہ ایمان لائیں اور مشرکوں سے نکاح مت کراؤ، یہاں تک وہ ایمان لے آئیں۔ **(4) : فی یتامیٰ النساء اللاتی لا تؤتونھن ما کتب لھن و ترغبون ان تنکحوھن (النساء: 127)** اور ان یتیم عورتوں کے بارے میں جن کو وہ فرض حق مہر نہیں دیتے اور تم ان سے نکاح کی رغبت رکھتے ہو۔ **(6) : لا جناح علیکم ان تنکحوھن اذا اٰتیتموھن اُجورھن (الممتحنة : 10)** تم پر کوئی گناہ نہیں کہ ان سے نکاح کرو، جب انکو ان کا حق مہر دو۔ **(7) : ومن لم یستطع منکم طولا ان ینکح المحصنات المؤمنات فمن ما ملکت ایمانکم (النساء: 25)** اور تم میں سے جو استطاعت نہیں رکھتا لمبائی میں (ہاتھ پہنچنے کی) پاکدامن مؤمنات تک تو اپنی لونڈیوں سے نکاح کرلو۔ **(8) : فانکحوھن باذن اھلھن و آتوھم اجورھن بالمعروف محصنات غیر مسافحات (النساء: 25)** اور ان سے نکاح کرو، ان کے مالکوں کی اجازت سے اور ان کو ان کا حق مہر معروف طریقہ سے دو، پاکدامنی کے ساتھ بے حیائی کے بغیر۔ **(9) : فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ و ثلاث و رباع (النساء: 3)** پس نکاح کرو، جو تمہیں پسند ہوں عورتوں میں سے دو، دو اور تین، تین اور چار، چار۔ **(10): الزانی لا ینکح الا زانیة اور مشرکة و الزانیة لا ینکحھا الا زان او مشرک (النور: 3)** بدکار شخص نکاح نہیں کرتا مگر بدکار عورت یا مشرکہ سے اور بدکار عورت کا نکاح نہیں کرایا جاتا مگر بدکار مرد یا مشرک سے۔ **(11) : قال ان ارید ان انکحک احدی ابنتی ھاتین (القصص: 27)** کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ ان دو بیٹیوں میں کسی ایک سے تیرا نکاح کردوں۔ **(12) : و انکحوا الایامیٰ منکم و الصالحین من عبادکم و ایمائکم (النور: 32)** اور نکاح کراؤ جو تم میں سے بیوائیں اور طلاق شدہ ہیں اور جو نیک ہیں غلاموں میں سے اور لونڈیوں میں سے۔ **(13) :**

وامراۃ مؤمنۃ ان وھبت نفسھا للنبی ان اراد النبی ان یستنکحھا خالصۃ لک من دون المؤمنین (الاحزاب: 50) اور مؤمن عورت اگر اپنے کو ہبہ کردے نبی کو اور نبی اس سے نکاح کرنا چاہیں تو یہ خصوصیت آپ کیلئے مؤمنوں کے بغیر۔(14) :ولا تعزموا عقدۃ النکاح حتیٰ یبلغ الکتاب اجلہ (البقرہ: 235) اور نکاح کا عزم مت کرو، یہاں تک کہ عدت اپنی انتہاء کو پہنچ جائے۔(15) : الا ان یعفون او یعفوا الذی بیدہ عقدۃ النکاح (البقرہ: 237) مگر یہ کہ وہ طلاق شدہ عورتیں معاف کریں یا وہ مرد جن کے ہاتھ میں طلاق کا گرہ ہے۔

درجہ بالا آیات میں نکاح سے مراد عقد ہے لیکن بعض آیات میں نکاح سے مراد صرف عقد نہیں بلکہ ازدواجی تعلق کا عمل جماع بھی ہے۔ مثلاً : والیستعفف الذین لا یجدون نکاحا حتی یغنیھم اللہ من فضلہٖ (النور: 23) اور وہ لوگ جو نکاح نہیں پاتے وہ خود کو عفت میں رکھیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے (جماع کے طلب سے) مستغنی کردے۔(موت سے، عمر گزرنے سے یا رشتے کا بندوبست کرنے سے) والقواعد من النساء اللاتی لا یرجون نکاحا فلیس علیھن جناح ان یضعن ثیابھن غیر متبرجات بزینۃ (النور: 40) اور وہ بوڑھی عورتیں جو نکاح (جماع) کی رغبت نہیں رکھتیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں کہ اگر کپڑے اتاریں اپنی زینت کو آشکارا کئے بغیر۔ فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن اذا تراضو بینھم بالمعروف (البقرہ: 232) (اور جب تم طلاق دے چکو اور عدت پوری ہوجائے) تو ان کو مت روکو کہ اپنے شوہروں سے ازدواجی تعلق بحال کریں جب وہ آپس میں راضی ہوں۔ شوہر کا عقد موجود ہے، نکاح سے مراد ازدواجی تعلق ہے۔

طلاق سے قرآن میں ازدواجی تعلقات کے بعد طلاق کا عمل ہی مراد لینے کی بہت سی مثالیں ہیں:

(1) :اذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف (البقرہ: 231) جب عورتوں کو طلاق دو اور انہوں نے عدت پوری کرلی تو ان کو معروف طریقہ سے روکو۔(2) : یاایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن (الطلاق: 1) : اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دو تو ان کو عدت تک کیلئے طلاق دو۔(3) : عسیٰ ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجا خیرا منکن (التحریم: 5) ہوسکتا ہے کہ اگر وہ تمہیں طلاق دے تو اس کا رب ایسی ازواج عطا کرے جو تم سے بہتر ہوں۔(4) : فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتیٰ تنکحا زوجاً غیرہ (البقرہ: 230) پھر اگر اس نے طلاق دی تو اس کیلئے حلال نہیں یہاں تک کہ دوسرے سے نکاح نہ کرلے۔(5) : فان طلقھا فلا جناح علیھما ان یتراجعا (البقرہ: 230) پس اگر وہ طلاق دیدے تو اس کیلئے حلال نہیں یہاں تک کہ کسی دوسرے سے نکاح نہ کرلے۔(6) : المطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلاثۃ قروء (البقرہ: 228) طلاق شدہ عورتیں تین قروء (طہر وحیض) تک اپنی جانوں کو عدت میں رکھیں۔(7) : الطلاق مرتٰن فامساک بمعروف او تسریح باحسان (البقرہ: 229) طلاق دو مرتبہ ہے، پھر روک لینا ہے معروف طریقہ سے یا چھوڑ دینا ہے احسان کے ساتھ۔

مندرجہ بالا آیات میں طلاق سے مراد عملی طلاق ہے۔ جب نکاح کے بعد عملی طور پر ازدواجی تعلقات قائم ہوجاتے ہیں تو پھر بیوی کے چھوڑنے کے عمل کو عربی میں طلاق کہتے ہیں۔ حدیث میں ابغض الحلال الطلاق سے مراد بھی بیوی کے چھوڑنے کا عمل ہے۔ لفظی نکاح کے بعد کے طلاق میں اللہ نے حرج نہ ہونے کی وضاحت فرمائی ہے، حدیث میں طلاق کے الفاظ کی مذمت نہیں بلکہ چھوڑنے کے عمل کو بدتر حلال قرار دیا گیا ہے۔ جہاں تک الفاظ کا تعلق ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے پرمسرت موقع پر اہل مکہ کے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ لا تشریب علیکم الیوم و انتم طلقاء آج تم پر کوئی ملامت نہیں، تم سب آزاد ہو۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے نکاح کو مضبوط بندھن قرار دیا، مضبوط بندھن کا تصور اسی وقت ہی قائم ہوسکتا ہے کہ جب طلاق وعلیحدگی کا تعلق محض الفاظ نہیں بلکہ باقاعدہ عدت کے ساتھ ہو۔ اگر الفاظ سے ہی بندھن ٹوٹ جائے تو پھر نکاح مضبوط بندھن کے بجائے کچے دھاگے سے بھی زیادہ کمزور تعلق ہوگا۔ طلاق سے مراد علیحدگی کا عمل ہے۔ البتہ جہاں ازدواجی تعلق عملی طور پر نہ ہوگا تو وہاں پر لفظی نکاح کے ختم کرنے کیلئے طلاق کو بھی لفظی علیحدگی سے تعبیر کیا جائے گا۔ قرآن میں جہاں لفظی طلاق کی بات آئی ہے وہاں یہ وضاحت بھی کی گئی ہے کہ اس وقت جب ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دی جائے اور جہاں طلاق کا ذکر علی الطلاق ہے وہاں بغیر کسی قید کے طلاق کا ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً

وان طلقتموهن من قبل ان تمسوهن و قد فرضتم لهن فریضه فنصف ما فرضتم (البقرہ: 227)
ان نکحتم المؤمنٰت ثم طلقتموهن من قبل ان تمسوهن فما لکم علیهن من عدة تعتدونها (الاحزاب: 49)
لا جناح علیکم ان طلقتم النساء مالم تمسوهن (البقرہ: 236)

جب با قاعدہ ازدواجی تعلقات قائم ہوجائیں تو نکاح کے مضبوط بندھن کو عدت کے بغیر نہیں توڑا جاسکتا ہے، لیکن چھو لینے سے پہلے طلاق دی جائے تو اس میں عدت کا تصور نہیں، طلاق عربی میں چھوڑنے کو کہتے ہیں، ایک طرف چھونے سے پہلے عورت کو چھوڑنے کے احکام بتائے گئے ہیں کہ ان کو خرچہ دو، تنگ دست اپنی حیثیت کے موافق اور دولت مند اپنی حیثیت کے مطابق، مقرر کردہ نصف حق مہر دو۔ اگر مرد پورا حق مہر دے تو بھی اچھا اور عورت اپنا آدھا حق مہر بھی چھوڑ دے تو ٹھیک، ایک دوسرے پر احسان کی ترغیب کو بھول مت جانا۔ وغیرہ۔ دوسری طرف عورت کو چھونے کے بعد کی وضاحت کئے بغیر طلاق کے عمل کی بھرپور وضاحت کی گئی ہے۔ اسلئے کہ طلاق سے عام طور پر یہی طلاق مراد ہے، جس کی عدت بھی ہے، عدت کے تین مراحل بھی ہیں، چھونے کے بعد طلاق کی صورت میں حق مہر تو زیرِ بحث نہیں آسکتا ہے، اگر کوئی بھی چیزیں عورت کو دی ہیں ان میں سے کچھ بھی حلال نہیں، البتہ اگر دونوں سمجھتے ہوں کہ فلاں چیز واپس کئے بغیر اللہ کے حدود پر قائم رہنا مشکل ہوگا، اور فیصلہ کرنے والے بھی یہ سمجھیں کہ اس کے بغیر دونوں اللہ کے حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو عورت کی طرف سے وہ چیزیں واپس کرنے میں دونوں پر کوئی حرج نہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں نے اپنا الگ الگ راستہ منتخب کرلیا ہے اور کوئی ایسی چیز جس سے دونوں کے درمیان رابطہ اور اشتراکِ عمل کا ایسا ذریعہ بنے، جس سے چھوڑنے کے بعد خرابی، بدعملی اور اللہ کے حدود کو پائمال کرنے کا اندیشہ ہو تو وہ واپس کی جائیں، پھر ایسی صورت میں اگر چھوڑ دیا تو اب جب تک دوسری جگہ شادی نہ کرے تو پھر اس کے لئے حلال نہیں۔ اس طلاق سے مراد کسی طور سے بھی الفاظ نہیں ہوسکتے۔

طلاق کے مسئلہ پر جو مسائل کھڑے کئے گئے ہیں وہ سب کے سب غیر معقول، فطرت اور شریعت کے منافی ہیں۔ بیوی کو کہنے یا عمل کی حد تک چھوڑنے کی نسبت شوہر کی طرف کی گئی ہے اور اصل کردار بھی عام طور سے شوہر ہی ہوتا ہے، چاہے وہ واضح قول کے ذریعہ ہو، عمل کے ذریعہ سے ہو یا رویہ کے ذریعہ سے ہو، اگر ناراضگی شوہر کی طرف سے ہو یا بیوی کی طرف سے تو حقوق العباد کا مسئلہ آجاتا ہے۔ بیوی علیحدگی چاہتی ہو تو خلع کی صورت بنتی ہے اور شوہر علیحدگی چاہتا ہو تو طلاق کی صورت بنتی ہے۔ بیوی پہلے سے دل برداشتہ ہو اور شوہر کے منہ سے طلاق کا لفظ نکل جائے، سوچے سمجھے یا مذاق سے تو نبی ﷺ نے اس کو معتبر قرار دیا ہے، اگر شوہر کو یکطرفہ رجوع کا حق حاصل ہو، تو پھر ایسی طلاق کے معتبر ہونے کا بھی کوئی فائدہ نہیں، کیونکہ وہ پھر رجوع کرلے گا، اگر قرآن کے مطابق رجوع کیلئے صلح کی شرط اور بیوی کی رضامندی ضروری قرار دی جائے تو پھر اس طلاق کا فائدہ عورت اُٹھا سکتی ہے، عدت تک شوہر کیلئے موقع رہے گا کہ جس طرح کے پاپڑ بیلے لیکن عدت کے بعد عورت دوسری جگہ شادی کرسکے گی اور یہ خلع نہ ہوگا بلکہ طلاق ہوگی، جس میں حق مہر اور دوسری دی ہوئی چیزوں کے علاوہ شوہر کو احسان کیساتھ رخصت کرنے کیلئے معروف طریقہ اپنانا ہوگا۔

اگر شوہر علیحدگی نہ چاہتا ہو لیکن اس کے منہ سے طلاق کے الفاظ نکل گئے تو عورت کو عدت تک انتظار کرنے میں شرعی، معاشرتی اور فطری مصلحت یہی ہے کہ مصالحت ہوسکے گی اور اس حدیث میں اتنی جان نہیں کہ قرآن کے خلاف دو مرتبہ طلاق ہی نہیں بلکہ ایک ہی مرتبہ میں تین طلاق کا کام تمام کردے اور عدت کے حوالہ سے قرآن کے بار بار وضاحت کی بھی کوئی اہمیت قائم نہ رہے اور نہ ہی حدیث کا کوئی ایسا مطلب نکالنے کی کوشش ہوسکتی ہے، البتہ جب قرآن کی صریح آیات کو اپنے مسلکانہ وکالتوں سے زیروزبر کرنے سے نہیں شرماتے تو کسی حدیث کو جو بھی مفہوم پہنائیں ان کی مرضی۔

یہ بات یاد رہے کہ قرآن وسنت میں طلاق کے مسئلہ کا بالکل آسان الفاظ میں ایسا حل موجود ہے جو کم عقل، پڑھے لکھے، تمام مسالک اور دنیا کی تمام انسانیت کیلئے بغیر کسی اختلاف وافتراق کے نہ صرف قابلِ قبول ہوگا بلکہ پوری انسانیت اس کو قرآن وسنت کا بہت بڑا معجزہ قرار دیگی، دنیا میں بنائے گئے نکاح وطلاق کے تمام قواعد بھی نہ صرف غیر فطری قرار دیئے جائیں گے بلکہ اسلام کے مطابق قانون سازی کا دنیا کے تمام پارلیمنٹ اعلان بھی کریں گے۔ مجھے علماء کرام اور مفتیانِ عظام کا احترام ہے اور ان کی طرف سے حمایت کا اعلان ہو تو میری صلاحیت درشت لہجہ میں ضائع نہ ہوگی۔

طلاق کے مسئلہ پر قرآن سے رہنمائی اور دنیا کی جمہوری امامت

جاہلیت میں عورت سے قسم کھالی جاتی تو عورت زندگی بھر حقوقِ زوجیت سے محروم رہتی، بیوی کو ماں سے تشبیہ دی جاتی تو سگی ماں کی طرح حرام ہوجاتی، ایک صورت یہ بھی تھی کہ ایک دم عورت کو تین طلاق دیکر فارغ کردیا جاتا اور یہ بھی کہ عورت کو ایک طلاق دی جاتی اور عدت سے پہلے رجوع کرلیا جاتا، اس طرح زندگی بھر عورت کو معلق رکھا جاتا، عورت کو حرام قرار دینے سے بھی طلاق ہوجاتی۔ قرآن نے طلاق کے مسئلہ کو روزِ روشن کی طرح حل کردیا اور کسی نے بات نہ سمجھی تو رسول اللہ ﷺ نے قرآنی آیات کی بھرپور وضاحت بھی فرمائی۔ اسلام کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے عنقریب اجنبی بن جانے کی پیش گوئی فرمائی اور اجنبیوں کو خوشخبری دی اور اجنبی پر قرآن اپنی پوری عظمت کیساتھ منکشف ہونے کی نشاندہی بھی فرمائی تھی۔

طلاق عربی میں چھوڑنے کو کہتے ہیں اور بیوی کو چھوڑنے کا عمل طلاق کہلاتا ہے۔ سب سے پہلے تو اس وضاحت کی ضرورت ہے کہ طلاق عربی کا لفظ نہ ہوتا تو اسکے یہ مخصوص معانی ہرگز نہیں بنتے تھے جو فقہاء حضرات نے بنائے ہیں۔ قرآن کی آیت میں دومرتبہ طلاق اور پھر امساک بمعروف اوتسریح باحسان ہے، جس میں طلاق اور امساک بالکل متضاد معانی میں استعمال ہوئے ہیں، طلاق چھوڑنے کے معنی میں اور امساک روکنے کے معنی میں۔ حدیث صحیحہ میں اس آیت کا بالکل برعکس الفاظ سے مفہوم بیان کیا گیا ہے، چنانچہ دومرتبہ طلاق کیلئے پہلے دوطہروں میں امساک کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور تیسرے طہر میں تسریح کی بجائے طلاق کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ قرآن میں بھی علیحدگی کا طریقہ بتایا گیا ہے اور حدیث میں بھی، قرآن وسنت میں الفاظ کا فرق ہے مفہوم ایک ہی ہے۔ قرآن کا لفظی معنی یہ بنتا ہے کہ چھوڑنا دومرتبہ ہے، پھر روک لینا ہے یا چھوڑ دینا ہے۔ حدیث کا لفظی معنیٰ یہ ہے کہ پہلے طہر میں روک لو، پھر دوسرے طہر میں روک لو اور تیسرے طہر میں چاہو تو چھوڑ دو اور چاہو تو روک لو۔ پہلے دوطہر میں چھوڑنے کا نام دو، یا روکنے کا طلاق وامساک سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر کوئی دوسرا ان الفاظ میں قرآن کی تشریح کرتا تو فقہاء کے فتوؤں کی برچھیوں کا نشانہ بنتا کہ دومرتبہ طلاق کے الفاظ کی تشریح امساک سے کردی جو طلاق کی قرآن میں بالکل ضد ہے۔

یہ لفظی جھنجھٹ کی معرکہ آرائی نہیں، فقہ تو نام ہی فہم وسمجھ کا ہے لیکن الفاظ و معانی سے ناآشنا لکیر نہیں کھیر کے فقیروں نے قرآن کے فصیح و بلیغ کلام کو ایسے مفہوم پہنادیئے کہ خود بھی نہیں سمجھتے ہیں کہ قرآن کے جو مطالب اور مقاصد نکلتے ہیں اس پر ان کی بات ٹھیک بیٹھتی بھی ہے یا نہیں؟۔ خلع کے حوالہ سے ایک جگہ مفتی تقی عثمانی نے کسی جسٹس کے جواب میں مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ترجمہ نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس میں مضمون واضح ہے۔ جب قرآن کسی کے ترجمہ اور بریکٹ میں وضاحت کا محتاج ہو تو پھر فصاحت و بلاغت کیسی؟۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مغلق ترجمہ وتفسیر کو اسلئے کوئی سمجھتا نہیں کہ اس میں فقہ خوانی ہے، کاش علماء کا طبقہ کسی مداخلت کے بغیر قرآن کی ان آیات کو دیکھے جو طلاق سے متعلق ہیں، مجھے یقین ہے کہ وہ عوام کو بھی مشورہ دیں گے کہ ہمارا حال کھیر والے لطیفہ کا بن گیا ہے تم ہم سے عربی سیکھ لو باقی قرآن ہم سے بہتر سمجھ سکتے ہو۔ ایک سادہ آدمی نے مادرزاد اندھے سے کہا کہ کھیر کھاؤ گے؟، اندھا: کھیر کیسے ہوتا ہے؟ سادہ: سفید ہوتا ہے!۔ اندھا: سفید کیسے ہوتا ہے؟، سادہ: بگلے کی طرح ہوتا ہے!۔ اندھا: بگلہ کیسے ہوتا ہے؟، سادہ: ہاتھ کلائی سمیت ٹیڑھا کرکے اندھے کے ہاتھ میں دیا کہ یوں!۔ اندھا پھر تو کھیر ٹیڑھی ہوتی ہے، گلے میں اٹک جائے گی نہیں کھاتا۔ فقہاء اور علماء نے طلاق کے مسئلہ کو کھیر سے بگلہ بناکر ہوا میں اُڑا دیا ہے۔

اگر قرآن کے مطابق طلاق کا مسئلہ عام کیا جاتا تو مغرب سے مشرق اور شمال سے جنوب پوری دنیا میں بلاتفریقِ رنگ ونسل اور مذہب وکلچر اسی قانون کو مقبولیت مل جاتی لیکن ہم قرآن سے اندھے بن گئے۔ آج بھی اگر قرآن کی طرف توجہ دی جائے تو چین، بھارت، بنگلہ دیش، افغانستان، ایشیا کی نوآزاد ریاستیں، سعودی عرب، امارات، مسقط، قطر، کویت، مصر، سوڈان، شام، عراق، یمن، لیبیا، لبنان، فلسطین نیل کے ساحل سے لیکر تابہ خاک کاشغر مسلمانوں ہی کی نہیں عالمِ انسانیت کیلئے جمہوری طریقہ سے پاکستان کو دنیا کی امامت کے منصب پر کھڑا کرسکتے ہیں۔

ماہنامہ ضربِ حق کراچی کے ایک قرض کا فرض چکا رہا ہوں

ماہنامہ ضرب حق کراچی کی بندش سے پہلے آخری شماروں میں بخاری کی ایک حدیث اور مولانا سلیم اللہ خان کی طرف سے علامہ ابن حجر کے حوالے سے اس کی تشریح پر ہم نے سخت تنقید کی تھی، یہ ایک قرض ہے جس کو چکانا فرض ہے۔

ایک اشکال اور اس کے جواب کے عنوان سے مولانا سلیم اللہ خان نے لکھا : بعض لوگوں نے اس پر اشکال کیا ہے کہ اس مکالمہ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ نکاح نہیں ہوا تھا، پھر آپ ﷺ اس کے پاس کیسے گئے؟ اور اس کی طرف ہاتھ کیسے بڑھایا؟ نکاح سے پہلے تو یہ درست نہیں معلوم ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ عورت سے اس کی اجازت کے بغیر نکاح کر لیں، کسی عورت کے پاس آپ ﷺ کا پیغام نکاح بھیجنا، اس کو لے آنا اور اس میں رغبت اختیار کرنا نکاح کیلئے کافی ہے۔ "**ھبی لی نفسک**" کے الفاظ تو صرف تطییب خاطر کیلئے کہے تھے۔ چنانچہ حافظ لکھتے ہیں: **والجواب انہ ﷺ کان لہ ان یزوج من نفسہ بغیر اذن المراۃ، و بغیر اذن ولیھا، فکان مجرد ارسالہ الیھا واحضارھا، ورغبتھا فیھا کافیاً فی ذٰلک، ویکون قولہ : "ھبی لی نفسک" تطیبالخاطرھا، واستمالۃ لقلبھا** (فتح الباری ج ۹ ص ۴۵۰) (کشف الباری، کتاب الطلاق صفحہ ۴۸ شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی مکتبہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی **4** کراچی)

بریلوی مکتب کے علامہ غلام رسول سعیدی نے لکھا: اس پر اعتراض کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت ابنۃ الجون رضی اللہ عنہا سے نکاح نہیں کیا تھا کیونکہ کسی حدیث میں انکے پاس عقدِ نکاح کی صورت کا ذکر نہیں اور حضرت ابنۃ الجونؓ نے اپنا نفس ہبہ نہیں کیا تھا تو آپ اس کو کیسے طلاق دیتے؟۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ کیلئے یہ جائز ہے کہ وہ کسی عورت سے نکاح کر لیں خواہ اس عورت نے نکاح کی اجازت دی ہو اور نہ اس کے ولی نے اجازت دی ہو اور یہ نبی ﷺ کی خصوصیت ہے، پس صرف نبی ﷺ کا حضرت ابنۃ الجونؓ کو بلانا اور ان کا آپ کے پاس حاضر ہونا اور آپ کا ان میں رغبت کرنا ان کے ساتھ آپ کے نکاح کیلئے کافی ہے، اور نبی ﷺ نے جو حضرت ابنۃ الجونؓ سے فرمایا تھا کہ تم اپنا نفس مجھے ہبہ کر دو، آپ کا یہ ارشاد ان کی دلجوئی کیلئے تھا۔ اور اس کی تائید امام محمد بن سعد کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ آپ نے حضرت ابنۃ الجونؓ کے والد کے ساتھ مہر کی مقدار پر اتفاق کر لیا تھا اور ان کے والد نے آپ سے یہ کہا تھا کہ وہ آپ کے ساتھ نکاح کرنے میں رغبت رکھتی ہیں۔ (فتح الباری، ج ۶، ۴۳۷، ۴۳۹، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ) شیخ وحید الزمان کی بے ادبی کیونکہ انہوں نے صحابیہ رسول کو از خود کمبخت اور بدنصیب لکھا۔ شیخ وحید الزمان (غیر مقلد) متوفی **1328**ھ نے صحیح بخاری کے ترجمہ میں لکھا ہے: آپ نے فرمایا: اپنی جان مجھ کو بخش دے، اس (کمبخت) نے زبان سے کیا نکالا کہیں بادشاہ زادیاں بھی جان بازاریوں کو بخشا کرتی ہیں...... آنحضرت ﷺ نے امیمہ بنت شراحیل سے نکاح کیا، جب وہ اس کے پاس لائی گئیں تو آپ نے اس پر ہاتھ رکھا تو اس کمبخت بدنصیب کو برا لگا۔ (تیسیر القاری، ج**5**، ص**193**، نعمانی کتب خانہ لاہور) (نعم الباری، ج**9**، ص**739**، علامہ غلام رسول سعیدی، شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی**38**)۔

دیوبندی مکتبہ فکر کے وفاق المدارس کے صدر مولانا سلیم اللہ خان اور بریلوی مکتبہ فکر کے تنظیم المدارس کے صدر مفتی منیب الرحمان سے بڑی قد آور شخصیت علامہ غلام رسول سعیدی نے حافظ ابن حجر عسقلانی کے حوالہ سے رسول کریم ﷺ، اسلام اور اللہ تعالیٰ پر جو بہتان لگایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کیلئے جائز تھا کہ عورت سے اس کی مرضی اور اس کے ولی کی اجازت کے بغیر بھی نکاح کر سکتے تھے، یہ بہتان اتنی بڑی توہین ہے جسکے سامنے گستاخانہ کارٹون اور گستاخانہ فلم کی کوئی حیثیت نہیں، محمدی بیگم کے بارے میں مرزا غلام احمد قادیانی کا رویہ انتہائی شرمناک تھا، یہ اسکے اس خمیر کا نتیجہ تھا جو اس نے مولویت کی تعلیمات سے اخذ کیا تھا مگر اس میں پھر بھی اتنی برائی نہ تھی اسلئے کہ محمدی بیگم کو زبردستی سے اپنے لئے مرزا قادیانی نے جائز تو نہیں قرار دیا، ہمارے بیوقوف، کم عقل، احمق، نادان اور سادہ لوگوں نے اسلام پر، پیغمبر اسلام پر جو بہتان باندھا ہے اس سے تو مرزائیت بھی شرما گئی ہوگی۔

اسلام میں نکاح کا یہ طریقہ رائج تھا کہ عورت کا ولی عورت کی رضامندی سے کسی سے اس کا نکاح کر دیتا تھا، صحابہ کرامؓ کے دور میں پیشہ ور ملا، امام، مولوی، مولانا، علامہ اور مفتی حضرات نہیں تھے جو نکاح، بچے کی پیدائش پر آذان دینے سے لیکر مردے نہلانے اور جنازے پڑھانے تک پر ہر شعبۂ زندگی میں اپنی مقررہ کردہ فیس کھری کرلیتے۔ نکاح خواں قاضی، اس کی فیس اور اللے تللے بعد کے ادوار کی پیداوار ہیں جب شعبۂ ملائیت با قاعدہ ایک پیشہ کی صورت اختیار کر گیا۔ جب ابنۃ الجونؓ کے والد نے باقاعدہ حق مہر بھی مقرر کیا اور اپنی بیٹی کی رضامندی کی خبر بھی بتائی تو اس سے بڑھ کر باقاعدہ نکاح کا ثبوت کیا ہوسکتا ہے، جہاں تک باقاعدہ نکاح نہ ہونے کی بات ہے تو رسول اللہ ﷺ نے کونسا نکاح ملاؤں کے مروجہ طریقہ سے کیا تھا؟ کسی ایک حدیث میں بھی کسی ملا، مولانا اور مفتی کو نکاح پڑھانے کیلئے کسی بھی نشست میں نکاح کے اقرار، گواہوں اور خطبۂ نکاح کا ذکر موجود ہے؟

صحیح بخاری کا ایک عنوان ہے "جب کسی نے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا اور وہ ناپسند کر رہی تھی تو اس کا نکاح مردود ہے۔" ابنۃ الجونؓ کے نکاح کو اسی باب کے تحت درج کر دینا چاہیے تھا، جب ان کے والد نے حق مہرؓ مقرر کر دیا تھا اور اپنی بیٹی کی رضامندی بھی بتادی تھی، تو نکاح کے جواز کیلئے اتنی بات کافی تھی، روایات میں یہ تصریح بھی ہے کہ ازواج مطہراتؓ نے ابنۃ الجونؓ کو تیار کیا، بالوں میں خضاب لگایا، کنگھی کی اور سنوارا، ساتھ ساتھ یہ بھی بتایا کہ آپ ملکہ لگتی ہو اور اگر رسول اللہ ﷺ سے اس کا اظہار کر دو، تو بہت خوش ہوں گے اور یہ بھی سمجھایا کہ اللہ کی پناہ بھی طلب کرلو۔ اس بات کا ذکر بھی ہے کہ جب وہ رخصت ہو کر اپنے گھر پہنچی تو اس نے گھر والوں کو بتایا کہ میرے ساتھ دھوکہ ہوا، جس پر گھر والوں نے کہا کہ تو کمبخت ہے۔ رسول ﷺ کو پتہ چلا تو فرمایا کہ ان کے ساتھ وہ ہوا جو یوسفؑ کیساتھ ان کے صاحبوں (بھائیوں) نے کیا تھا۔ ان سب حالات اور تفصیلات کے بعد بھی یہ نتیجہ اخذ کرنا کتنی افسوس ناک بات ہے کہ "رسول اللہ ﷺ کو یہ اختیار تھا کہ عورت سے اس کی اجازت اور اس کے ولی کی اجازت کے بغیر بھی شادی کر سکتے تھے۔"

اسلام جان، مال اور عزت کے تحفظ کی ضمانت دیتا ہے، دنیا میں کسی عورت کو اس کی مرضی کے بغیر نکاح میں لانے سے انتہائی بُری بات کوئی نہیں ہوسکتی اور نبی پاک ﷺ کی طرف اس کی نسبت بڑی توہین اور بڑے بہتان کی بات ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ زبردستی کی شادی کو ناجائز قرار دیتے تھے، ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کو باطل قرار دیتے تھے تو کس طرح یہ کہنے کی جسارت کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی یہ خصوصیت تھی کہ عورت سے اس کی اجازت کے بغیر اور اس کے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر سکتے تھے؟۔ یہ کوئی اچھی صفت، اخلاق حسنہ، مرد کی خوبی اور قابل تعریف وستائش عمل ہے یا انتہائی گری ہوئی صفت، اخلاق رذیلہ اور کسی مرد کا قابلِ مذمت وگرفت عمل ہے کہ عورت سے اس کی مرضی اور اس کے اولیاء کی مرضی کے بغیر زبردستی سے نکاح کرلے؟۔ کسی کی جان لی جائے، مال لے لیا جائے یا زبردستی سے عزت لوٹی جائے اس سے کہیں زیادہ زبردستی سے نکاح کرنے کا تصور برا ہے۔ کوئی بھی بات زبردستی سے شادی کرلینے سے بری نہیں ہوسکتی ہے، کسی عورت کے ساتھ جبر مسلسل کی اجازت دینا اسلام، انسانیت، فطرت اور اخلاقی اقدار کے بالکل منافی ہے لیکن افسوس کہ اسلام کے واضح احکامات کے باوجود مسلمان خواتین کو اپنے حقوق نہیں دیئے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لاترثوا النساء کرھا "عورتوں کے زبردستی سے مالک مت بن بیٹھو"۔ اور رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی واضح فرمادیا کہ اگر باپ نے بیٹی کی رضامندی کے بغیر اس کا نکاح کر دیا تو وہ نکاح مردود اور ناقابل قبول ہے۔ (صحیح بخاری)

ابنۃ الجونؓ کے واقعہ میں باپ کی طرف سے حق مہر مقرر کرنے اور بیٹی کی طرف سے رضامندی کا اظہار کرنے کے باوجود نبی کریم ﷺ کا اس کو جانچنا بڑے اعلیٰ اخلاق کا نمونہ اور ایسا اسوۂ حسنہ ہے، جس کی بنیاد پر پوری دنیا کی مظلوم خواتین کی تقدیریں بدلی جاسکتی تھیں۔ حضرت الجونؓ ایک نومسلم صحابی تھے۔ اس دور میں یہ عام رواج تھا کہ خواتین کو شوہر کے پاس جانے سے پہلے شرم وحیاء اور مردوں کی قربت سے نفرت کے اظہار کی ترغیب دی جاتی تھی تاکہ شوہر کو اس کی پاکدامنی پر بھرپور بھروسہ ہوجائے۔ موجودہ دور میں بھی گاؤں اور دیہاتوں میں اس قسم کے ماحول کو ڈھونڈ نکالنے کی کوشش کی جائے تو آسانی کے ساتھ ایسے واقعات وحالات مل سکتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی شخصیت کا تاثر کوئی معمولی بات نہیں تھی اور ایک نومسلم گھرانے کی لڑکی کیلئے رسالت مآب ﷺ کے گھرانے سے رہنمائی کا حاصل کرنا بھی کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی۔ ایسے میں ازواج مطہراتؓ کی طرف سے سوکناہٹ کی حسد بھی ایک معمولی اور فطری بات تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ ابنۃ الجونؓ بے رغبتی کا مظاہرہ کر رہی ہیں اور یہ بے

رغبتی ایک طرف اس مخصوص ماحول کا تقاضہ تھا تو دوسری طرف نئے مسلمان ہونے والے خاندان کی لڑکی کے عزائم جاننا بھی ضروری تھا۔ نفس کو ہبہ کرنے کے سوال پر ایک روکھا سا جواب معمول کی بات بھی ہوسکتی تھی اور بیوی کا اپنے شوہر کیلئے شوخ اور چنچل بننا مزید رغبت کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے، جب معاملہ طے شدہ تھا تو اس کی طرف ہاتھ بڑھانے میں بھی حرج نہ تھا لیکن جب اللہ کی پناہ مانگی تو اس پر نبی کریم ﷺ نے ان کو رخصت کردیا۔

یہ واقعہ اسوۂ حسنہ کا وہ اعلیٰ نمونہ ہے جس کے سامنے قرآن کے احسن القصص حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ سے بڑھ کر انسانیت کی رہنمائی کا ذریعہ ہے، ایک شادی شدہ خاتون کی عزت کا خیال رکھنے سے بڑھ کر یہ قصہ ہے جس میں نبی ﷺ نے منصوبہ بندی اور مختلف حربے استعمال کرنے کی بجائے رخصتی کا راستہ اپنایا، یہ اسوۂ حسنہ کا ایک ایسا اعلیٰ نمونہ ہے جس کو بڑے سے بڑے دشمن بھی سراہتے ہوئے انسانیت اور اخلاقی اقدار کا اعلیٰ ترین نمونہ سمجھیں گے، مولانا سلیم اللہ خان اور علامہ غلام رسول سعیدی نے انتہائی کم عقلی کا مظاہرہ کرتے ابن حجر کی حماقت کو شریعت سمجھا اور مولانا سلیم اللہ خان نے کشف الباری میں زمانہ جاہلیت کے کسی جاہل کا یہ شعر بھی نقل کردیا کہ ''زبردستی میں خاتون کیساتھ مباشرت کرنے کا جو مزہ ہے وہ رضا مندی میں نہیں، میں وہ جوان ہوں جس نے بہت سی عورتوں کو ان کے انکار کے باوجود زبردستی سے حاملہ بنادیا ہے''۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے خواتین کے پیچھے پڑنے والوں کے بارے میں خبر دی ہے کہ یہ مدینہ میں نہیں رہ پائیں گے مگر تھوڑا عرصہ، ایسے لوگ پہلے بھی گزرے ہیں لیکن اللہ کی سنت یہ رہی ہے کہ جہاں بھی پائے گئے قتل کئے گئے۔ **اینما ثقفوا فقتل تقتیلا** جب سلمان تاثیر کو توہین رسالتؐ کے الزام پر قتل کیا گیا تو جماعتِ اسلامی کے رہنما ڈاکٹر فرید پراچہ نے اس آیت کا حوالہ دے کر اذیت رسولؐ پر قتل کی سزا کی دلیل پیش کی، حالانکہ اذیت کے حوالہ سے قرآن میں پورا رکوع ہی الگ ہے اور جس میں صحابہؓ مخاطب ہیں کہ اگر نبی ﷺ کھانے کی دعوت پر بلائیں تو وقت سے پہلے آکر مت بیٹھو اور کھانا کھا چکنے کے بعد چلے جاؤ، برتن کی طرف بھی نظریں مت رکھو، وغیرہ اس سے نبی ﷺ کو اذیت ہوتی ہے لیکن آپؐ شرم کے مارے نہیں بول سکتے، اللہ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا پھر دوسرے رکوع میں خواتین کا گھر سے نکلنے اور ان کی بے حرمتی کرنے والوں کے بارے میں قتل کی بات ہے، آج اگر قرآن کے قانون کو دنیا کے سامنے رکھا جائے تو پوری دنیا میں خواتین اور مردوں کی اکثریت اس فطری بات کو قبول کرلیں گے لیکن افسوس کہ خواتین کو ہم نے نظرانداز کیا ہوا ہے۔

شادی کی چار وجوھات میں دین کو ترجیح: دنیا میں مال دولت، حسب نسب، حسن و جمال اور دینداری و کردار کے لحاظ سے لوگوں کے درمیان اپنے اپنے ماحولیات اور طبعی رجحانات کے لحاظ سے مختلف انداز پائے جاتے ہیں، ایک آدمی جب شادی کرنا چاہتا ہے تو مال و دولت بھی ترجیح ہوسکتی ہے، اس کا نسب بھی ترجیح ہوسکتی ہے، حسن و جمال بھی اس کی ترجیح ہوسکتی ہے اور دینداری و کردار بھی اس کی ترجیح ہوسکتی ہے۔

عن ابی ھریرۃؓ عن النبی ﷺ قال : تنکح المرأۃ لاربع لمالھا و لحسبھا و جمالھا ولدینھا فاظفر بذات الدین تربت یداک ''عورت سے چار وجوہات کی بنیاد پر نکاح کیا جاتا ہے، اس کے مال کی وجہ سے، اس کے نسب کی وجہ سے، اس کی خوبصورتی کی وجہ سے اور اس کی دینداری کی وجہ سے، پس دینداری کی وجہ سے کامیابی حاصل کر تیرے دونوں ہاتھ خاک آلودہ ہوں۔'' حدیث میں فطری رجحانات کا ذکر ہے اور دینداری کو ترجیح دینے کی طرف رہنمائی فرمائی ہے اور ساتھ ساتھ حسن و جمال، مال و دولت اور حسب و نسب کی ترجیحات میں پھسلنے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ''تیرے ہاتھ خاک آلودہ ہوں'' یعنی عام طور پر دینداری نہیں حسن ترجیح ہوتی ہے کیونکہ عورت سے مسجد کی امامت تو نہیں کرانی ہوتی ہے۔ مولانا سلیم اللہ خان کی طرف سے غلط ترجمہ و تشریح ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا سلیم اللہ خان کا بخاری کی حدیث کا غلط ترجمہ و تشریح:

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ چار چیزوں کی بناء پر عورت کے ساتھ نکاح کرنا چاہیے، مال، حسب، خوبصورتی اور دینداری اور تو دینداری والی کی وجہ سے کامیابی حاصل کر (اگر کسی میں یہ سب صفات ہیں تو سبحان اللہ! اور اگر سب نہیں تو پھر دینداری ہی کو معیار بنانا چاہیے)۔

فاظفر بذات الدین امام بخاریؒ اس جملہ سے اپنا مذہب ثابت فرما رہے ہیں کہ حضور ﷺ کا یہ ارشاد اس بات کی طرف مشیر ہے کہ اصل چیز

دین ہی ہے۔اس کا اعتبار اہم اور ضروری ہے۔امام ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے بھی اس مفہوم کی ایک حدیث نقل فرمائی ہے۔

لاتزوجوا النساء لحسنهن فعسیٰ حسنهن ان یردیهن أی یهلکهن ولا تزوجوهن لأموالهن فعسیٰ اموالهن أن تطغیهن ولٰکن تزوجوهن علی الدین ولأمة سوداء ذات دین افضل (عورتوں سے ان کے حسن کی وجہ سے شادی مت کرو ہوسکتا ہے کہ ان کا حسن ان کو ہلاکت میں ڈال دے۔اور نہ ان کے اموال کی وجہ سے ان سے شادی کرو، ہوسکتا ہے کہ اموال کی وجہ سے وہ سر پھری بن جائیں لیکن ان سے شادی کروان کے دین کی وجہ سے اور بیشک دیندار کالی لونڈی بھی افضل ہے۔) **تربت یداک** :تربت: باب سمع سے ہے بمعنی خاک آلود ہونا۔یہ جملہ فقر سے کنایہ ہے اور بطور بددعاء استعمال کرتے ہیں علامہ ابن العربیؒ نے فرمایا کہ یہاں اس جملہ کو جزا بنایا جائے گا اور اس کے لئے شرط محذوف ہے **أی ان لم تظفر بذات الدین تربت یداک** (یعنی اگر تو دینداری سے کامیابی حاصل نہ کرے تو تیرے ہاتھ خاک آلودہ ہوجائیں۔)

حضرت حسن بصریؒ سے ایک آدمی نے کہا میری ایک بیٹی ہے، مجھے اس سے بہت محبت ہے، مختلف لوگوں نے پیغام نکاح بھیجا ہے آپ بتائیں کہ میں اس کی شادی کیسے شخص سے کروں؟ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا ''اس کی شادی ایسے آدمی سے کرو جو اللہ جل شانہ سے ڈرتا ہو، متقی ہو کیونکہ ایسے آدمی کو اگر آپ کی بیٹی سے محبت ہوگی تو وہ اس کی عزت کرے گا اور اگر اس کو آپ کی بیٹی سے نفرت ہوگی تو اس پر ظلم نہیں کرے گا۔(ارشاد الساری: 365/11)(کشف الباری: کتاب النکاح، ص176-175، شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان، مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی)

شرمناک فتویٰ اور انتہائی معذرت کیساتھ اس کا ترجمہ

فتاویٰ تاتارخانیہ میں فتاویٰ قاضی خان کے حوالے سے یہ مسئلہ لکھا گیا ہے کہ

۷۹۱۲:. و فی الخانیة : رجل قال لامرأتہ : ان لم یکن فرجی احسن من فرجک فانت طالق ، و قالت المرأة : ان لم یکن فرجی احسن من فرجک فجاریتی حرة ، قال الشیخ الامام ابوبکر محمد بن الفضل: ان کانا قائمین عند المقالة برت المرأة و حنث الزوج، ولو کان قائدین بر الزوج و حنث المرأة، لان فرجها حالة القیام احسن من فرج الزوج، و الامر علی العکس فی حالة القعود، و ان کان الرجل قائما والمرأة قاعدة قال الفقیه ابو جعفر: لا اعلم ما هذا، قال : و ینبغی ان یحنث کل واحدٍ منهما لان شرط البر فی کل یمین ان یکون فرج احدهما احسن من فرج الأخر، و عند التعارض لا یکون احدهما احسن من الأخر ، فیحنث کل واحد منهما. الفتاویٰ التاتارخانیه ، التالیف للشیخ الامام فرید الدین عالم بن العلاء الاندرپی الدهلوی الهندی المتوفی ۷۸۶ھ ،قام بترتیبہ و جمعہ و ترقیمہ و تعلیقہ بنجو عشرة الأف من الاحادیث و الأثار شبیر احمد القاسمی المفتی المحدث بالجامعة القاسمیه الشهیرة بمدرسة شاهی مراد آباد الهند. المجلد الخامس بقیة من الطلاق، النفقات العتاق ، ص ۲۹۴ ، مکتبه رشیدیه ، سرکی روڈ کوئٹه . فون :۲۶۶۲۲۶۳

''فتاویٰ خانیہ میں ہے کہ: ایک آدمی نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تیری شرمگاہ میری شرمگاہ سے خوبصورت نہ ہوتو تجھے طلاق ہے، اور عورت نے کہا کہ اگر میری شرمگاہ تیری شرمگاہ سے خوبصورت نہ ہوتو میری لونڈی آزاد ہے۔شیخ امام ابوبکر محمد بن فضل نے کہا: اگر دونوں میاں بیوی یہ بات کرتے ہوئے کھڑے ہوئے ہوں تو عورت بری ہوگئی اور مرد کی طرف سے طلاق پڑگئی۔اور اگر دونوں بیٹھے ہوں تو مرد بری ہوا، اس کی طلاق نہیں پڑی اور عورت حانث ہوگئی یعنی اس کی لونڈی آزاد ہوگئی۔اسلئے کہ اس عورت کی شرمگاہ کھڑے ہونے کی صورت کی مرد کی شرمگاہ سے خوبصورت ہے۔اور بیٹھنے کی صورت میں معاملہ اس کے برعکس ہے۔اور اگر مرد کھڑا ہو اور عورت بیٹھی ہوتو فقیہ ابوجعفر نے کہا: مجھے اس حالت پر نہیں معلوم کہ کیا فتویٰ لاگو ہوگا۔کہا کہ: چاہیے کہ دونوں حانث ہوں۔کیونکہ بری ہونے کیلئے ہر ایک قسم میں شرط یہ تھی کہ ایک کی دوسرے سے شرمگاہ خوبصورت ہو اور تعارض کی صورت میں ایک دوسرے سے خوبصورت نہ ہونے کی بات ہے۔پس دونوں حانث ہوں گے (مرد کے کھڑے ہونے اور عورت کے بیٹھنے کی صورت میں مرد کی طلاق واقع ہوگی اور عورت کی طرف سے لونڈی آزاد ہوگی)''۔علماء کرام ومفتیانِ عظام کو قرآن پر توجہ دیں اور خرافات سے جان چھڑائیں۔

فقہاء کرام کے حوالہ سے مضحکہ خیز احکام طلاق

ادارۂ تحقیقات اسلامی بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد پاکستان سے شائع ہونے والی کتاب ''احکام طلاق'' (مصنف حبیب الرحمٰن) میں لکھا ہے:

طلاقِ رجعی (طلاق باعتبارِ رجعت) کی اقسام

حنفی نقطۂ نظر: جب شوہر بیوی کو ایک رجعی طلاق یا دو رجعی طلاقیں دے تو اسے دورانِ عدت میں رجوع کرنے کا حق حاصل ہے۔ خواہ عورت راضی ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: **فامسکوھن بمعروف (الطلاق ۶۵: ۲)** (پس عدت کے قریب پہنچ جائیں تو ان کو اچھی طرح زوجیت میں رہنے دو)۔ میں حکم عام ہے اور عورت کی رضا یا عدم رضا کا لحاظ نہیں کیا گیا ہے۔ رجوع کیلئے شرط یہ ہے کہ ابھی عدت باقی ہو، کیونکہ قرآن مقدس میں رجوع کو امساک (روکنے) سے تعبیر کیا ہے۔ جو باقی رکھنے کے مفہوم میں ہے۔ اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب عدت باقی ہو، کیونکہ عدت ختم ہونے کے بعد یہ اختیار ختم ہو جاتا ہے۔ (ھدایہ ۲: ۳۷۳)

تبصرہ عتیق گیلانی: 1: واہ جی واہ، جب حکم عام ہے، جس طرح عورت کی رضا وعدم رضا کا لحاظ نہیں رکھا گیا ہے تو پھر ایک، دو یا تین طلاق کا لحاظ بھی نہیں رکھا گیا ہے۔ عورت کے اختیار کو ختم کرنے کیلئے حکم عام ہے اور حلالہ کی لعنت کا ڈنڈا چلانے کیلئے طلاق کی تعداد کیلئے حکم عام نہیں ہے؟۔ حالانکہ ایسی منطق لڑانے کا شوق پورا کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے گنجائش بھی نہیں رکھی تھی، اسلئے کہ شوہر کو عدت کے دوران طلاق کی تعداد کا تعین کئے بغیر رجوع کرنے کی وضاحت اللہ نے کردی ہے لیکن اس میں صلح کی شرط رکھی ہے جو بیوی کی رضامندی کے بغیر پوری نہیں ہوسکتی۔ عتیق گیلانی

مالکی نقطۂ نظر: رجوع کے سلسلے میں مالکی فقہاء کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: **لا تدری لعل اللہ یحدث بعد ذالک امراً (الطلاق: ۶۵: ۲)** (یعنی بعد میں علیحدگی پر دلی ندامت ہو اور رجوع کرنا چاہے)۔ **فاذا بلغن اجلھن فامسکوھن بمعروفٍ او فارقوھن بمعروفٍ (الطلاق: ۶۵: ۲)** (پھر جب وہ اپنی میعاد یعنی انقضائے عدت کے قریب پہنچ جائیں تو ان کو اچھی طرح زوجیت میں رہنے دو اور چاہو تو اچھی طرح علیحدہ کردو)۔ یہاں **بلغن اجلھن** کا معنیٰ یہ نہیں کہ عدت مکمل ہوجائے بلکہ معنی یہ ہے کہ عدت مکمل ہونے کے قریب ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن فامسکوھن بمعروفٍ او سرحوھن بمعروفٍ (البقرۃ: ۲: ۲۳۲)** (اور جب عورتوں کو (دو دفعہ) طلاق دے چکو اور ان کی عدت پوری ہوجائے تو انہیں حسن سلوک کے ساتھ نکاح میں رہنے دو یا بطریق شائستہ رخصت کردو)۔ شوہر کو اس طلاق میں رجوع کا حق حاصل ہے جو تین سے کم ہو، بشرطیکہ طلاق کے ساتھ عورت کی طرف سے کوئی عوض نہ ہو۔ (مثلاً خلع وغیرہ) **(المدونۃ الکبریٰ: ۵: ۳۰۶)**

تبصرہ عتیق گیلانی: اگر میاں بیوی کے درمیاں صلح ورجوع کو فطری انداز میں لیا جاتا تو قرآنی آیات کی وضاحت وتشریح میں ان کو پیوندکاری کی غیرفطری ضرورت نہ پڑتی۔ **بلغن اجلھن** کا معنیٰ عدت مکمل ہونا ہی ہے، بیوہ کی عدت کی تکمیل کے بعد بھی یہی **بلغن اجلھن** آیا ہے، تو کیا عدت کی تکمیل سے پہلے ان کی شادی درست ہوگی؟۔ جیسے بیوہ کی عدت مکمل ہونے بعد اس کو شادی کی اجازت ہے، اس طرح سے طلاق کے بعد عدت کی تکمیل کے بعد بھی رجوع کرنے کی اجازت ہے۔ عتیق گیلانی

شافعی نقطۂ نظر: جب طلاق کا ارادہ ہو تو بہتر طریقہ یہ ہے کہ ایک طلاق دی جائے کیونکہ اس طرح رجوع کی گنجائش رہتی ہے اور تلافی ممکن ہوتی ہے۔ اگر تین طلاقیں دینے کا ارادہ ہو تو ہر طہر میں ایک طلاق دے، اس سے امام ابوحنیفہؒ کی رائے کے ساتھ بھی تطبیق ہوجاتی ہے ان کے نزدیک ایک طہر میں ایک سے زیادہ طلاقیں دینا درست نہیں ہے البتہ اگر کوئی تین طلاقیں ایک طہر میں دیدے تو جائز ہے۔ نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں عویمر عجلانیؓ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں اگر ایک بار تین طلاقیں دینا منع ہوتا تو آپ ﷺ انہیں منع فرماتے۔ **(المجموع شرح المھذب: ۱۷: ۸۴)**

تبصرہ عتیق گیلانی: اللہ تعالیٰ نے طلاق کے لفظ کا کوئی مذہبی تصور نہیں رکھا ہے بلکہ عربی میں بیوی سے علیحدگی کے فیصلہ کو طلاق کہتے ہیں۔ سورۂ طلاق میں اس کی وضاحت ہے کہ طلاق عدت تک کے لئے دو۔ فقہی مسالک میں طلاق دینے کے بعد وقت کی کوئی حد بندی نہیں، ایک طلاق ہو یا دو طلاقیں دینے کے بعد اس کی ملکیت ہمیشہ کے لئے ختم ہوجاتی ہے۔ علماء وفقہاء میں صلاحیت ہوتی تو کم از کم طلاق رجعی کیلئے وقت کی طلاق کو ہی دلیل بناتے، لیکن من گھڑت اور غیرفطری منطق کا نقصان یہ ہوا، کہ بے تکی باتیں لکھ کر قرآن کے فطری دین کو متنازع بنانے کا سلسلہ جاری رکھا۔ رجوع پر اتفاق کے باوجود ایک قرآن سے مختلف دلائل دینے سے نہیں شرمائے۔ عتیق گیلانی

حنبلی نقطۂ نظر: رجوع کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلاثۃ قروءٍ......... وبعولتھن احق بردھن فی ذٰلک ان ارادوا اصلاحاً (البقرۃ: ۲: ۲۲۸)** (اور طلاق والی عورتیں تین حیض تک اپنے تئیں روکے رہیں.......... اور اگر موافقت چاہیں تو [ان کی عدت میں] وہ اپنی زوجیت میں لینے کے زیادہ حقدار ہیں)۔ علماء اور مفسرین کے نزدیک اس سے مراد رجوع ہے۔ دوسرے مقام پر ارشاد ربانی ہے: **وذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن فامسکوھن بمعروفٍ او سرحوھن بمعروفٍ (البقرۃ: ۲: ۲۳۰)** (اور جب عورتوں کو [دو دفعہ] طلاق دے چکو اور ان کی عدت پوری ہوجائے تو انہیں حسنِ سلوک کے ساتھ نکاح میں رہنے دو یا بطریق شائستہ رخصت کردو)۔

یہاں بھی رجوع مراد ہے۔ یعنی جب عدت ختم ہونے کے قریب ہو تو رجوع کا حق باقی رہتا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی حدیث سے بھی رجوع ثابت ہے۔ اور یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے۔ سنن ابی داؤد میں حضرت عمرؓ نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت حفصہؓ کو طلاق دی اور پھر رجوع کرلیا اور تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ آزاد شوہر آزاد بیوی سے کم طلاقوں کی صورت میں رجوع کرسکتا ہے اور اگر غلام نے ایک طلاق دی تو وہ بھی رجوع کا حق رکھتا ہے۔ **(المغنی ابن قدامۃ مع الشرح الکبیر: ۸: ۴۷۰)**

تبصرہ عتیق گیلانی: وہ بات جو بنیادی حیثیت کی حامل ہے، وہ یہ ہے کہ شوہر کی طرف سے طلاق

International Islamic University (IIU) , Islamabad , Pakistan

عمران خان پولیٹکل ایجنٹ پیر یعقوب شاہ کے ساتھ

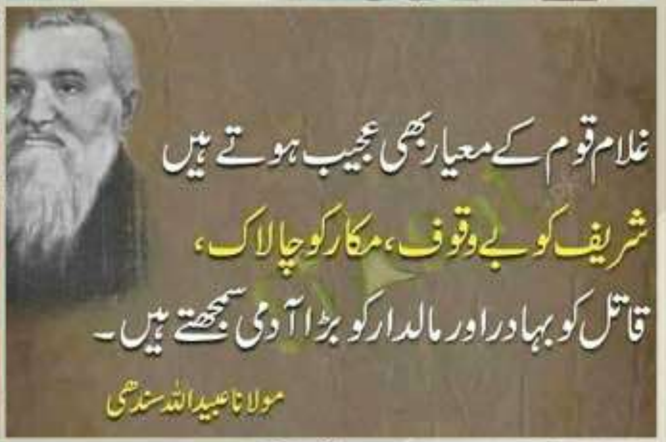

وزیرستان میں پیر عبدالغفار ایڈووکیٹ کی طرف سے بلدیاتی الیکشن میں حصہ لینے کے موقع پر سید عتیق الرحمٰن گیلانی اپنے دوستوں، پڑوسیوں اور رشتہ داروں کے ساتھ

طالبان کا امیر حکیم اللہ محسود اس وقت کرایہ پر پک اپ چلاتا تھا، ہم نے مکین سے کوٹ کئی تک اسی کے ساتھ سفر کیا، تھوڑی ان بن بھی ہوئی جس پر اس کو جھکنا پڑا۔ پائلٹ کا سفرنامہ آنا چاہیے، سوات کے مولانا فضل اللہ، خیبر کے منگل باغ اور جنوبی وزیرستان کے حکیم اللہ سمیت تمام طالبان رہنماؤں کے تفصیلی حالات زندگی پوری قوم کے سامنے لائی جائے تو بات بنے۔

طالبان کمیٹی ٹانک کے قاضی مولانا گل نواز محسود کہا کرتے تھے کہ ISI والے تو بہت اچھے لوگ ہیں یہ بالوں والے طالبان تو...... ہیں۔
یہ حقیقت ہے کہ اچھے کام سے برے لوگ بھی اچھے بنتے ہیں اور برے کام سے اچھے لوگ بھی برے بن جاتے ہیں۔

کے بعد عدت کے اندر بھی رجوع کے لئے بیوی کی رضامندی شرط ہے صلح واصلاح کا تصور اس کے بغیر نہیں ہوسکتا ہے، افسوس کے اس سارے فسانہ میں اس کا ذکر تک نہیں ہے۔ جب عورت سے طلاق وعلیحدگی اور ناراضگی کے فیصلے کے بعد صلح واصلاح کی شرط کے برعکس رجوع پر رضا کا اختیار بھی چھین لیا جائے تو فسانے کی ساری خرابی یہاں سے شروع ہوتی ہے۔ جیسے شادی سے پہلے عورت کی رضامندی ضروری ہے، اسی طرح شادی کے بعد بھی جبرواکراہ سے نہیں اپنی رضاورغبت سے رہنا ہی فطرت کا تقاضہ ہے۔ **لاترثوا النساء کرھا** اس کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

اگر طلاق کے بعد عدت میں عورت کی رضاوصلح کی شرط کو ختم اور حق کو سلب کرلیا جائے تو پھر شوہر طلاق دینے کے بعد رجوع کا حق بھی رکھتا ہوگا، ایسی صورت میں صلح کی آپس میں کوشش اور ایک ایک رشتہ دار کے ذریعے سے اصلاح وصلح کی کوشش کا کوئی قانونی واخلاقی جواز بھی باقی نہیں رہیگا۔ یہی تو وجہ ہے کہ سیدابوالاعلیٰ مودودی جیسی ذہین شخصیت نے بھی ہتھیار ڈال کر قرآن کی تفسیر میں **الصلح خیر** کو صلح قرار دینے کی بجائے خلع قرار دیا ہے۔ حالانکہ قرآن وسنت اور دین فطرت کا تقاضہ یہ ہے کہ طلاق کے بعد عورت کو عدت میں بھی رجوع نہ کرنے کا اختیار ملے، عدت کے بعد شادی کی اجازت بھی ہو اور شوہر کو عدت میں معاملہ نمٹانے کا پابند کیا جائے لیکن عدت کے بعد اگر میاں بیوی ایک ساتھ رہنا چاہیں تو مذہب اس کیلئے رکاوٹ نہیں بلکہ معاون ہو، قرآن نے اس موقف کی وضاحت بار بار کی ہے۔ عتیق گیلانی

شیعی نقطۂ نظر: عدت میں طلاق کا مفہوم یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہے تو وہ دو گواہوں کی موجودگی میں اس طہر میں طلاق دے جس میں عورت سے ہمبستری نہ کی ہو۔ اس صورت میں وہ اسی دن یا حیض سے قبل کسی وقت بھی رجوع کرسکتا ہے، البتہ اس رجوع کے وقت کسی کو گواہ بنالے۔ اگر اس نے حیض سے قبل رجوع نہیں کیا تو حیض کے بعد دوسرے طہر میں بغیر ہمبستری کئے کسی کو گواہ بنا کر دوسری طلاق دیدے۔ وہ اس طہر میں بھی حیض آنے تک کسی کو گواہ بنا کر رجوع کرسکتا ہے۔ اگر اس میں بھی رجوع نہیں کیا، یہاں تک کہ دوسرا حیض بھی ختم ہوگیا اور اس نے تیسری طلاق دیدی تو اب بیوی جدا ہوگئی اور اس سے رجوع کا حق نہیں رہا۔ **(من لا یحضرہ الفقیہ:۳:۳۲۲)**

تبصرہ عتیق گیلانی: طلاق کا یہ مفہوم بھی بالکل اختراعی ہے، اللہ تعالیٰ نے طلاق کے ابتدائی مرحلہ میں گواہی کا ذکر نہیں کیا ہے بلکہ پہلے مرحلہ میں میاں بیوی کو ایک دوسرے کے لئے راضی کرنے کی کوشش اور باہمی صلح کی ترغیب ہے، دوسرے مرحلہ میں دونوں جانب سے ایک ایک رشتہ دار کے ذریعہ صلح واصلاح کی کوشش کا حکم ہے، تیسرے مرحلہ میں کسی حتمی نتیجہ پر پہنچنے کی ترغیب کا حکم ہے۔ تین مرحلوں میں تین طلاق اور اس پر گواہی کے بعد رجوع کی گنجائش کا خاتمہ قرآن کی صریح آیات کے خلاف ایک من گھڑت معاملہ ہے، اللہ تعالیٰ نے تین مرحلوں میں طلاق اور عدت کے خاتمہ کے بعد بھی نہ صرف رجوع کی گنجائش رکھی ہے بلکہ عدت کے بعد طلاق کے حتمی فیصلے اور اس پر دو عادل گواہوں کے تقرر کے بعد بھی اللہ سے ڈرنے والوں کیلئے اس مشکل سے نکلنے کی خوشخبری ہے، سورۂ طلاق میں پوری تفصیل واضح طور سے موجود ہے۔ لہٰذا قرآن کی بھرپور وضاحتوں کے بعد اس معاملہ کے تمام سیاق وسباق اور خصوصی صورتحال ہی کو دیکھنا پڑے گا جس کے بعد دوسری جگہ شادی کئے بغیر چارہ نہ ہو۔ قرآن کے مندرجات اور وضاحتوں سے انحراف کی صورت میں کسی بھی ذاتی رائے اور اجتہاد کی کوئی حیثیت نہیں۔ عتیق گیلانی

طلاق سے رجوع کا طریقہ

حنفی نقطۂ نظر: رجوع کا طریقہ یہ ہے کہ شوہر بیوی سے کہے: ''میں نے تجھ سے رجوع کرلیا''۔ رجوع کے یہ الفاظ بالکل صریح (واضح) ہیں اور تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے۔ اس کے علاوہ اگر اس نے اپنی بیوی کو بوسہ دیا، شہوت سے ہاتھ لگایا، شہوت سے دیکھا، یا ہم بستری کرلی تو بھی احناف کے نزدیک ان تمام صورتوں میں رجوع ثابت ہوجائے گا۔ امام شافعیؒ کا مؤقف یہ ہے کہ رجوع صرف الفاظ سے ہی ہوتا ہے، بشرطیکہ الفاظ ادا کرنے پر قدرت ہو، (یعنی گونگا وغیرہ نہ ہو)۔ ان کے نزدیک رجوع گویا نکاح کا آغاز ہے جبکہ احناف کے نزدیک یہ نکاح کا آغاز نہیں، بلکہ پہلے سے موجود نکاح کو باقی رکھنا ہے اور مذکورہ بالا طرزِ عمل یا فعل بھی اس کی علامت بن سکتا ہے، جبکہ بغیر شہوت ہاتھ لگانا، یا دیکھنا نکاح کے ساتھ خاص نہیں، ایک طبیب کسی عورت کو بغیر نکاح ہاتھ لگا سکتا ہے اسلئے یہ عمل رجوع کی علامت نہیں بن سکتا۔ **(ھدایہ:۲:۳۷۳)**

مالکی نقطۂ نظر: رجوع کا طریقہ یہ ہے کہ رجوع کی نیت سے اس پر دلالت کرنے والے الفاظ ذکر کئے جائیں، یا ان الفاظ کے قائم مقام کوئی ایسا فعل ہو جو صرف رجوع کی صورت میں درست ہوسکتا ہے، مثلاً ہم بستری اور بوسہ وغیرہ۔ امام شافعی کے نزدیک رجوع کیلئے فعل کافی نہیں ہے جب تک قول سے رجوع نہ کیا جائے۔ اگر رجوع پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ یا فعل نہ ہو محض نیت ہو تو یہ رجوع کیلئے کافی نہیں ہے۔ **(المدونۃ الکبریٰ: ۵:۳۰۷)**

شافعی نقطۂ نظر: عورت کی رضامندی کے بغیر رجوع درست ہے۔ ارشاد خداوندی ہے: **وبعولتھن احق بردھن فی ذٰلک ان ارادوا اصلاحاً** (البقرۃ:۲:۲۲۸) (اور اگر وہ موافقت چاہیں تو اس مدت میں ان کو اپنی زوجیت میں لینے کے حقدار ہیں) رجوع صرف قول کے ذریعے درست ہے۔ اگر ازدواجی تعلق قائم کیا تو یہ رجوع نہیں ہے۔ جس طرح نکاح قول پر قدرت ہونے کی صورت میں فعل سے درست نہیں ہے، اسی طرح محض فعل سے رجوع ثابت نہیں ہوتا۔ اگر یہ کہا **راجعتکِ** (میں نے تجھ سے رجوع کرلیا) تو رجوع ہوجائے گا۔ اگر یہ کہا رددتکِ (میں نے تجھے واپس لوٹالیا ہے) تو اس سے بھی رجوع ہوجائے گا کیونکہ یہ قرآن سے ثابت ہے۔ **(المجموع شرح المھذب: ۱۷:۲۶۶)**

حنبلی نقطۂ نظر: علامہ خرقی کے کلام سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ رجوع صرف قول کے ذریعے ہی ہوسکتا ہے، وہ فرماتے ہیں: ''رجوع کا طریقہ یہ ہے کہ وہ الفاظ کہے''۔ یہی امام شافعی کا مذہب بھی ہے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ صرف ہم بستری سے بھی رجوع ہوجاتا ہے۔ خواہ رجوع کی نیت ہو یا نہ ہو۔ اس روایت کو ابن حامد نے ترجیح دی ہے۔ حضرت سعید بن المسیب، حسین، ابن سیرین، عطاء، طاؤس، زہری، سفیان ثوری، اوزاعی، ابن ابی لیلیٰ رحمہم اللہ اور اہل الرائے کا مذہب بھی یہی ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص بوسہ دے، یا شہوت سے ہاتھ لگائے، یا شرمگاہ کو دیکھے تو امام احمدؒ سے منقول ہے کہ اس سے رجوع ثابت نہیں ہوگا۔ ابن حامد کہتے ہیں کہ اس بارے میں دو قول ہیں 1: اس سے رجوع ثابت ہوتا ہے 2: اس سے رجوع نہیں ہوتا۔ **(المغنی و الشرح**

الکبیر)

شیعی نقطۂ نظر: رجوع کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ شوہر بیوی کو بوسہ دے یا طلاق کا انکار کرے۔ طلاق کا انکار بھی رجوع ہی کی صورت ہے۔ (من لا یحضرہ الفقیہ:۳:۳۳۳)

تبصرہ عتیق گیلانی: رجوع کیلئے اللہ تعالیٰ نے بار بار معروف طریقے کا ذکر کیا ہے اور معروف طریقہ معاشرے کے افراد جانتے ہیں، اس کے مقابلہ میں فقہاء کے مسلکوں کے تمام طریقے معروف نہیں منکرات کے زمرے میں آتے ہیں، اسلئے ان بکواسیات کو مذہب کے نام پر زندہ رکھنے کا کوئی جواز نہیں۔ اسلام ان پڑھ لوگوں میں نازل ہوا تھا، اس کو ان پڑھ بھی سمجھ سکتے ہیں لیکن مسلکوں نے اپنے فرقوں کی فطرت بگاڑ دی ہے، اسلئے دین کو مشکل بنادیا ہے۔ عتیق گیلانی۔

رجوع پر گواہ بنانا

حنفی نقطۂ نظر: بہتر یہ ہے کہ رجوع پر دو گواہ بنالے۔ اگرچہ ان کے بغیر بھی ثابت ہوجاتا ہے۔ امام شافعیؒ کا ایک قول ہے کہ گواہوں کے بغیر رجوع ثابت نہیں ہوتا۔ امام مالکؒ کا بھی یہی قول ہے۔ ان حضرات کی دلیل یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **واشهدوا ذوی عدلٍ منکم** (الطلاق:۶۵:۲) (اور اپنے میں سے دو منصف مردوں کو گواہ بنالو)۔ یہاں امر کا صیغہ ہے اور امر کے صیغے سے کسی چیز کا واجب ہونا ثابت ہوتا ہے۔ احناف کی دلیل یہ ہے کہ وہ نصوص جن میں رجوع کا حکم ہے، ان میں کہیں بھی رجوع پر گواہ بنانے کا ذکر نہیں۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ رجوع پہلے سے موجود نکاح کو باقی رکھنے کی ہی ایک صورت ہے۔ اور اس کیلئے گواہی ضروری نہیں ہے جیسا کہ ایلاء میں رجوع کیلئے شرط نہیں ہے۔ ہاں! احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ اس موقع پر گواہ موجود ہوں تا کہ بعد میں کوئی فریق انکار نہ کرسکے۔ مذکورہ آیت جس میں گواہوں کا ذکر گزرا ہے اس سے بھی استحباب ثابت ہوتا ہے۔

مالکی نقطۂ نظر: آیا رجوع کیلئے گواہ ضروری ہیں؟ اس میں اختلاف ہے: عبدالوہاب کا موقف یہ ہے کہ جس طرح خرید وفروخت کیلئے گواہ کا ہونا ایک مستحب امر ہے، اسی طرح رجوع میں بھی مستحب ہے واجب نہیں، جبکہ ابن کثیر اور بعض دیگر علماء کا مؤقف یہ ہے کہ گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ دلیل یہ آیت ہے: **واشهدوا ذوی عدلٍ منکم** (الطلاق: ۲:۶۵) (اور اپنے میں سے دو منصف مردوں کو گواہ بنالو)۔ یہاں امر وجوب کا معنیٰ دے رہا ہے۔

شافعی نقطۂ نظر: کیا رجوع کیلئے گواہ کا ہونا ضروری ہے؟ اس میں دو اقوال ہیں۔ اس بات کیلئے دلیل یہ آیت ہے: **فامسکوھن بمعروفٍ او فارقوھن بمعروفٍ واشهدوا ذوی عدلٍ منکم** (الطلاق:۶۵:۲) (یا انہیں بھلے طریقے سے اپنی زوجیت میں روک رکھو یا بھلے طریقے سے جدا ہوجاؤ۔ اور دو ایسے آدمیوں کو گواہ بنالو جو تم میں سے صاحب عدل ہوں)۔

دوسرے قول کے مطابق رجوع کیلئے گواہوں کا ہونا مستحب ہے۔ جس طرح رجوع کیلئے ولی کا ہونا ضروری نہیں، اسی طرح گواہوں کا ہونا بھی ضروری نہیں ہے جیسا کہ خرید وفروخت کا حکم ہے۔ (المجموع شرح المهذب:۱۷:۲۶۹)

حنبلی نقطۂ نظر: رجوع کے وقت شوہر دو مسلمان مردوں کے سامنے کہے: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اپنی بیوی سے رجوع کرلیا ہے''۔ اس موقع پر ولی کا موجود ہونا یا مہر میں اضافہ کرنا ضروری نہیں۔ رجوع پر دو گواہوں کے بارے میں دو روایات ہیں:

۱۔ رجوع کیلئے گواہوں کا ہونا واجب نہیں ہے، بلکہ مستحب ہے۔

۲۔ رجوع کیلئے گواہوں کا ہونا واجب ہے۔ (المغنی و الشرح الکبیر:۸:۴۸۱)

شیعی نقطۂ نظر: جس طرح بغیر گواہوں کے نکاح جائز ہے، اس طرح گواہوں کے بغیر رجوع درست ہے۔ البتہ حدود، میراث اور عدت کے نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو گواہوں کے بغیر رجوع مکروہ ہے۔ (من لا یحضر الفقیہ:۲:۳۳۳)

رجوع میں تنازع

اگر عدت ختم ہونے کے بعد شوہر دعویٰ کرے کہ میں نے دورانِ عدت میں رجوع کرلیا تھا اور عورت تصدیق کردے تو رجوع ثابت ہوجائے گا۔ اگر عورت تصدیق کرنے سے انکار کردے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بغیر قسم کے عورت کی بات کو تسلیم کیا جائے گا، کیونکہ شوہر عدت ختم ہونے کے بعد ایسی بات کررہا ہے جس کا اسے اختیار نہیں رہا۔ اگر شوہر بیوی سے کہے کہ میں نے تجھ سے رجوع کرلیا اور عورت جواباً کہے کہ اب تو عدت ختم ہوچکی ہے تو اس میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک رجوع درست نہیں ہوگا۔ اور عدت ختم ہونے کے بارے میں عورت ہی کو امینہ (امانت دار) تصور کیا جائے گا۔ جب عورت بتادے کہ عدت ختم ہوچکی ہے تو اسے درست تسلیم کیا جائے گا۔ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں: ''اس صورت میں بھی رجوع درست ہوگا، کیونکہ جب تک عورت خود نہیں بتادیتی کہ عدت ختم ہوچکی ہے تو بظاہر یہی سمجھا جائے گا کہ عدت ابھی باقی ہے''۔

طلاق رجعی کی صورت میں بعض احکام:

اگر شوہر نے ایک طلاق رجعی دی ہو تو دورانِ عدت میں بیوی زیب وآرائش کرسکتی ہے کیونکہ ان کا نکاح ابھی باقی ہے۔ اور بیوی شوہر کیلئے حلال ہے۔ مزید یہ کہ اسلام نے رجوع کی ترغیب دی ہے۔ اور زیب وزینت چونکہ رجوع کا بھی محرک ہوسکتی ہے اسلئے بھی جائز ہے۔

اگر شوہر کا ارادہ رجوع کا نہ ہو اور طلاق رجعی دی ہو تو بہتر طریقہ یہ ہے کہ شوہر اجازت کے بغیر گھر میں داخل نہ ہو کیونکہ بغیر اطلاع کرنے کی صورت میں کسی بھی ایسی جگہ نگاہ پڑسکتی ہے جس سے رجوع ثابت ہوتا ہے اور اس طرح معاملات کو نمٹانے کی الجھنیں بڑھ جائیں گی۔ اگر اس نے داخل ہونے سے پہلے کسی بھی صورت اطلاع دیدی تو یہ اجازت شمار ہوسکتی ہے۔ (ھدایہ: ۳۷۳۔۳۷۷۔ ملخصاً)

احکام طلاق۔ صفحہ ۸۷ تا ۸۵۔ حبیب الرحمٰن، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی۔ اسلام آباد، پاکستان

تبصرہ از عتیق گیلانی

رجوع کے حوالہ سے قرآن کے واضح مؤقف کو لیا جاتا تو مسلکی تضادات کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔ شافعی کے نزدیک رجوع کی نیت نہ ہو تو عورت کیساتھ مباشرت کے باوجود رجوع نہیں، جبکہ حنفی کے نزدیک نیت نہ ہو تو غلطی سے شہوت کی نظر پڑنے پر بھی رجوع ہے۔ کیا احمقوں کی بہت بڑی دم پہچان کیلئے ضروری تھی، یہ مذہب یا حماقت؟ علامہ الیاس قادری نے لکھا ''تینوں قُل لفظِ قُل کے ساتھ نہیں پڑھ سکتے، پھر ان کا قرآن ہونا متعین ہوجاتا ہے نیت کو کچھ دخل نہیں''۔ مفتی عطاء نعیمی نے لکھا ''حلالہ کی نیت ہو تب بھی نیت کا اعتبار نہیں، لفاظ نہ ہوں تو حلالہ کی لعنت کا گناہ نہ ہوگا'' چاہا تو نیت کا اعتبار اور چاہا تو نہیں، یہ بتادو، کہ احمقوں کی جنت کا مطلب کیا؟۔ عتیق گیلانی

الاجتهاد
الخلفاء الراشدين الاربعة

جب کوئی اپنی بیوی کو کہے کہ تو مجھ پر حرام ہے تو اس میں علامہ ابن قیمؒ نے بیس (۲۰) کے قریب اقوال نقل کئے ہیں۔ایک عربی عالم دین نے "الاجتهاد الخلفاء الراشدين الاربعة" کے عنوان سے کتاب لکھی ہے۔ جس میں دو مسئلوں کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے جو کتاب کے مختلف صفحات سے مختلف عنوانات کے تحت بیان کئے گئے ہیں۔دونوں مسئلے کی تفصیلات دینے کا مقصد صرف یہ ہے کہ جس قرآن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر یہ اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت سے اختلافات (تضادات) ہوتے۔جو شرعی مسائل قرآن کے بجائے عوام کی طرف منسوب ہیں ان میں اختلافات کا ہونا فطری بات ہے۔ اختلاف کو باعث رحمت قرار دیا گیا ہے لیکن یہ بھی کلیہ وضع کیا گیا ہے کہ جب دلائل میں تضاد ہو تو یہ اختلاف ہی اس کے ساقط الاعتبار ہونے کیلئے کافی ہے۔ اگر یہ اختلاف نہ ہوتا تو قیامت تک جمود کے ختم ہونے کی بھی کوئی راہ نہ ہوتی۔ عربی کتاب کے مندرجات ملاحظہ فرمائیں۔

المسالة الثالثة: الطلاق بالالفاظ الكنائية

من المعلوم ان ايقاع الطلاق يكون اما بالا لفاظ الصريحة المعهودة او بالفاظ كنائية، و جمهور العلماء قالوا أن الطلاق الصريح اذا اوقعه الرجل فلا يحتاج الى نية، والدليل عليه قول النبي ﷺ: ثلاثة جدهن جد، وهزلهن جد النكاح و الطلاق و الرجعة، لكن هناك بعض الالفاظ التى غالباً ما تكون كنائية فى الاشارة الى الطلاق فاختلفت فيها اقوال الخلفاء الراشدينؓ و على النحو التالي:

(یہ بات معلوم ہے کہ طلاق کا وقوع صریح الفاظ سے ہوگا جن کا ذکر معہود ہے۔ یا الفاظ کنایہ سے ہوگا۔ جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ جب کوئی صریح الفاظ سے طلاق دے گا تو وہ نیت کا محتاج نہیں۔اور اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تین چیزیں ایسی ہیں کہ اس میں سنجیدگی بھی سنجیدگی ہے اور مذاق بھی سنجیدگی ہے۔نکاح، طلاق اور رجعت" (ترمذی،و قال عنه حسن غريب، یہ روایت حسن غریب ہے، ابن ماجہ: کتاب الطلاق)۔ لیکن ان میں کچھ الفاظ ایسے ہیں جو کنایہ ہیں اشارۃً طلاق سے۔ان الفاظ میں اختلاف کیا خلفاء راشدینؓ نے۔ جیسے مندرجہ ذیل ہیں۔)

(۱) أنت الخروج:اذا قال الرجل لزوجته أنت الخروج او انک الخروج فقال فيهما عمرؓ هي واحدة ، و قال فيها على ابن ابى طالبؓ هي ثلاث طلقات.(زادالمعاد فى هدى خير العباد لابن قيم:۴/۹۹)

(جب کوئی اپنی بیوی سے کہے کہ تو خارج ہے تو حضرت عمرؓ کے نزدیک یہ ایک طلاق ہے اور علی ابن ابی طالبؓ کے نزدیک یہ تین طلاق ہیں۔)

(۲) طلاق الحرج: اذ قال الرجل لزوجته انت الحرج او انت طالق طلاق الحرج: فقال فيها عمرؓ هي واحدة، و قال فيها على بن ابى طالبؓ انها ثلاث طلقات (جب کوئی اپنی بیوی سے کہے کہ تو حرج ہے یعنی مشکل یا دشوار ہے یا تجھے طلاق الحرج ہے تو اس میں حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ایک طلاق ہے اور علیؓ کے نزدیک یہ تین طلاق ہیں۔)

(۳) الخلية:اذا قال الرجل الامرأته: انت خلية. فقال فيها عمرؓ هي واحدة وهو احق بها و قال فيها عليؓ هي ثلاث.

(خلیہ کا لفظ استعمال کرنے پر عمرؓ کے نزدیک ایک اور علیؓ کے نزدیک تین طلاق ہیں۔)

(۴) البرية، البتة، البائنة: اذا قال اجرل لزوجته: انت البرية، او انت البتة، او انت البائنة قال فيها هي واحدة رجعية، و قال فيها على بن ابى طالبؓ هى ثلاث تطليقات. (البریہ، البتہ، البائنہ کے الفاظ پر بھی ایک اور تین طلاق پڑنے کا اختلاف ہے۔)

(۵) انت على حرام: اذا قال الرجل لزوجته انت على حرام. فقال ابو كر الصديقؓ: هو يمين يكفرها، وبه قال ابو حنيفة اذا لم ينوِ به طلاقاً ولا ظهاراً و يكون مولياً فى امراته. و قال به عائشةؓ و الاوزاعي وابن عباسؓ و نقل عن عمر بن الخطابؓ القول به ايضاً. و قال فيها عمر بن الخطابؓ هى طلقة واحدة رجعية و قال بهٰذا الرأى الزهرى وعبد العزيز بن ابى مسلمة و الماجشون، وقد نقل ابن القيم عن ابن مسعودؓ انه قال هي واحدة. و قال فيها عثمانؓ انه ظهار، و قال به احمد بن حنبل. اما على بن ابى طالب و زيد بن ثابت رضى الله عنهما فقد قالا فى قول الرجل لزوجته انت على حرام (انه ثلاث تطليقات) ، وبه قال مالك.

(جس نے اپنی بیوی کو کہا تو مجھ پر حرام ہے۔ابوبکر صدیقؓ نے کہا کہ یہ قسم ہے اس کا کفارہ دے گا۔اور یہی بات امام ابوحنیفہؒ کی ہے اگر اس سے طلاق اور ظہار کی نیت نہ کی جائے اور وہ اپنی بیوی سے قسم کھانے والا ہو۔حضرت عائشہؓ، اوزاعیؒ، ابن عباسؓ کا بھی یہی قول ہے اور عمر بن خطابؓ سے بھی یہ قول نقل کیا گیا ہے۔اور حضرت عمرؓ سے یہ بھی منقول ہے کہ یہ ایک طلاق رجعی ہے۔اور یہی رائے الزہری اور عبدالعزیز بن ابی سلمٰی اور الماجشون کی ہے۔ اور ابن قیم نے ابن مسعودؓ سے نقل کیا ہے کہ یہ ایک طلاق ہے۔اور حضرت عثمانؓ نے اس کو ظہار قرار دیا اور امام احمد بن حنبلؒ کی یہی رائے ہے۔اور علی ابن ابی طالبؓ اور زید بن ثابتؓ دونوں نے کہا کہ اگر کوئی اپنی بیوی کو کہے کہ تو مجھ پر حرام ہے تو یہ تین طلاقیں ہیں۔اور یہی امام مالک کی رائے ہے۔)

ومن كل ما تقدم نرى ان الخلفاء الراشدينؓ قد اجتهدوا فى حكم الالفاظ التى يطلقها الناس تجاه الزوجة و كل واحد منهم كانت له نظرة خاصة وفهماً هو يراه و اسلوباً خاصا فى النظر الى المسألة المعروضةلان المسألة لم يكن فيها نص يلجؤون اليه، فنرى ابا بكرؓ يتوقف عن القول فى ذلک ظالماً نه لم يتلفظ بصريح الطلاق و ان عمر بن الخطابؓ كان يرى طلقة واحدة رجعية واحدة، وهى زجر المقابل من جانب واعطائه فرصة للعودة الى زوجته من جانب آخر، و ان عثمانؓ كان يرى انه عندما قال انت على حرام، فشابهه بالظهار و قاسه عليه، ونجد علياً قد قال فى كل ذلک انها ثلاث وتبين منه المرأة، و ذلک عندما رأى أن تلك الالفاظ ما قالوها الناس الا وأرادوا بها شيئاًو حيث ما ارادوا فأنهم يلزمون به فجعله ثلاثاً للزجر و الردع، لذلک فقد كان اجتهاداً موفقاً و كما قال ابن القيم: (وهذا

من الاجتهاد و الرأى).

(ہم نے جو کچھ بھی ان مسائل میں پہلے ذکر کیا ہم نے دیکھا کہ خلفاء راشدین نے اجتہاد کیا ان الفاظ میں جو لوگ اپنی بیوی کی طرف پھینکتے ہیں، اور خلفاء راشدین میں سے ہر ایک کا، ان الفاظ کے بارے میں ایک خصوصی نظر اور فہم ہے۔ وہ دیکھتا ہے معروضی مسئلے میں اپنی نظر سے، اپنے خاص اسلوب کے ساتھ، اسلئے کہ مسئلہ میں کوئی نص (قرآن وسنت کے الفاظ) نہیں ہے۔ جس کی طرف یہ لوگ لوٹیں اور سہارا لیں۔ پس ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ اس لفظ پر (کہ تو مجھ پر حرام ہے) توقف کرتے ہیں اسلئے کہ اس میں طلاق کا صریح ذکر نہیں ہے۔ اور حضرت عمرؓ اس میں ایک رجعی طلاق دیکھتے ہیں۔ وہ ایک طرف یہ لفظ بولنے والے کیلئے زجر (ڈانٹ) ہے اور دوسری طرف طلاق دینے والے کیلئے واپس لوٹنے کا راستہ بھی کھلا ہے اور حضرت عثمانؓ اس میں یہ دیکھتے ہیں کہ جب کوئی اپنی بیوی سے کہے کہ تو مجھ پر حرام ہے تو یہ ظہار کے مشابہ ہے اور اسی پر اس نے قیاس کیا ہے اور ہم علیؓ کو یہ رائے دیتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ یہ تین طلاق ہے اور اس کی وجہ سے اس کی بیوی جدا ہوگئی۔ اور جب دیکھتے ہیں ان الفاظ کے بارے میں جو لوگوں نے کہے ہیں اور اس کے ذریعے سے کوئی چیز لائے ہیں اور جیسے ان کا ارادہ ہوتا ہے اسی طرح سے ان پر بات کو لازم کر دیتے ہیں۔ پس کوئی اس کو زجر کیلئے تین طلاق پر لازم کر دیتا ہے۔ یہ ان کا اجتہادی مؤقف ہوتا ہے اور علامہ ابن قیم نے کہا کہ یہ اجتہاد اور رائے ہے۔

(اجتهاد الخلفاء الراشدين الاربعة، تاليف : محمود داؤد العبيرى، صفحه ۱۴۳ تا ۱۴۶)

المسألة الرابعة: قل الرجل لزوجته: أنت على حرام اذ قال الرجل لزوجته انت على حرام، فللعلماء فى ذلك عدة آراء لكن سنقتصر على ذكر آراء الخلفاء الاربعةؓ ومن تابعهم من الفقهاء وهى: (جب کوئی شخص اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ تو مجھ پر حرام ہے تو اس میں علماء کے کئی آراء ہیں لیکن ہم صرف خلفاء راشدینؓ اور ان کی اتباع کرنے والے فقہاء کی آراء کا ذکر کریں گے۔)

پہلی رائے: یہ ہے کہ یہ یمین ہے۔ اور اس پر کفارہ واجب ہوتا ہے۔ یہ امام اوزاعی، ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کی رائے ہے۔ بشرطیکہ اس سے طلاق کا ارادہ نہ کیا ہو طلاق یا ظہار کا ارادہ نہ کیا ہو اور اپنی بیوی سے قسم کھائی ہو۔ (مجمع الانھر: ۲/۳۹۶، الجامع لاحکام القرآن للقرطبی۔ ۱۸/۱۱۹)۔

ان کا استدلال مندرجہ ذیل باتوں پر ہے:

(۱) **بقوله تعالىٰ يا ايها النبى لما تحرم ما احل الله لک......الأية......بقوله تعالىٰ : قد فرض الله لكم تحلت ايمانكم ......الأية ......و قال ابن عباس لقوله تعالىٰ لقد كان لكم فى رسول الله اسوة حسنة...... الأية...... ولانه تحريم للحلال فأشبه تحريم الامة ...... هامش حلية العلماء للشاشى (۷/۴۶)** ان آیات اور بخاری میں ابن عباسؓ کے قول کے مطابق اسوۂ حسنہ سے استدلال کیا گیا ہے۔

(۲) **بما ورد عن ابى بكرؓ و عمرؓ و ابن مسعودؓ انهم قضوا بذالک (بداية المجتهد (۲/۶۸)، المغنى (۸/۳۰۳)، اعلام الموقعين (۱/ ۲۱۶)** (دوسرا یہ کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ اور ابن مسعودؓ کے فیصلے سے استدلال کیا گیا ہے۔)

دوسری رائے: یہ ایک طلاق رجعی ہے۔ یہ زہری اور حماد بن ابی سلمان کی رائے ہے۔ المحلی (۱۰/ ۱۲۵)، المبسوط للسرخسی (۹/۸۸)، حلیۃ العلماء للشاشی (۷/۴۷)، احکام القرآن لابن العربی (۴/۱۸۴۷)، المغنی (۸/۳۰۴)، احکام القرآن للقرطبی (۱۸/۱۱۹، ۱۲۰)

اور انہوں نے اس بارے میں جو حضرت عمر بن خطابؓ سے وارد ہوا ہے استدلال کیا ہے۔ المغنی (۸/ ۳۰۴)، احکام القرآن للقرطبی (۱۸/۱۱۹، ۱۲۰) پہلی اور دوسری رائے میں تضاد ہونے کے باوجود دونوں میں حضرت عمرؓ سے استدلال کیا گیا ہے۔ عتیق گیلانی)

تیسری رائے: یہ ظہار ہے۔ یہ سعید بن جبیر، محمود بن مہران، البتی کی رائے ہے۔ المحلی (۱۰/۱۲۵)، حلیۃ العلماء (۴/۴۷)، احکام القرآن لابن عربی (۴/ ۱۸۴۷)، المغنی (۸/۳۰۳) اور یہ رائے کہ ظہار ہے امام احمد بن حنبلؒ کی بھی ہے۔ المحلی (۵/۲۹۲)۔

ان لوگوں نے حضرت ابن عباسؓ کی رائے سے استدلال کیا ہے۔ جب حرام کے بارے میں فرمایا: کہ یہ غلام آزاد کرنا ہے اور اگر یہ نہ ہو تو دو مہینے مسلسل روزے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا اور چونکہ یہ دونوں کی تحریم میں واضح ہے پس یہ ظہار ہے۔ المغنی (۸/۳۰۳)، ھامش حلیۃ الاولیاء (۸/۴۷) اور یہ کہ حضرت عثمانؓ نے بھی ان کی اس بات میں موافقت کی ہے۔ حلیۃ الاولیاء (۴/۴۷) المغنی (۸/۳۰۳)

(حضرت ابن عباسؓ کو پہلی رائے میں بھی گھسیٹا گیا تھا کہ یہ یمین ہے۔ اور ظہار میں بھی انہی کی بات کو بھی دلیل بنایا جارہا ہے۔ عتیق گیلانی)

چوتھی رائے: یہ تین طلاقیں ہیں یہ حسن بصریؒ، ابن ابی لیلیٰ کی رائے ہے۔ بدایۃ المجتہد (۲/۶۷) المغنی (۸/۳۰۴/۳۰۱) اور یہی رائے امام مالک کی ہے۔ المنتقی للباجی (۴/۹)، الجامع لاحکام القرآن للقرطبی (۱۸/۱۲۰) اور یہی زیدیہ کی رائے ہے۔

شوکانی نے کہا: حاصل یہ ہے کہ طلاق واقع ہوتی ہے ہر لفظ کے ساتھ جو دلالت کرے علیحدہ علیحدہ مستقل طور پر جس سے الگ طلاق کا ارادہ کیا جائے۔ پس الفاظ کے تعداد میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ دیکھو: السیل الجرار (۲/۳۴۵)

مندرجہ بالا تین طلاق کی رائے پر استدلال کیا ہے مندرجہ ذیل امور سے۔

(۱) علیؓ، زید بن ثابتؓ اور ابو ہریرہؓ نے اس پر فیصلہ دیا تھا۔ (۲) امام مالکؒ نے استدلال کیا ہے حضرت علیؓ کے فعل سے............

پانچویں رائے: یہ ہے کہ اس سے قسم کا کفارہ واجب ہوتا ہے اور یہ قسم نہیں ہے۔ یہ امام شافعیؒ کا مذہب ہے۔ انہوں نے استدلال کیا ہے کہ سعید بن جبیرؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے سنا............

اس طرح مختلف شہروں کے فقہاء اور مختلف مذاہب اسلامیہ کے فقہاء میں اس معاملے میں اختلاف کیا ہے۔ صحابہ کرامؓ کے اختلافات کی اتباع کرتے ہوئے..

اجتهاد الخلفاء الراشدين الاربعة، تاليف : محمود داؤد العبيرى، صفحه ۲۶۵ تا ۲۶۸

مكتبه دار الزمان لنشر و التوزيع: المدينة المنورة سعودية عربية

تبصرہ : عتیق گیلانی: قرآن میں اللہ تعالیٰ نے طلاق اور اس سے رجوع کو جن واضح الفاظ میں عدت کیساتھ بار بار منسلک کیا ہے، اگر عدت وطلاق کے حوالہ سے قرآن وسنت سے رہنمائی لی جائے تو متضاد اقوال کی کوئی گنجائش بھی نہیں بنتی لیکن الجھاؤ ہمارا شعار ہے جو قرآن نے بغیاً بینھم (فحش اختلاف) قرار دیا ہے۔

پاکستان عالم اسلام میں اسلام کی نشاہ ثانیہ کا مرکز بن سکتا ہے

پاکستان میں جتنی مذہبی، سیاسی اور میڈیا کی آزادی ہے، کسی دوسرے اسلامی ملک میں اس کا تصور نہیں، یہاں بریلوی اور دیوبندی مسلکوں کی اکثریت ہے، دونوں کے مراکز بھارت میں ہیں، دونوں کا تعلق حنفی مسلک سے ہے، امام ابوحنیفہؒ نے اپنے وقت میں یہ کارنامہ سرانجام دیا کہ قرآن کو احادیث پر فوقیت دی، احادیث میں تطبیق کی کوشش اور الفاظ کے ساتھ ساتھ معانی ومفہوم کو بھی اہمیت دی۔ مدینہ منورہ میں ایک کتب خانہ والے نے مجھ سے پوچھا کہ: آپ شیعہ ہیں؟' میں نے کہا: ہاں شیعہ ہوں' ان سے پوچھا: آپ کون ہیں؟' کہنے لگے: الحمدللہ ہم سنی ہیں، میں نے کہا: الحمدللہ میں شیعہ ہوں تو اس سے کیا ہوتا ہے، شیعہ سنی میں فرق کیا ہے؟، کہنے لگے بہت فرق ہے، میں نے عرض کیا کہ بطور مثال کوئی بات بتائیں، کہنے لگے کہ 'شیعہ قرآن کی تحریف کے قائل ہیں' میں نے کہا: کیا آپ نہیں ہیں؟، کہنے لگے ہرگز نہیں، میں نے ابن ماجہ میں سے رضاعت کبیر کی حدیث نکال کر دکھائی، جس میں بکری کے کھا جانے سے بڑے آدمی کا عورت کے دودھ پینے سے رضاعت کی قرآنی آیات کے ضائع ہونے کا ذکر ہے۔ تو اس حدیث کو دیکھ کر دنگ رہ گئے، میں نے کہا: اس سے قرآن کی تحریف ثابت نہیں ہوتی ہے؟، انہوں نے کہا کہ کیوں نہیں!' میں نے کہا: میں صرف مسلمان ہوں، سنی ہوں نہ شیعہ' تو وہ بھی کہنے لگے کہ: ہم بھی صرف مسلمان ہیں، شیعہ ہیں نہ سنی!۔

مدینہ یونیورسٹی میں تعلیم کی تکمیل کے آخری مرحلہ زیر تعلیم پاکستانی بلوچ طلبہ سے بات چیت ہوئی تو انہوں نے تخصص کے ایک بلوچ استاذ سے بھی ملاقات کرادی، جب میں اصول فقہ، احادیث اور مسالک کے حوالہ سے مدینہ یونیورسٹی میں تخصص کے استاذ نے میری باتیں سنیں تو درست قرار دینے کے باوجود یونیورسٹی کے اصحاب حل وعقد کی جانب سے ان پر کھل کر بات کرنے سے خوف محسوس ہونے لگا۔ پاکستان میں غلام احمد پرویز نے احادیث کو قرآن کے خلاف ایک منظم سازش قرار دینے میں بنیادی کردار ادا کیا، پرویز کی کتابوں نے یہ سوال کھڑا نہیں کیا کہ اللہ کے علاوہ رسول ﷺ کی اطاعت ضروری نہیں کیونکہ یہ تو بار بار قرآن میں واضح کیا گیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ضروری ہے بلکہ پرویز نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ ''جو کچھ احادیث کے ذخیرہ میں موجود ہے یہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت نہیں ہوسکتی اور قرآن کیخلاف یہ ایک منظم سازش کا حصہ ہے''۔ پرویز کی اصل باتوں کا جواب دینے سے قاصر علماء نے ''فتنۂ انکار حدیث'' پر کتابیں لکھیں لیکن پرویز سے متأثر ہونے والے افراد کا راستہ اسلئے نہ روک سکے کہ اصل بات کا جواب ہی نہ دیا۔ پرویز اور ان جیسے دیگر بہت سے افراد میدان میں نکلے، بہت سے ذہنوں کو خراب کر گئے اور یہ سلسلہ جاری ہے۔

ڈاکٹر شبیر احمد نے امریکہ لوڈر ہل، فلوریڈا 33319 PUBLICATIONS GALAXY STREET 6440 NW,53 کتاب ''اسلام کے مجرم'' سے لکھی، رابطہ PH:(954)746.2115 (WWW.galalxdastak.com)، کتاب کا ''پیش لفظ'' یہ ہے۔ 11 اپریل 1999ء بمطابق 24 ذی الحجہ 1419ھ۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ہمیں اپنے دینی سرمائے کی حفاظت کیلئے عقاب کی طرح ہوشیار رہنا ہوگا۔ حیرت کی بات یہ نہیں کہ اسلام دشمن عناصر نے ہماری کتابوں کو ہدف بنا رکھا ہے۔ حیرت جب ہوتی کہ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا ہوتا۔ ہماری اپنی پناہ گاہ کیا ہے؟ القرآن۔ اپنی اس کتاب کو رسالت مآب ﷺ کے اس قول کریم سے شروع کیجئے۔ **اذا روی عنی حدیث فاعرضوہ علی کتاب اللہ فان وافق فاقبلوہ ولا تذروہ شیخ عبدالعزیز بن باز مفتی اعظم مملکۃ العربیۃ السعودیۃ** (عکس بھی دیا ہے)

اس کتاب کے مصنف ڈاکٹر شبیر احمد کو علامہ اقبال کے فرزند جاوید اقبال نے علامہ اقبال کے فکر کا اصل وارث و ترجمان قرار دیا ہے اور روزنامہ نوائے وقت لاہور کے چیف ایڈیٹر مجید نظامی اور دیگر افراد کے علاوہ البانیہ کے مفتی اعظم وغیرہ نے بھی اسلام کی بہترین خدمت کے حوالہ سے سراہا ہے۔ کتاب میں تصوف، احادیث، سیرت اور معتبر شخصیات کی کتابوں سے نمونہ کے طور پر بہت سے حوالہ جات پیش کئے گئے ہیں، کچھ عرصہ سے یہ مذہبی طبقات کا بہترین شغل رہا ہے کہ ایک دوسرے کی کتابوں سے عبارات منتخب کر کے مذہب کی خدمت انجام دیتے ہیں، کچھ باتوں کا دفاع کرنا ممکن ہوتا ہے اور کچھ باتوں میں اصلاح کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً امام احمد بن حنبلؒ، امام شافعیؒ اور امام مالکؒ نے یہ مؤقف اپنایا تھا کہ ایک حدیث

میں عورت کی اپنی ذات پر بدکاری کی گواہی کے بعد سنگسار کرنے کی حدنافذ کی گئی، لہٰذا جب کوئی عورت ایک مرتبہ بھی گواہی دے گی تو اس پر حد جاری کی جائے گی، جبکہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس واقعہ کی تمام تفصیلات موجود ہیں اسلئے مردوں کی طرح خواتین کیلئے بھی چار مرتبہ اقرار ضروری ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کسی پر جھوٹا بہتان باندھے والوں کی گواہی قرآن کے مطابق کبھی قبول نہ کی جائے گی جبکہ باقی تینوں اماموں کے نزدیک حضرت عمرؓ نے مغیرہ ابن شعبہؓ کے خلاف بدکاری کی گواہی دینے والوں کو پیشکش کی تھی کہ تم یہ کہہ دو، کہ ہم نے جھوٹی گواہی دی تھی تو آئندہ تمہاری گواہی قبول کی جائے گی، اسلئے جھوٹی گواہی دینے والے توبہ کریں تو آئندہ ان کی گواہی ان تینوں اماموں کے نزدیک قابلِ قبول ہوگی۔

دیوبندی مکتبۂ فکر میں شیخ القرآن مولانا طاہر پنج پیریؒ اور جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی کے علماء ومفتیان میں بھی شدت اور اعتدال کے راستے کا اختلاف تھا، یہاں تک کہ مولانا طاہر پنج پیریؒ سے متأثر ہونے والے طلبہ کو مدرسہ سے نکال دیا جاتا تھا، ڈاکٹر مسعودالدین عثمانی جامعہ بنوری ٹاؤن کے فارغ التحصیل تھے اور پنج پیری مسلک والے ڈاکٹر مسعودالدین عثمانی کی کتاب ''توحید خالص'' وغیرہ کو اعتدال سے ہٹ کر شدت پسندی والا تصور کرتے تھے۔ میرا تعلق ایک طرف حاجی محمد عثمانؒ سے تصوف کے حوالہ سے تھا تو دوسری طرف جامعہ بنوری ٹاؤن سے تھا، شریعت وتصوف سے عملی تعلق نے مجھے اعتدال پر قائم رکھنے میں بھرپور کردار ادا کیا ہے، تاہم اس بات کا قائل ہوں کہ مذہب کے حوالہ سے اعتدال کیساتھ ساتھ دلائل وبراہین ہی کو اس انداز میں پیش کیا جائے جو دوسروں کو لاجواب کرنے یا حقیر ثابت کرنے کیلئے نہ ہو بلکہ کان، آنکھیں اور ان کے دل کھولنے کیلئے ہو۔

غلام احمد پرویز نے صحیح بخاری کا ذکر کیا کہ ''نبی ﷺ نے فرمایا: اگر بنی اسرائیل نافرمانی نہ کرتے تو گوشت خراب نہ ہوتا اور اگر حواؑ نہ ہوتی تو کوئی عورت اپنے شوہر سے خیانت نہ کرتی''۔ سائنسی ترقی کے دور میں پرویز صاحب کو سمجھ لینا چاہیے تھا کہ اگر نافرمانیوں کے سبب دنیا میں باربارتباہ نہ ہوتی تو موجودہ ترقی دنیا میں بہت پہلے آچکی ہوتی، اب ترقی کے باعث گوشت کے خراب ہونے کا تصور یکسر تبدیل ہو چکا ہے۔ حدیث کا سمجھنا کوئی مشکل نہیں، حضرت مریمؑ سے جب حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے اور لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ تمہارے والد بھی برے آدمی نہ تھے اور ماں بھی بدکار نہ تھی تو آپؑ نے کہا کہ کاش میں پیدا نہ ہوتی اور نسیا منسیا دنیا سے بے نام ونشان مٹ چکی ہوتی۔ عورت کی بدکاری کے ارتکاب پر یہ کہنا کوئی غیر فطری بات نہیں کہ اگر حوا نہ ہوتی تو کوئی عورت اپنے شوہر سے خیانت نہ کرتی۔ پرویزی ذہنیت نے یہ باور کرایا کہ حدیث عقل اور دین کیخلاف ہے، جبکہ ایک کم عقل بھی سمجھ سکتا ہے کہ گوشت خراب نہ ہونے کی بات ٹھیک ہے۔ پرویزی ذہنیت کیمطابق حضرت حوا زوجہ حضرت آدمؑ پر حدیث میں خیانت کی تہمت لگائی گئی، حالانکہ پرویز نے خود قرآنی آیات میں شجرہ کے قریب جانے سے منع کرنے کو شجرۃ النسب قرار دیا ہے، جس کو شجرۃ الخلد کہا گیا ہے، جس کی وجہ سے بے لباس ہونا پڑا، تو پھر صحیح بخاری کی روایت پر کم ازکم پرویزی ذہنیت رکھنے والوں کو تو اعتراض نہ ہونا چاہیے۔ حضرت آدمؑ کے بڑے بیٹے قابیل کا کردار بھی پلید تھا۔ سورۂ تحریم میں حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بیگمات کا اپنے شوہروں سے خیانت کا ذکر ہے تو ضروری نہیں کہ خیانت سے بدکاری ہی مراد لی جائے۔ اسلئے پرویزی ذہنیت رکھنے والوں کو احادیث کے خلاف محاذ کھڑا کرنے سے پرہیز کرنا ہوگا نہیں تو قرآن کا بھی انکار کرنا پڑے گا۔

ڈاکٹر شبیر احمد نے ''اسلام کے مجرم'' میں پہلی تین حدیثیں یہ نقل کی ہیں۔ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے تنہا (بے نکاح) ہونے کی شکایت کی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کبوتری کو ساتھی (زوجہ) بنالو۔ امام المحدث ابن قیم الجبار الحسنیف، ص106 زادالمعاد)۔ اس حدیث کا مطلب کبوتری سے ازدواجی تعلقات کا نہیں ورنہ تو پرندے کی بجائے جانور کا کہا جاتا۔ میرے ایک جاننے والے سید شہزاد کا کہنا ہے کہ کسی کیساتھ شادی کرکے اس کی زندگی کیوں خراب کروں؟۔ وہ پرندے پالنے میں خود کو مشغول رکھتے ہیں، اگر کوئی تنہائی کا شکار ہو تو کبوتر، پرندے سے ازالہ کرسکتا ہے مشہور صحابی حضرت ابوہریرہؓ کو بلی کا باپ اسلئے کہا جاتا تھا کہ وہ اپنی تنہائی کا اس کو رفیق سمجھتے تھے۔ ڈاکٹر شبیر احمد کو اپنی ذہنیت کی اصلاح کرنی چاہیے اور عارف نظامی صاحب کو درست مشورہ دینا چاہیے۔ دوسری روایت یہ لکھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ایک کبوتری کا پیچھا کررہا ہے آپ ﷺ نے فرمایا ''دیکھو شیطان شیطانہ کا پیچھا کررہا ہے۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ، احمد بن حنبل، بخاری ادب المفرد)۔ کبوتربازی، بٹیر بازی وغیرہ کا شغل وذوق اپنے حدود سے بڑھ جائے تو اس پر شیطانی افعال کا اطلاق ہوتا ہے۔ حدیث میں اس خاص شغف کی حوصلہ شکنی ہے۔ ڈاکٹر شبیر احمد نے

تیسری روایت یہ لکھی ہے ”فرمایا حضورﷺ نے امت کا بہترین آدمی وہ ہے جس کی بیویاں زیادہ ہوں (امام بخاری کتاب النکاح)۔ نبی اکرمﷺ نے مختلف حوالہ جات سے فضیلتوں کا ذکر فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں طلاق شدہ، بیواؤں، نیک غلاموں اور لونڈیوں کا نکاح کرانے کی حکم فرمایا ہے، چرندوں اور پرندوں سے ان کا نکاح تو نہیں کرایا جاسکتا ہے، جن افراد میں زیادہ نکاح کرنے کی صلاحیت ہوانہی کے ذریعہ سے قرآن کے اس حکم کو عملی جامہ پہنایا جاسکتا ہے، ایسے میں ان کو صاحبِ فضیلت قرار دینے میں تعجب اور حدیث کو من گھڑت قرار دینے کی کیا ضرورت ہے؟۔

رسول اللہﷺ کا معراج کی رات حرم سے بیت المقدس مسجد اقصیٰ تک لیجانے کا ذکر قرآن میں ہے اور ہجرت کے وقت غار میں اپنے ساتھی حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ ہمسفر ہونے کا بھی ذکر ہے، اگر کوئی رات کے وقت مکہ سے بیت المقدس جانے کو عقل کے خلاف قرار دیتا تھا تو موجودہ دور میں یہ خلاف عقل نہیں رہا، ڈاکٹر شبیر نے لکھا ہے کہ ”ابراہیم بن ادھم نے ارادہ کیا کہ سر کے بل چل کر حج کو جائیں، لہٰذا ہر قدم پر دو نفل شکرانہ پڑھتے ۱۴ سال میں بلخ سے کعبہ پہنچے۔ کعبہ موجود نہیں تھا، آواز آئی کہ وہ ضعیفہ (رابعہ بصری) کی زیارت کو گیا ہے۔(انیس الارواح، خواجہ عثمان ہارونی) مولانا مسعودالدین عثمانی لکھتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر کعبہ چند میل آگے بڑھ کر کیوں نہ آیا تا کہ رسولﷺ اور صحابہؓ کو عمرہ سے محروم نہ لوٹنا پڑتا۔“ اگر اس واقعہ کا انکار کیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن اس کو شرک قرار دینا اور خلاف عقل و دین قرار دینا مناسب نہیں۔ اس سے بڑھ کر واقعات قرآن میں موجود ہیں، اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ معراج کی براق ہجرت کی شب کیوں نہ آئی، حالانکہ بیت المقدس سے مدینہ بہت قریب تھا، حضرت عیسیٰؑ مادرزاد اندھوں کو بینا اور مردوں کو زندہ کر سکتے تھے تو اس سے بیناؤں کو اندھا کرنا اور زندوں کو مارنا زیادہ آسان تھا۔ تصوف کی کتابوں میں بہت قابلِ اصلاح مواد ہے لیکن قرآن کو مانتے ہوئے بعض باتوں کو شرک قرار دینے سے قرآن میں بھی شرک کی آمیزش کا اعتراف کرنا پڑے گا، بہت سے لوگ حدیث اور بزرگوں کے واقعات کے خلاف نہیں بلکہ دراصل قرآن کریم کے خلاف صف بندی کررہے ہیں چاہے وہ اپنی دانست میں مخلص کیوں نہ ہوں۔

”میں قرطبہ میں تھا تو مجھے ایک دوشیزہ فاطمہ سے عشق ہوگیا اور جب مکہ میں مقیم تھا تو ایک اصفہانی عالم حدیث کی بیٹی انتہائی حسین دوشیزہ تھی، مجھے اس سے بھی عشق ہوگیا، میرے مکاشفات کا روحانی جذبہ اسی عشق کا مرہونِ منت ہے۔(فصوص الحکم محی الدین ابن عربی)۔ اسلام کے مجرم میں ڈاکٹر شبیر احمد نے بہت سے حوالہ جات دیئے ہیں اور ایک عام آدمی کی نظر میں ان پر بڑا تعجب بھی ہوسکتا ہے لیکن اگر ابن عربی نے عشق میں مبتلا ہونے کے باوجود غلط کام نہ کیا ہو تو روحانی مکاشفات کے جذبہ پر تعجب کی کیا بات ہے؟، حضرت آدمؑ کو اللہ تعالیٰ نے خلیفۃ الارض بنا کر فرشتوں کو سجدہ کروایا لیکن جس درخت کے قریب جانے سے روکا تھا اس حکم کی خلاف ورزی کے بعد ہی خلافت کا درجہ ومقام مل گیا۔ لکھا ”رسولﷺ کی وفات کے دن خلافت کے جھگڑے کی منظر کشی یوں ہے، سعد بن معاذؓ نے حضرت عمرؓ کی داڑھی پکڑلی۔ عمرؓ نے کہا چھوڑ و اگر اس کا بال بھی بیکا ہوا تو تمہارے منہ میں ایک دانت بھی نہیں رہے گا۔(اُمّ التواریخ امام ابن جریر طبری)۔ صاحبو! بات ان ہستیوں کی ہورہی ہے جو عشرہ مبشرہ ہیں اور جنہیں قرآن کریم نے پکے مؤمن فرمایا ہے اور وہ لوگ، اللہ جن سے راضی ہوئے۔ قرآن یہ فرماتا ہے کہ ان کے دلوں میں باہم محبت ڈالی گئی ہے۔(اسلام کے مجرم)۔

ڈاکٹر شبیر احمد کو یہ پتہ نہیں کہ قرآن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے نبی بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو سر کے بالوں اور داڑھی سے پکڑا تھا؟، صحابہ کرامؓ کے بارے میں اغیار نے سازش کی ہے تو کیا قرآن میں نعوذ باللہ اس سے بڑھ کر سازش ہوئی ہے؟۔ قرآن میں اللہ نے یہ بھی واضح فرمایا ہے کہ اگر مؤمنوں کے دو گروہ لڑیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ۔ اگر لڑائی کی بنیاد پر عشرہ مبشرہ کے صحابہ کرامؓ کو ایمان سے خارج کریں گے تو ڈاکٹر شبیر احمد اور صحابہ کرامؓ کے دشمنوں میں کیا فرق ہوگا اور قرآن کی آیات کی غلط تعبیر سے دوسری آیات کے انکار کا ذمہ دار کون ہوگا؟۔ تصوف کے حوالہ سے بہت سی باتیں قابلِ اصلاح ضرور ہیں جیسے فقہ کے حوالہ سے ہیں لیکن قرآن میں حضرت خضر علیہ السلام کا معصوم بچے کو قتل کرنے کا واقعہ قرآن میں ہے اور اس کی تاویل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بس اور برداشت سے بھی باہر تھی، جس چیز کے الف ب کا علم نہ ہو، وہاں ایسی جہالت کا مظاہرہ کرنا بھی درست نہیں کہ تصوف کا رونا روتے ہوئے اس کو سازش قرار دینے سے دریغ نہ کیا جائے لیکن قرآن پر بھی اس کا اثر پڑے۔ آئین سٹائن نے نظریہ اضافیت کا ثبوت دیکر معراج کے واقعہ کو عقل کے مطابق سمجھنے کیلئے موقع فراہم کردیا ہے ورنہ تو اسکو بھی تصوف کیطرح خواب سے تعبیر کیا جاتا تھا۔

ریاستِ پاکستان کو استحکام اور سیاسی جماعتوں کو اصلاح کی سخت ضرورت ہے

نبی کریم ﷺ نے دین اور نظام میں جو جمہوری طرزِ عمل اپنایا، اس کی عظیم شہادت قرآن اور اسوۂ حسنہ میں موجود ہے۔ بھارت سے جو مسلمان قائدین الگ نہیں ہونا چاہ رہے تھے ان کو اسلام کی صداقت اور جمہوری طریقہ سے غلبہ پر یقین تھا، کانگریس کے منشور میں یہ بات شامل تھی کہ انگریز کی دی ہوئی جاگیریں بحق سرکار ضبط کی جائیں گی، بدقسمتی سے مولانا مودودیؒ جیسے لوگوں نے پاکستان کی مخالفت کے باوجود 1948ء میں ملکیت کے اسلامی تصور پر کتاب لکھ کر ناجائز جاگیروں کو سندِ جواز عطا کیا، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اسلامی جمعیت طلبہ کی طاقت کے ناجائز استعمال سے اسلام کو بدنام کیا، عالمی استعمار اور آمریت کا آلہ کار بن کر اخلاقیات، کردار اور انصاف کی بجائے تشدد وانتقام کو رواج دیا اور آخر بندگلی میں پھنس کر جماعتِ اسلامی کے سابقہ امیر سید منور حسن نے سلیم صافی کے سوال کے جواب میں کہا کہ ''جب امریکی فوج کو شہید ہونے کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا، تو ان کی حمایت میں مرنے والے پاک فوج کے اہلکار بھی شہید نہیں''۔ مولانا مودودیؒ نے پہلے فتویٰ دیا تھا کہ ''جب تک پاکستان کی ریاست جہاد کا اعلان نہ کرے، کشمیر کا جہاد اسلامی نہیں''۔ پھر اپنے فتویٰ کو تاویل کا پھندہ لگادیا اور ان کی جماعت کا اوڑھنا بچھونا جہادِ کشمیر اور افغانستان بن گیا جس میں ریاست کی طرف سے باقاعدہ جہاد کا اعلان نہ ہونے کے باوجود قوم کے جوانوں کو کرایہ کے جہاد پر مائل کیا گیا، پھر امریکہ اور افغانستان کی جنگ کا مسئلہ آیا تو پاکستانی ریاست نے امریکہ کا ساتھ دینے کا اعلان کیا۔

اشرف طائی کے نائب عابد کا تعلق جماعتِ اسلامی سے تھا، جس نے رنچھوڑ لائن کے بدمعاش راجہ جاوید (بیٹا راجہ عدالت، ڈی آئی جی پولیس) کو کراچی یونیورسٹی میں اسٹیگن کی بے تحاشا فائرنگ کیلئے استعمال کیا جسکو پھانسی کی سزا ہوئی، وہ کہتا تھا کہ جماعت اسلامی استعمال کرکے چھوڑ دیتی ہے، جب راجہ عدالت کو کہیں پولیس پکڑتی تو اسکی ماں پولیس کو پنجابی میں گالی دیتی اور چھڑا دیتی، میرے دوست اشرف میمن عمران خان کیساتھ کراچی یونیورسٹی گئے تو اسلامی جمعیت طلبہ نے گاڑی کا شیشہ توڑ کر بھگایا تھا، ایم کیوایم نے اس کلچر میں جنم لیا تھا اردو بولنے والے اور سندھیوں کے درمیان پہلے فسادات اور تعصبات کی قیادت کراچی میں جماعت اسلامی کرتی تھی لیکن پروفیسر غفور جیسے لوگ تو اسلامی جمہوری اتحاد کے بارے میں بھی کہتے تھے کہ ایجنسیوں نے بنائی تھی لیکن مجھے اس کا پتہ نہیں تھا۔

پاکستان خانوں، نوابوں، وڈیروں اور چوہدریوں کی آماجگاہ بنا، کانگریس کے سیاسی خانوادے جرمنی کی خفیہ امداد سے آزادی کے نام پر مراعات یافتہ تھے، ایک منظم ادارہ ہونے کے ناطے فوج کا اقتدار پر قبضہ رہا۔ بڑی مونچھ کو تاؤ دینا رعب مگر اب داڑھی دہشت کی علامت ہے۔ جماعت اسلامی، ایم کیوایم اور تحریکِ طالبان پاکستان نے بتدریج کالج و یونیورسٹی، کراچی شہر اور پاکستان میں نئے کلچر متعارف کروادیئے۔ دھرنے والوں کا بس چلتا تو اپنے ریکارڈ بنالیتے۔ کراچی میں مظہر عباس اور ماریہ میمن کو تحریک انصاف کے بدتمیز کارکنوں سے ہم نے بھی بچانے کی کوشش کی تھی۔

گوادر کاشغر شاہراہ میں کوئٹہ کو محروم کرکے تختِ لاہور کو نوازا جائے تو کوئی بات نہیں، پہلے پاکستان میں پنجاب کی آبادی کے غریب لوگوں کی غربت دور کی جائے تو مجھے دل سے بہت خوشی ہوگی، اسلئے کہ پنجابی ایک محنت کش، ملنسار، وفادار، غیرتمند، انسان دوست، اصول پسند قوم ہے، ان کی تقدیر بدلنے سے پاکستان کی بھی تقدیر بدل سکتی ہے، کوئٹہ جیسے چھوٹے شہر میں دہشت گردی کے واقعات پر وہاں کے باشندے قابو نہیں پاسکتے تھے تو اور کیا تیر مارتے، پنجاب کے پسماندہ لوگ تربت میں مزدوری کرنے پر بھی ماردیئے جاتے ہیں تو یہ قوم اس لائق ہے کہ روزگار کیلئے دوسری جگہ جانا نہ پڑے، آئے روز غریب خواتین کی جتنی عزتوں کو لوٹ لیا جاتا ہے، دوسرے صوبے سے ایسے اعداد وشمار نظر نہیں آتے ہیں، گوادر سے کوئٹہ، پشاور کے راستہ شاہراہ پھر بھی بنائی جاسکتی ہے، چین اپنے مفاد کی خاطر پھر بھی بنالے گا، بس اتنی بات ذہن نشین رہے کہ پاکستان کا دارالخلافہ تختِ لاہور نہیں اسلام آباد ہے، کراچی اور کوئٹہ سے اسلام آباد جانے کیلئے شاہراہ اور ریلوے ٹریک کے ذریعہ لاہور کا راستہ کوئی مجبوری نہیں لیکن بنادی گئی ہے۔ جب صراطِ مستقیم کی طرح سیدھے ریلوے لائن اور شاہراہ بنادیئے جائیں گے تو نہ صرف انرجی کی بچت ہوگی بلکہ ماحولیاتی آلودگی بھی کم ہوجائے گی، وقت،

پیسہ بھی ضائع نہ ہوگا، کم محنت میں زیادہ کام اور آمدنی کا راستہ کھلے گا۔ غلام احمد بلور اگر اپنے وزارت کے دور میں پشاور کراچی کیلئے خیبر میل اور خوشحال خان کو لاہور ولاڑکانہ کی بجائے کالاباغ وملتان سے براہِ راست کردیتے تو پختون خوشحال بنتے۔

یہ بھی سوچنے اور سمجھنے کا ایک زاویہ ہے کہ گوجرانوالہ کی عوام کی تعداد بلوچستان کے صوبے سے زیادہ ہے، عوام منرل واٹر نہیں پی سکتی اسلئے انواع واقسام کی بیماریاں سیوریج سسٹم کی وجہ سے جنم لے رہی ہیں۔ اگر سرائیکی بیلٹ کے صحراؤں اور بلوچستان کی سنگلاخ زمینوں میں اکنامک کوریڈور بنے گا اور چائنہ کو شارٹ کٹ راستے سے گوادر کا شغر شاہراہ بنانے دی جائے گی تو بندوق اٹھانے والے اور دہشت گردی کرنے والوں کو باعزت روزگار بھی مل جائے گا اور پنجابی بیلٹ سے آبادی کا دباؤ بھی کم ہوجائے گا۔ نواز شریف جب اپوزشن میں تھے تو بلوچ قوم کیساتھ سوئی گیس کو زیادتی قرار دیا حالانکہ سوئی کا فاصلہ لاہور پنجاب کے مقابلہ کوئٹہ اور گوادر سے قریب ہے اور آبادی بھی کچھ نہیں۔ کراچی لاہور موٹروے کا آغاز درحقیقت گوادر سے براستہ کوئٹہ، کاشغر کے صراطِ مستقیم کے خلاف سازش ہے، ملتان کو فیصل آباد یا لاہور سے موٹروے کے ذریعے ملانے سے زیادہ اسلام آباد سے موٹروے کے ذریعے کیوں نہیں ملایا جاتا؟۔ رؤف کلاسرا یہ رونا روتے ہیں کہ فیصل آباد اور ملتان کے موٹروے پر مسلم لیگ (ن) نے کام بند کردیا ہے لیکن ان کو اس بات کی نشاندہی کرنے کی ضرورت ہے کہ ملتان کو فیصل آباد سے زیادہ اسلام آباد سے موٹروے کے ذریعے سے ملانا چاہیے۔ لاہور اسلام آباد موٹر وے اور پشاور اسلام آباد موٹروے کے بعد کوئٹہ اسلام آباد موٹروے اور کراچی اسلام آباد موٹروے کا حق بنتا تھا۔ اگر یہ تاثر پھیلے کہ اسلام آباد لاہور موٹر وے کے بعد پشاور لاہور موٹروے بنائی گئی اور اب کراچی لاہور موٹروے بنائی جائے گی پھر گوادر لاہور موٹروے کی باری ہوگی اور پھر کوئٹہ لاہور موٹر وے کی باری ہوگی تو بابر اعوان ایڈوکیٹ کی اصطلاح تختِ لاہور پر کیوں غصہ آتا ہے؟۔

کسی عورت کو لونڈی بنانے سے زیادہ ظلم کا کوئی تصور نہیں ہوسکتا۔ اسلام سے پہلے لونڈی بنانے کا رواج تھا۔ قرآن نے اس کو اہل فرعون کی روایت قرار دیا ہے۔ یہ تو نہیں ہوسکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ہزاروں انبیاء کرامؑ کو اسلئے مبعوث فرمایا کہ اہل فرعون کی طرف سے ان کی خواتین کو لونڈی بنانے سے بچائے اور خاتم الانبیاء حضرت محمد عربی ﷺ کو اسلئے مبعوث فرمائیں کہ وہ بھی عرب اور مسلمانوں کے ذریعے سے بنی اسرائیل کو اہل فرعون کی طرح لونڈی بنانے کا سلسلہ جاری رکھیں۔ فتح مکہ کے وقت رسول اللہ ﷺ نے اپنے بدترین دشمنوں کی خواتین کو لونڈی نہیں بنایا، علماء ومفتیان کی شریعت کہتی ہے کہ نبی ﷺ نے فتح مکہ کے وقت تین دن تک متعہ کی اجازت دی اور متعہ زنا ہے لیکن اگر ابوسفیان کی بیوی ھند اور دیگر لوگوں کی ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کو لونڈی بنا کر استعمال کیا جاتا تو شریعت کے مطابق یہ درست ہوتا۔ قرآن وسنت میں لونڈیوں کے بدترین سسٹم کو بتدریج ختم کرنے کا بہترین نظام وضع کیا گیا۔ آج اسلام کی بدولت دنیا میں لونڈی اور غلامی کے سسٹم کا خاتمہ ہوا ہے۔ موجودہ دور کے ریاستی نظام نے ایک دوسری شکل میں حکمران اور رعایا کی بجائے آقا اور غلام کا نظام رائج کردیا ہے۔ اس نظام کو بھی ختم کرنے کیلئے فتنہ اور فساد کا راستہ اپنانے کے بجائے ایسے انداز میں ختم کرنا ہوگا کہ حکمران خادم اور عوام مخدوم ہوں۔

اہل تشیع کے پہلے امام حضرت علیؓ نے نہج البلاغہ میں حضرت عمرؓ کی جتنی تعریف کی ہے، اس سے زیادہ حضرت عمرؓ کی تعریف کے دیوبندی، بریلوی اور اہل حدیث بھی قائل نہیں۔ حضرت عمرؓ نے قحط سالی کے دور میں چوروں کے ہاتھ کاٹنے کا حکم معطل کردیا تھا۔ یہ حضرت عمرؓ کی بصیرت ہی کا نتیجہ ہے کہ سنی شیعہ موجودہ دور میں اس بات پر تو فقہ کی کتابوں میں اختلاف کرتے ہیں کہ ہاتھ کہاں سے کاٹے جائیں لیکن عملی طور پر قحط سالی سے زیادہ غربتوں کے نتیجے میں ایک طویل عرصے سے ہاتھ کاٹنے کی سزا پر کوئی عمل درآمد نہیں ہوا۔ ڈاکٹر طاہر القادری کے دیرینہ ساتھی آغا مرتضیٰ پویا کو میں بریلوی مکتبہ فکر کا سمجھتا تھا لیکن ملاقات کے بعد معلوم ہوا کہ ان کا تعلق اہل تشیع سے ہے۔ جب یمن کا معاملہ نہیں اٹھا تھا تو پویا صاحب نے کہا کہ عنقریب سعودی حکومت کا خاتمہ ہوجائے گا۔ میں نے پوچھا کوئی خواب دیکھا ہے؟ تو کہا کہ امریکہ نے فیصلہ کیا ہے۔ اگر مسلمان حکمرانوں کی حکومتیں اغیار کے ذریعے سے بنائی اور گرائی جائیں گی تو امت مسلمہ بہت بڑے فتنہ میں مبتلا ہوگی اور مسلکوں اور ریاستوں کے نام پر قتل وغارت کا ایسا بازار گرم ہوگا جس میں کسی کیلئے بھی کوئی خیر نہیں ہوگی۔

پہلے سعودیہ کوامریکہ کا ٹاؤٹ کہا جاتا تھا، پھر ایران اور کویت کے مقابلے میں صدام حسین کے کردار کو تنقید کا نشانہ بنایا جارہا تھا، پھر افغانستان، عراق اور لیبیا کی حکومتیں گرانے کے بعد ایران کی امریکہ سے قربتیں بڑھ گئیں اور اب امریکہ غیر جانبدار بھی رہے تو سعودی اور ایران کے حوالہ سے عرب اور مسلم ممالک میں فتنہ وفساد کا بازار گرم کرنے کی تیاری ہوچکی ہے۔ اہل تشیع کی ایسی بنیادی غلط فہمیاں ہیں جن کو دور کئے بغیر روایتی فرقہ وارانہ تعصبات کا خاتمہ نہیں ہوسکتا ہے۔ اہل تشیع 300 سال سے زیادہ عرصہ تک بارہ ائمہ اہل بیت اور انکے ساتھیوں کے بارے میں بہت حساس ہیں لیکن اہل سنت کے عقیدہ صحابہ کرامؓ کے بارے میں وہ بہت غلط فہمیوں کا شکار ہیں جس کا پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں مولانا فضل الرحمٰن نے واضح الفاظ میں اشارہ بھی کیا کہ ''یمن کے حوثی زیدی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں جو حضرت علیؓ کے فضائل بیان کرتے ہیں اور صحابہؓ پر تبرا نہیں کرتے، ایران کے اثنا عشریہ والے زیدی فرقہ کو شیعہ نہیں سنی سمجھتے ہیں''۔ یہود و نصاریٰ کے تھنک ٹینک یہ سمجھتے ہیں کہ شیعہ سنی میں عقیدہ، مسلک اور جذبات کے کیا کیا اختلافات ہیں۔ شیعہ سنی مسلکی بنیادوں پر کبھی ایک دوسرے سے نہیں مل سکتے۔

شیعہ سنی، بریلوی دیوبندی اور حنفی اہلحدیث میں بدعت وسنت، ادب و گستاخی اور توحید وشرک کے حوالے سے بہت بنیادی اختلافات ہیں۔ شیعہ سمجھتے ہیں کہ نبی ﷺ کا دربار منافقین اور گستاخوں کی آماجگاہ رہتا تھا، تقیہ اور مصلحت کی بنیاد پر اگرچہ اسلام کا حلیہ بگاڑ دیا گیا مگر نبی ﷺ اور ائمہ اہل بیت کو حقیقی اسلام دنیا کے سامنے پیش کرنے کا موقع نہیں مل سکا۔ جب امام مہدی علیہ السلام دنیا میں تشریف لائیں گے تو حقیقی اسلام کو نافذ کریں گے۔ اہل تشیع کے پاس اپنے دل ودماغ اور عقیدہ کیلئے نہ صرف اپنی کتابوں میں بہت سا مواد ہے بلکہ اہل سنت والجماعت کی کتابوں سے بھی ان کو بھر پور تقویت ملتی ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جس دن امام مہدی کا ظہور ہوگا تو اسلام اپنی اصل شکل اور ہیئت میں دنیا کے سامنے آجائے گا۔ دیوبندی مکتبہ فکر کے مفتی اعظم پاکستان مولانا رفیع عثمانی نے اپنے انٹرویو میں واضح کیا ہے کہ ''امام مہدی صاحب آکر ان مسائل کو حل کریں گے کیونکہ ان کی کوئی مخالفت نہیں کرتا ہوگا جبکہ ہمارے لئے جو مشکلات ہیں وہ ان کیلئے نہیں ہوں گی۔ ہم یہ فیصلہ نہیں کرسکتے کہ کس کی بات کو صحیح اور کس کی بات کو غلط کہیں، مگر ان کا قول حق ہوگا اور جو ان کے خلاف ہوگا وہ باطل ہوگا''

موجودہ دور کے سنی مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے بھی اگرچہ روایتی طور پر شیعہ نہیں مگر اپنے دل و دماغ سے شیعیت ہی کی طرح گمراہانہ اعتقادات رکھتے ہیں۔ اہل تشیع سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی کا جنازہ بھی پڑھایا تھا اور ایک صحابیؓ کو منافقین کی لسٹ بھی بتادی تھی جو راز میں رکھی گئی۔ حدیث قرطاس کے حوالے سے سنی مکتبہ فکر کی معتبر کتابوں میں جو کچھ موجود ہے، حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ کو وصیت سے جس طرح روکا تھا، اتنی جرأت ابن ابی میں بھی نہیں ہوسکتی تھی۔ اہل سنت کے معروف اسکالر ڈاکٹر حمید اللہ نے لکھا ہے کہ حدیث قرطاس کی متضاد روایات اور حضرت عمرؓ کے طرز حیات سے یہ بات جوڑ نہیں کھاتی کہ وہ درست ہو۔ بریلوی مکتبہ فکر کے علامہ غلام رسول سعیدی نے اس حدیث پر معروف شخصیت ابن ابطال کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے جو یہ فرمایا کہ یہ بڑی مصیبت تھی جو رسول اللہ ﷺ اور وصیت کے درمیان رکاوٹ بنی، لیکن حضرت عمرؓ اس وجہ سے رکاوٹ بنے کہ نبی ﷺ کوئی ایسی بات نہ لکھوادیں جو ہمارے لئے مشکل ہو اور دوسرا یہ کہ حضرت عمرؓ فقیہ تھے جبکہ ابن عباسؓ فقیہ نہیں تھے۔ جب اللہ نے اپنی کتاب میں دین کی تکمیل کی تھی تو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ''کتاب یعنی وصیت'' کی کیا ضرورت تھی۔ علامہ غلام رسول سعیدی نے ابن ابطال کی اس بات سے اختلاف کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایسی بات نہیں لکھوا سکتے تھے جس پر عمل مشکل ہو لیکن ابن عباسؓ کے فقیہ نہ ہونے کی بات کو درست قرار دیا ہے اور اہل تشیع سے اس بات کا مطالبہ کیا ہے کہ حضرت علیؓ کے بارے میں بھی یہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ برتن لاؤ تاکہ میں کچھ وصیت کروں اور اس پر کندہ کردو۔ تو حضرت علیؓ کو خوف ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی روح قبض نہ ہوجائے، اسلئے عرض کیا کہ میں یادرکھوں گا ارشاد فرمائیے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی بات بتادی۔ اہل تشیع جواب دیں کہ حضرت علیؓ نے بھی نافرمانی کی تھی اس کا کیا جواب ہے؟۔ (نعم الباری، شرح بخاری، علامہ غلام رسول سعیدی)۔

کیا غلام رسول سعیدی کی اس کاوش سے کوئی شیعہ اپنا تعصب چھوڑ دے گا، مطمئن ہوگا اور حضرت عمرؓ سے اس کا دل صاف ہوسکتا ہے؟۔ اہل

تشیع کا مؤقف یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے زبردستی سے زکوٰۃ لینے کا جو فیصلہ فرمایا تھا شروع میں حضرت عمرؓ کا بھی ان سے اتفاق نہیں تھا۔ پھر حضرت خالد بن ولیدؓ نے مالک بن نویرہ کو قتل کر کے عدت کے بغیر اس کی خوبصورت بیوی سے زبردستی شادی رچالی، حضرت عمرؓ کا مؤقف تھا کہ ان پر حد جاری کر کے سنگسار کیا جائے لیکن حضرت ابوبکرؓ نے ڈانٹ ڈپٹ کو کافی قرار دے کر فرمایا کہ لوگ مرتد ہورہے ہیں ہمیں خالد بن ولیدؓ کی ضرورت ہے۔
جب حضرت عمرؓ کا دور آیا تو حضرت خالد بن ولیدؓ کو اسی وجہ سے اپنے منصب سے ہٹایا۔ شافعی اور مالکی مسلک والے بے نمازی کو واجب القتل سمجھتے ہیں تو حنفی مسلک کے سامنے حضرت ابوبکرؓ کی طرف سے زکوٰۃ کی زبردستی سے وصولی اور قتال کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ علامہ غلام رسول سعیدی نے اس کا جواب دیا ہے کہ شافعی اور مالکی مسلک والے خود بھی زبردستی سے زکوٰۃ کی وصولی اور قتال سے متفق نہیں تو نماز کیلئے کیسے دلیل بنا سکتے ہیں۔
حضرت عمرؓ نے آخری دور میں فرمایا تھا کہ کاش رسول اللہ ﷺ سے تین چیزوں کا دریافت کرلیا جاتا ایک یہ کہ آپ کے بعد خلفاء کون ہوں، دوسرا یہ کہ زکوٰۃ نہ دینے والوں سے قتال کیا جائے یا نہیں اور تیسرا کلالہ کی میراث کی بابت۔
مشرکین مکہ حج کے زمانہ میں عمرے کو جائز نہیں سمجھتے تھے، قرآن وسنت میں حج وعمرے کی ایک ساتھ ادائیگی کے دلائل ہیں۔ حضرت عمرؓ نے حج و عمرہ کی ایک ساتھ ادائیگی کی مخالفت کی اور صحیح مسلم کی شرح میں حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے مؤقف کے مقابلے میں حنفی مؤقف کو درست قرار دیتے ہوئے علامہ غلام رسول سعیدی نے دلائل کے انبار کھڑے کردیئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جہاں حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے مؤقف سے حنفی مسلک کو اختلاف ہو، وہاں شیعہ اور حنفیوں میں زیادہ فرق نہیں ہوتا۔ اسی طرح سے مغیرہ ابن شعبہؓ جب بصرہ کے گورنر تھے اور چار افراد نے (جن میں ایک صحابی حضرت ابوبکرہؓ بھی تھے) ان کے خلاف گواہی دی، گواہوں کو ڈرانے اور لالچ ورعایت دینے کا شاخسانہ اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہے، بخاری کی روایت کے مطابق چاروں افراد کو حضرت عمرؓ کی طرف سے یہ لالچ دی گئی کہ اگر وہ کہیں گے کہ ہم نے جھوٹی گواہی دی ہے تو آئندہ ان کی گواہی قبول ہوگی۔ تینوں افراد نے اپنی گواہی کو جھوٹ قرار دیا اور حضرت ابوبکرہؓ اپنی بات پر قائم رہے۔ اہل سنت کے تین فقہی مسالک نے حضرت عمرؓ کی اس پیشکش کو اسلام کے مطابق قرار دیا اور حنفی مسلک نے اس کو قرآن کے خلاف قرار دیا کہ جھوٹی گواہی دینے والے کی گواہی کبھی قبول نہیں ہوگی۔
قرون اولیٰ کے دور میں حضرت خالد بن ولیدؓ چیف آف آرمی اسٹاف تھے اور حضرت عمرؓ کے دور خلافت کو ایک مثالی حیثیت حاصل تھی۔ انصار کے سردار حضرت سعد بن عبادہؓ نے نہ صرف خلافت کو قبول نہیں کیا بلکہ مہاجر قریشی خلفاء کے پیچھے کبھی نماز نہیں پڑھی۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد عشرہ مبشرہ کے صحابہؓ کے بشمول حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ کی جنگوں میں ہزاروں افراد مارے گئے تھے۔ تاریخ کے اوراق کو فقہ وحدیث کی کتابوں میں بھی اسی انداز سے درج کیا گیا ہے، بعض لوگ ایک آسان نسخہ تلاش کر کے یہ کہتے ہیں کہ یہ ساری تاریخ، حدیث وفقہ کی کتابیں ایک سازش کے تحت لکھی گئی ہیں یہ شکر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت ہارون علیہ السلام کو سر اور داڑھی سے پکڑنا قرآن میں موجود ہے نہیں تو اس کو بھی خلاف تہذیب وتمدن اور ڈھکوسلہ کہا جاتا تھا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اہل تشیع کی بدظنی اور اسلام سے اجنبیت کو کیسے دور کیا جاسکتا ہے؟۔
بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکرہؓ نے اس وقت یہ حدیث بیان کی جب وہ حضرت علیؓ کی طرف سے حضرت عائشہؓ کے لشکر کے خلاف لڑ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "وہ قوم کبھی فلاح نہیں پاسکتی جس کی قیادت کوئی عورت کررہی ہو"۔ رسول اللہ ﷺ نے اُمہات المؤمنینؓ سے فرمایا تھا کہ جو حج میرے ساتھ کیا ہے، تمہارے لئے وہی کافی ہے میرے بعد حج نہیں کرنا۔ اکثر ازواج مطہراتؓ نے اس وصیت کی پابندی کی، حضرت میمونہؓ نے مکہ میں رہتے ہوئے اس کے بعد کبھی حج نہیں کیا، مکہ کی ایک مسجد کے امام کے بھائی ٹیکسی کے ڈرائیور نے میری دعوت کی تھی اور حضرت میمونہؓ کی قبر پر بھی لیکر گئے تھے جہاں مشک کی خوشبو آرہی تھی اور اس عجیب وغریب خوشبو کا تذکرہ ان کے بھائیوں نے بھی دعوت کے دوران اپنے گھر میں کیا تھا، جس میں امام مسجد بھی شریک تھے۔ یہ بھی یاد رہے کہ روایات میں آتا ہے کہ حضرت عائشہؓ جب ایک گاؤں کے قریب پہنچیں تو وہاں کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آئیں، دریافت فرمایا کہ یہ کونسا گاؤں ہے؟۔ جب بتایا گیا تو حضرت عائشہؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اس وقت تم لوگوں کا کیا حال ہوگا جب اس گاؤں کے کتے تم پر بھونکنے لگیں۔ لہٰذا میں یہاں سے واپس جاتی ہوں۔ ساتھ والوں نے سمجھایا کہ آپ

بھلائی کی خاطر جارہی ہیں اسلیئے آپ کوواپس نہیں جانا چاہیے۔ چنانچہ پھرلشکر کی قیادت کیلئے تشریف لے گئیں۔ جب پاکستان میں محترمہ بینظیر بھٹو پہلی وزیراعظم بنیں تو یہ نہیں دیکھا گیا کہ ہمارے اقتدار کا ڈھانچہ کیا ہے لیکن اسلامی حوالے سے اس پر بحث ہونے لگی۔ جب ایک سنی کواپنی کتابوں کے حوالے سے ان حقائق کا پتہ چلتا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ کی وصیت کہ میرے بعد حج نہ کرنا، کتے بھونکنے کی پیشگوئی اور ایک خلیفہ راشد حضرت علیؓ کے خلاف جنگ کی قیادت فرمائی تو وہ اہل تشیع سے کوئی بحث کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوتا صرف احترام کا سہارا لیتا ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ ایکدوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔ اوراس کے باوجود عشرہ مبشرہؓ سمیت بڑے جلیل القدر صحابہ کرامؓ نے ایک دوسرے کی گردنیں مارنے سے گریز نہیں کیا تو ہماری کیا اوقات کہ موجودہ دور میں شیعہ سنی کولڑنے سے بچائیں۔

حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا تھا کہ اپنی بیگمات کو مسجد میں جانے سے نہ روکیں لیکن اگر ہمارے دور میں نبی ﷺ ہوتے تو ضرور عورتوں کو مسجد میں جانے سے روک دیتے۔ حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے جو تربیت پائی تھی یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے تمام باتوں کو بالائے طاق رکھ کر جو کچھ اپنے فہم وفراست کے مطابق درست سمجھا اسی کیلئے قربانی دی۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی اسی قربانی کے ثمرات سے حضرت حسینؓ نے یزید کے خلاف میدان کربلا کا رُخ کیا۔ ہماری یہ بہت بڑی بدقسمتی ہے کہ حضرات انبیاء کرامؑ دنیا میں اسلئے مبعوث ہوئے تھے کہ بندوں کو آمریت کی خدائی سے نکال کر بندگی کے مقام پر پہنچائیں لیکن ہم نہ صرف حضرات انبیاء کرامؑ اوراپنی مقدس شخصیات کو خدائی کے منصب پر پہنچاتے ہیں بلکہ خود بھی یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے راستے پر چل کر قابل پرستش بن سکتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسا ماحول تشکیل دیا جس میں اپنے مقدس ساتھیوں، اعرابیوں اور منافقین کو بھی مکمل طور پر اختلاف کا حق حاصل تھا۔ سورہ مجادلہ میں خاتون کی طرف سے اپنے شوہر کے بارے میں مجادلہ کتنی واضح مثال ہے؟۔ بدر کے قیدیوں پر فدیہ، اُحد کی جنگ شہر سے باہر لڑنے اور صلح حدیبیہ کے معاہدے پر اختلاف قرآن وسنت کے آئینے میں دیکھا جاسکتا ہے۔ اگر اختلاف رائے سے معصومیت پر فرق پڑتا تو اللہ کی بارگاہ میں حضرت آدم کی پیدائش پر اختلاف سے فرشتوں کی معصومیت باقی نہ رہتی۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے سے اختلاف کو معصومیت کے منافی نہیں قرار دیا تو نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے جانشین کیسے اپنے ساتھیوں اور مخالفین کواختلاف سے روک سکتے ہیں؟۔

بدر کے قیدیوں پر فدیہ لیا گیا تو حضرت ابوبکرؓ وحضرت علیؓ سمیت اکثریت کے مشورے کے مطابق تھا۔ جبکہ حضرت عمرؓ اور حضرت سعدؓ کا مشورہ اس کے برعکس تھا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی وحی میں فیصلے کو نامناسب قرار دیا تو بعض لوگ کہہ سکتے ہیں کہ یہ بھی ان کے عقیدے کے مطابق درست ہے کہ رسول اللہ ﷺ بعض معاملات میں تقیہ کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے یہاں تقیہ سے روک لیا، اسلئے کہ حضرت عمرؓ کی مزاحمت کا خوف بھی نہ تھا۔ حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں، جب صلح حدیبیہ کے معاہدے کے وقت رسول اللہ ﷺ تن تنہا تھے اور حضرت علیؓ، حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سب کے سب اس معاہدے کے حق میں نہیں تھے تب بھی رسول اللہ ﷺ نے اپنی بات منوائی جس سے اس تقیہ کی کلیۃً نفی ہوتی ہے جس کے بارے میں اہل تشیع اپنے ائمہ اہل بیت کے حوالے سے شکار ہیں۔ جب حضرت ابوجندلؓ کو صلح حدیبیہ کے معاہدے کے مطابق مشرکوں کے حوالے کیا گیا تو یہ اسلامی تعلیمات کے علاوہ انسانی فطرت کے بھی عین مطابق تھا۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی کو کلمہ کفر پر مجبور کیا جائے تو اس کا مواخذہ نہیں ہوگا۔ حضرت ابوجندلؓ کیلئے اسلام میں تقیہ کی گنجائش بھی تھی لیکن انہوں نے لشکر تشکیل دے کر مشرکین مکہ کا ناک میں دم کیا۔ ایک سچا مسلمان مکہ شہر میں مشرکین کے ماحول کیلئے بہترین سفیر کا کردار بھی ادا کرسکتے تھے جہاں مسلمانوں پر اسلام کی تشہیر وتبلیغ کی پابندی تھی۔ آج بھی ایسا معاہدہ فطرت کے عین مطابق ہوگا ، جن مسلمانوں نے کافر بننا ہوان کا اسلام کی شکل میں منافق بن کر رہنے سے ہزار درجہ مشرک بن کر مسلمانوں کی آبادیوں کو چھوڑنا ہے، اگرچہ اسوقت بھی صحابہ کرامؓ کی اجتماعیت کواس کی افادیت سمجھ میں نہیں آتی تھی اور اللہ نے فتح مبین قرار دیا۔

ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کی گردن میں اپنی چادر ڈال کر کہتا ہے کہ اے محمد (ﷺ)! یہ مال تمہارے باپ دادا کا نہیں، مجھے بھی اس میں سے دو۔ جس سے گردن مبارک پر نشان پڑ جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ مسکراتے ہوئے حکم فرماتے ہیں کہ جو کچھ یہ مانگ رہا ہے دے دو۔ پیشانی مبارک پر

بل تک نہیں آتا۔ آج تحریک طالبان سے اختلاف رائے رکھنے والوں کو تہہ تیغ کرنا اسلامی روح کے مطابق درست سمجھا جاتا ہے۔ جمہوریت، ترقی پسند اور تعلیم یافتہ قیادت کی علمبردار سیاسی جماعت ایم کیوایم کے قائد محترم الطاف حسین صاحب اپنے جماعتی رہنماؤں سے کہتے ہیں کہ ''تم نے چائنہ کٹنگ اور پارکوں پر قبضہ کے ذریعے اپنے پلازے بنالئے، مال بنایا اور عوام کا حق کھایا'' تو اندیشہ ہوتا ہے کہ جذباتی کارکن ان بیچارے رہنماؤں کو تشدد کا نشانہ بناتے ہوئے کہیں مار نہ ڈالیں۔ کوئی اتنی جرأت نہیں رکھتا کہ اپنی جان بچانے کی خاطر ہی سہی مگر ادب واحترام کے لہجے میں پوچھے کہ بڑے بھائی! یہ منی لانڈرنگ کا اتنا بڑا کیس اس برطانیہ پولیس اور قانون نافذ کرنے والے ادارے کی طرف سے سازش تو نہیں ہوسکتی جس کے انصاف پر آپ نے بھی مکمل اعتماد کا اظہار فرمایا ہے۔ جماعت اسلامی کے امیر جناب محترم سراج الحق فرماتے ہیں کہ ایم کیوایم والو! سن لو! جی تھری کا زمانہ گیا اب تھری جی کا دور ہے۔ لیکن یہ کہتے ہوئے ان کو شرم نہیں آتی کہ کراچی اور پاکستان کے تعلیمی اداروں میں کلاشنکوف کلچر کس نے عام کیا تھا؟ مسلم لیگ (ن) اور تحریک انصاف کی قیادت تحریک طالبان کی حمایت سے اس وقت تک دستبردار نہیں ہوئی جب تک چیف آف آرمی اسٹاف راحیل شریف نے دہشت گردی کا خاتمہ کرنے کیلئے مؤثر اقدامات نہیں اٹھائے، عابد شیر علی نے میڈیا پر ڈاکٹر نعیم اللہ باجوہ کو حق پر جتنا ذلیل کیا، اس کا تصور کوئی اور نہیں کرسکتا۔

اہل تشیع اور اہل سنت میں عقیدے میں گمراہی کا کوئی خاص فرق نہیں، بس معلومات اور ماحولیات کا فرق ہے، اہل تشیع صحابہؓ سے عقیدت نہیں رکھتے اور اہل سنت صحابہؓ سے عقیدت رکھتے ہیں، اگر اہل سنت کو ماحول کی تبدیلی سے حدیث قرطاس کا واقعہ ہی بتایا جائے تو وہ شیعہ کی صفوں میں شامل ہوں گے، کون ایسے دل گردے کا مالک ہوگا کہ جس کو پتہ چل جائے کہ واقعی حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ کو وصیت نہیں لکھنے دی کہ ہمارے لئے اللہ کی کتاب کافی ہے تو اللہ کے رسول کی اس سے بڑھ کرنا فرمانی اور حدیث کے انکار کا کیا تصور ہوسکتا ہے؟ حدیث کو اس کے باوجود وحی خفی سمجھا جاتا ہے کہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری بھی اللہ نے نہیں اُٹھائی اور ان احادیث کی بنیاد پر اللہ کی اس کتاب میں بھی اضافی آیات کی کمی کا تصور مانا جاتا ہے جو قرآن کی حفاظت کے منافی ہے تو پھر سامنے سامنے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کو کیسے برداشت کرنے کو ایمان کا تقاضہ سمجھا جائے گا، اہلسنت کے پاس معقول جواب ہوتا تو احادیث کی کتابوں میں درج کیا جاتا لیکن وہ اہل تشیع پر صحابہؓ کی بے ادبی و توہین کا ڈھونگ رچا کر حقائق پر پردہ ڈالنا چاہتے ہیں، جب اللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ کو حجرات کے پیچھے سے آواز مت دو، اپنی آواز نبی کے سامنے اونچی مت کرو، ایسا مخاطب نہ کرو جیسے ایک دوسرے کو آواز دیتے ہو، جو لوگ نبی کے سامنے اپنی آواز کو پست رکھتے ہیں ان کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کیلئے چن لئے ہیں (سورہ: الحجرات)۔ تو نبی ﷺ کتاب یعنی وصیت لکھوانا چاہ رہے ہوں، وہ بھی اسلئے تاکہ امت بعد میں گمراہ نہ ہو، اور جب یہ بھی ایک حقیقت ہو کہ رسول اللہ ﷺ کے کفن دفن سے پہلے ہی انصار ومہاجریں اکابر صحابہؓ جانشینی کے مسئلہ پر الجھ رہے تھے، جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت زیدؓ اور اسامہ بن زیدؓ کو لشکر کا امیر بنا کر منتخب کیا تو بھی اکابر صحابہؓ نے اپنے اختلاف کا اظہار کیا تھا اور پھر رسول اللہ ﷺ سے جس وصیت پر اختلاف کیا جارہا تھا لیکن حضرت ابوبکرؓ نے وصیت ہی کے ذریعہ حضرت عمرؓ کو اپنے بعد مقرر کیا تو پھر اللہ کی کتاب کے کافی ہونے کا فلسفہ کہاں گیا؟ کیا اللہ کی کتاب میں اللہ کے رسول کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت نہیں قرار دیا ہے لیکن نبی ﷺ سے اختلاف کیا گیا اور اگرچہ حضرت ابوبکرؓ سے اولی الامر کی حیثیت سے بھی حضرت عمرؓ کو وصیت کے ذریعہ مقرر کرنے کے معاملے پر قرآن میں اختلاف کی گنجائش تھی اور لوگوں کی طرف سے اختلاف کے باوجود بھی حضرت عمرؓ کی تقرری اپنے صوابدید پر کی گئی۔

اہل تشیع کو اپنے اعتقادات پر قائم رہنے کا بھرپور حق پہنچتا ہے اور اگر اہل سنت کے پاس ماحول کی عقیدت کے علاوہ اپنا اعتقاد بچانے کا بھی کوئی راستہ نہ ہو تو اپنی ڈگر پر ضرور چلیں لیکن اہل تشیع پر بے بنیاد الزامات اور تہمتیں لگا کر فضاؤں کو اسلئے آلودہ نہ کریں کہ جب فضا ہموار ہوگی تو ہمارے پاس کوئی معقول جواب نہ ہوگا، سعودی حکومت کی سرپرستی جب امریکہ کو حاصل تھی تو وہ بین الاقوامی فورم کے ذریعہ اہل تشیع کو مکالمہ کی دعوت دے سکتے تھے لیکن ایسا وہ اسلئے نہیں کرتے کہ خطرہ محسوس کرتے ہیں کہ ہمارے پاس اہل تشیع کی باتوں کا کوئی معقول جواب نہ ہوگا، اسلئے براہ راست مکالمہ کرنے کی بجائے اپنے زرخرید علماء کے ذریعہ اہل تشیع پر دباؤ بڑھاتے ہیں۔ مولانا فضل الرحمان نے پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں کہا کہ ہمارے فوجیوں کا خون یمن میں کیوں بہے؟، ہمیں ثالثی کا کردار ادا کرنا چاہیے، پھر قرارداد کے بعد جب یو اے ای کے وزیر اور سعودیہ کا ردِعمل آیا تو اسمبلی کی قرارداد پر

حیرت اور تنقید کا اظہار کیا، جمعیت (ف) کے ترجمان جان اچکزئی کا کہنا ہے کہ ہر جگہ اخلاقیات کے اصولوں کو دیکھنے کے بجائے اپنے مفاد کو بھی دیکھنا چاہیے، اگر سعودیہ اور عرب امارات کی بات ہم نے نہیں مانی تو وہ ہمارا مزدور طبقہ نکال دیں گے، تجزیہ نگار ظفر ہلالی نے کہا کہ جان اچکزئی جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ خود بھی سمجھتے ہیں کہ معاملہ یہ نہیں کوئی اور ہے، ہمارا مزدور طبقہ ان کی اپنی ضرورت ہے، کہیں سے ایسے مزدور ان کو نہیں مل سکتے۔ بہر حال شیعہ کو مطمئن کرنے کیلئے ان حقائق کو سامنے لانے کی ضرورت ہے جس سے اہلسنت کو ان کے خلاف منفی پروپگنڈے کی ضرورت نہ پڑے اور قتل وغارتگری کی بجائے دلائل وبراہین کا راستہ ہموار ہو۔

سپاہ صحابہؓ کے اعظم طارق شہید نے ایک تقریر کی جس میں یہ قرار دیا کہ شیعہ ہمارے اکابر کی گستاخی کرتے ہیں لیکن جواب میں ہم ان کے اکابر کا احترام کرتے ہیں اسلئے کہ پنج تن اور ائمہ اہلبیت ہمارے بھی اکابر ہیں لیکن اب میں اہل تشیع کے امام مہدیٔ غائب کی گستاخی کرتا ہوں تا کہ ان کو پتہ چل جائے کہ جس کو ہم نہیں مانتے اور تمہاری ان سے عقیدت ہے، اس گستاخانہ رویہ کو تم کیسے برداشت کرتے ہو؟، اہل تشیع نے مولانا اعظم طارق کو کھل کر کافر اور واجب القتل قرار دیا، قاتلانہ حملے کئے اور آخر کار اس میں کامیاب بھی ہوگئے، محرم علی کو سزائے موت ہوئی تو علامہ امین شہیدی کی تصویر جیو پر طلعت حسین نے علامہ کو دکھائی اور کہا کہ شدت پسندوں سے کھل کر عقیدت کا اظہار دونوں طرف سے ہوتا ہے۔ اہل تشیع کو یہ بات نظر انداز نہیں کرنی چاہیے کہ جب وہ تین سو سال کے دور پر محیط ائمہ اہلبیت اور ان کے ساتھیوں سے محبت رکھتے ہیں، نبی ﷺ کے علاوہ اماموں کے گستاخوں کو بھی واجب القتل سمجھتے ہیں تو پھر بھاری اکثریت والے اہل سنت بھی صحابہؓ کے بارے میں اپنی عقیدت اور حساسیت کا حق رکھتے ہیں، منطقی باتیں کرنے سے اس وقت بہت کچھ حاصل ہوتا ہے جب اس میں منفی نہیں مثبت انداز سے سوچا جائے، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا کہ ظالموں کو اللہ ہدایت نہیں دیتا، پھر قرآن میں حضرت آدمؑ اور حضرت یونسؑ کے بارے میں ظلم کی نسبت بھی ہے، کیا اس کا یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ ان کو اللہ نے ہدایت نہیں دی؟۔ حضرت عمرؓ کی طرف سے حدیثِ قرطاس کا اختلاف قرآن وسنت کی روح کے مطابق تھا اور آج یہ روح امت میں داخل ہوجائے تو عروج مل جائے۔

اہل تشیع کے پہلے امام حضرت علیؓ نے خلافت کا منصب سنبھالا تو شہادت تک دستبردار نہ ہوئے، حضرت امام حسنؓ نے دو گروہوں کے درمیان صلح کرائی اور خود منصب سے دستبردار ہوگئے، حضرت حسینؓ نے خروج کیا اور باقی ائمہ نے خروج کو ناجائز قرار دیا، شیعہ فرقہ میں غیبت کے دور تک مختلف اماموں کے کردار کو تائید کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے لیکن جب صحابہؓ کی باری آتی ہے تو ان کا دامن وسعتوں کے باوجود اتنا تنگ وتاریک ہوجاتا ہے کہ بات کرنے کا ڈھنگ بھی بھول جاتے ہیں، جس بات کو اچھے انداز میں کیا جاسکتا ہے اس میں درشتی اور گستاخی کا کیا کام؟ میرے نزدیک جس طرح اہل تصوف کہتے ہیں کہ ''دنیا کی محبت ہر خطا کی جڑ ہے''۔ اسی طرح امت مسلمہ کے زوال کے اسباب کی جڑ حدیث قرطاس پر عمل نہ کرنے کی روایت ہے۔ حضرت علیؓ نے اسی روح کو خلافتِ راشدہ میں زندہ وتابندہ رکھا، حضرت امام حسنؓ نے حدیث قرطاس کی روح کے مطابق عمل کیا تو امت مسلمہ اتحاد کی راہ پر گامزن ہوئی اور حدیث قرطاس کی روح کے برعکس یزید کی تقرری ہوئی تو بنی امیہ، بنوعباس اور خلافت عثمانیہ کے علاوہ مغل بادشاہوں، علم وخانقاہ کی مسندوں، نوابی، خانی اور موروثی جانشینی نے ہر شعبہ زندگی میں امت مسلمہ کا بیڑا غرق کرکے رکھ دیا۔ عرب میں موروثیت کی بیماری نہ ہوتی تو ڈکٹیروں اور آمروں کی وجہ سے یہ تباہی کے کنارے پہنچنے کی بجائے اپنی دولت کے ساتھ ساتھ بہترین شعور سے بھی مالا مال ہوتے، مدارس اور خانقاہیں تباہ حال ہونے کی بجائے باصلاحیت ہونے کے ناطے اپنا ایسا نصاب مرتب کرتے جس پر دنیا کے تمام انسانوں کو رشک ہوتا۔

حیرت کی بات ہے کہ ڈاکٹر حمید اللہؒ جیسے سکالر کو حدیث قرطاس حضرت عمرؓ کے مزاج سے جوڑ نہیں کھاتی دکھائی دے رہی تھی اور علامہ غلام رسول سعیدی نے ایک بریلوی ہونے کے باوجود اس روش کا کوئی معقول دفاع نہیں کیا بلکہ حضرت ابن عباسؓ کے ساتھ ساتھ نبی ﷺ کو بھی فقیہ ہونے کے درجہ سے نکال دیا، اگر قرآن کے بعد رسول اللہ ﷺ کی کتاب (وصیت) فقاہت کے منافی تھی تو پھر فقہ کی اتنی ساری کتابیں مرتب کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ تفسیر واحادیث پر اتنی ساری بے تکی جلدیں مرتب کرنا پھر دین کا تقاضہ کیسے سمجھا گیا جناب سعیدی صاحب!، جب بخاری میں حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ہم نماز کی **التحیات** میں سلام کا لفظ مخاطب کرکے **السلام علیک ایھا النبی** پڑھتے تھے

اور آپ ﷺ کی وصال کے بعد غائب کا صیغہ والسلام علی النبی پڑھتے تھے تو آپ کے اندر بریلویت کے تعصب کی رگ پھڑک اُٹھتی ہے اور حضرت ابن مسعودؓ کو تفرادات کے نام پر تحریف قرآن کا قائل قرار دے کر دیوبندی مکتبۂ فکر کے اس شیخ انور شاہ کشمیری سے ملا دیتے ہو جس پر تحریف قرآن کی وجہ سے کفر کا فتویٰ لگتا ہے۔ لیکن جب اپنی کتاب میں نعم الباری شرح بخاری میں انہی قرآنی آیات کا ابن مسعودؓ کے حوالہ سے دوسری جگہ دفاع کرتے ہو تو موجودہ قرآن کی آیات کو ان کے مقابلہ میں نری جاہلیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے الفاظ اور معانی کے لحاظ سے غیر متوازن بتاتے ہو، اور یہ وضاحت بھی کرتے ہو کہ فتنہ کھڑا ہونے کے خوف سے ان قرآنی آیات کو نہ پڑھا جائے جو حقیقت کے اعتبار سے درست ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ میں حضرت عمرؓ کو ترجیح دی جائے، بریلوی مسلک کی بات آئے تو حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ پر جھپٹا جائے اور موجودہ قرآن کا ابن مسعودؓ کی راویت سے موازنہ کیا جائے تو قرآن کی مخالفت کی جائے، یہ کونسا دین، ایمان، علم، مسلک اور مذہب ہے؟۔

حضرت عمرؓ کے زندگی کے لمحات حدیث قرطاس سے مختلف نہیں گزرے ہیں، یہ نبی ﷺ کی قرآن کے ذریعہ اعلیٰ تعلیم وتربیت ہی کا نتیجہ تھا کہ اپنی رائے کا کھل کر اظہار کریں، جب بدر کے قیدیوں پر فدیہ لینے اور ابن ابی کی نمازِ جنازہ پڑھانے کی مخالفت میں اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ تائید فرمائی تو حضرت عمرؓ نے یہ حوصلہ نہیں کرنا تھا کہ ایک حدیث بیان کرنے پر حضرت ابوہریرہؓ کو زوردار مکا رسید کیا، جس کی رسول اللہ ﷺ نے بھی تائید فرمادی اور آج اسی حدیث کی غلط تشریح کی وجہ سے امت مسلمہ کی اکثریت غلط فہمی کا شکار ہوکر یہود ونصاریٰ کی راہ پر چل پڑی اسلئے کہ کلمہ گو کو عمل کے بغیر بھی جنت کا مستحق سمجھا جاتا ہے، یہ تو شکر ہے کہ صلح حدیبیہ کا معاہدہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں ہوا، اور اللہ نے بھی اس کو فتح مبین قرار دیا، اگر اس طرح کا معاہدہ خلافت راشدہ کے دور میں ہوتا تو ان پر دین کو پامال کرنے کے الزام اور تہمت سے ہم کیسے بچا پاتے؟، صلح حدیبیہ کو فتح مبین قرار دینے سے صحابہؓ کی جو تعلیم وتربیت ہوئی یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ حضرت عمرؓ نے قحط سالی میں چوروں کے ہاتھ کاٹنے کی ممانعت کردی۔ چرس اور بھنگ پینے سے دماغ اتنا تھوڑا ہی کھلے گا کہ قرآن وسنت کی اعلیٰ تعلیمات سے رہنمائی حاصل کی جائے؟، حلالہ کی لعنت کو کارِ ثواب سمجھ کر بیوی بچوں کا بوجھ اُٹھانے سے گریز کرنے والے علماء بھی علم میں دیانت کا بوجھ اُٹھانے کے قابل نہیں ہوسکتے ہیں۔

جیو کے معروف عالم دین اور اسکالر ڈاکٹر عامر لیاقت نے شدت پسندوں سے مذاکرات کے دوران ایک پروگرام میں کہا کہ ''حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی نبوت کا دعویٰ کرنے والوں کو پہلے مہلت دی، اسی طرح سے زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کرنے والوں کو توبہ کا موقع دیا جب وہ نہیں مانے تو ان کے خلاف جہاد اور قتال کیا گیا۔'' ڈاکٹر عامر لیاقت حسین کا یہ بیان شدت پسندوں کے مؤقف کو تقویت پہنچانے کا باعث بنے گا یا ان کو شدت پسندی سے دور رکھے گا؟۔ پاکستان میں قادیانیوں کو ختم نبوت کا منکر اور کافر قرار دیا گیا ہے، کیا ان کو کافی عرصہ سے مہلت نہیں ملی ہوئی ہے؟ اور پھر دیوبندی بریلوی اور شیعہ سنی ایک دوسرے کیلئے مہلت کا کیا تصور رکھیں گے؟ کہ کب ان کے خلاف جہاد ہوگا اور مہلت ختم ہوگی؟۔ حضرت ابوبکرؓ نے زکوٰۃ نہ دینے والوں کے خلاف جہاد کیا اور اہل سنت کے ائمہ اربعہ نے اس مؤقف سے اتفاق نہ کیا لیکن بعض اماموں نے اس کے باوجود اس موقف سے یہ استدلال لیا کہ بے نمازی کو قتل کیا جائے۔ جب بنیاد ہی درست نہ ہو تو اس پر جو عمارت کھڑی کی جائے گی وہ کیسے درست ہوسکتی ہے؟۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسے شخص ابن صائد کے خلاف جہاد وقتال نہیں کیا جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا بلکہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا کہ آپ امیوں کے رسول ہیں اور میں پوری دنیا کا رسول ہوں۔ خلافت راشدہ نے جس طرح سے قیصر وکسریٰ کی حکومتوں کے خلاف جہاد وقتال کیا تھا اور ان کی عوام کو ان کے مظالم سے آزاد کرایا تھا اسی طرح سے اولی الامر کی حیثیت سے اپنی رٹ قائم کرنے کیلئے نبوت کے دعویدار اور زکوٰۃ نہ دینے والوں کے خلاف معرکہ آرائی کی گئی تھی۔ اس کا فرض کی عدم ادائیگی اور نبوت کی دعویداری سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے وصیت فرمائی تھی کہ حبشہ کے حکمران جب تک خود مسلمانوں سے کوئی لڑائی نہ کریں ان کے خلاف کسی قسم کا کوئی اقدام نہ کیا جائے اور جب دورِ جاہلیت میں مختلف قبائل میں اقتدار کا اپنا اپنا دائرہ کار تھا تو صلح حدیبیہ کے وقت ایک کافر قبیلہ بنوخزاعہ مسلمانوں کا حلیف تھا اور دوسرا قبیلہ بنوبکر مشرکین مکہ کا حلیف تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اسلام اور اقتدار دو جڑواں بھائی ہیں ایک دوسرے کے بغیر درست نہیں ہوسکتا، پس

اسلام کی مثال بنیاد کی ہے اور اقتدار اس کا نگہبان ہے جس کی بنیاد نہ ہو وہ گر جاتا ہے اور جس کا نگہبان نہ ہو وہ ضائع ہو جاتا ہے (الحدیث)۔ اسلام کے کچھ احکامات ایسے ہیں جن کو اقتدار کے بغیر عملی جامہ نہیں پہنایا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے ساتھ اولی الامر کی اطاعت کا بھی حکم دیا ہے، جس کے ساتھ اختلاف کی بھی گنجائش واضح کی گئی ہے۔ افسوس کہ علماء نے اولی الامر سے مراد حکمران کے بجائے علماء لیا اور پھر یہ تشریح بھی کردی کہ عوام کا کام علماء کی اندھی تقلید کرنا ہے اور جہاں تک اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کا مسئلہ ہے تو عوام براہ راست اطاعت بھی نہیں کر سکتے اور انہی علماء کو اولی الامر کی حیثیت سے آپس میں ایک دوسرے سے اختلاف کا حق ہے۔ مفتی تقی عثمانی کی کتاب ''تقلید کی شرعی حیثیت'' میں اس قرآنی آیت کے مفہوم کو جس طرح سے بگاڑ کر پیش کیا گیا ہے اس کی ہلکی سی جھلک دیکھنے کیلئے کتاب کے کچھ مندرجات ہی کافی ہیں۔ جس میں اجتہاد کے حوالے سے ائمہ مجتہدین کے بعد دروازہ بند ہونے کے ثبوت میں یہ حدیث پیش کی گئی ہے کہ ایسا دور آئے گا کہ جب علماء اٹھ جائیں گے اور افتاء کی مسندوں پر جاہل بیٹھ جائیں گے جو خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے (متفق علیہ حدیث)۔ اس حدیث میں ایسے گمراہوں کی بات ماننے والوں کے بارے میں بھی کہا گیا ہے کہ وہ بھی گمراہ ہوں گے، لیکن مفتی تقی عثمانی نے وضاحت کی ہے کہ جو علماء کی تقلید کریں گے ان سے کسی قسم کی باز پرس نہ ہوگی، ان کا کام تقلید کرنا ہے، اگر علماء غلط ہوں گے تو علماء سے ہی اللہ پوچھ گچھ کرے گا۔

جب اجتہاد کا دروازہ بند تھا تو سُود کو جواز بخشنے کیلئے کس اجتہاد کا سہارا لیا گیا ہے؟۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں صحابہ کرامؓ اور مسلمانوں کی اس تربیت کا ذکر کیا ہے جس میں وہ قرآن کی بھی اندھی تقلید نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے سُود کی حرمت کے احکام نافذ کئے تھے لیکن جب رسول اللہ ﷺ کو حجاز مقدس پر مکمل اقتدار حاصل ہوا تو سب سے پہلے اپنے چاچا عباسؓ کے سُود کو معاف فرمادیا اور پھر تمام سُودی لین دین میں اضافی رقم کے بارے میں اعلان عام فرمادیا۔ اسلام ایک مکمل دین ہے اور مذہبی اجتہاد کے نام پر اس میں تحریف کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ البتہ اہل اقتدار طبقات کیلئے داخلی اور خارجی معاملات کے حوالے سے اولی الامر کی حیثیت سے بڑے صوابدیدی اختیارات حاصل ہیں، اور یہ اختیارات اسلام کے تحفظ کیلئے ہیں اسلامی احکامات کا قلع قمع کرنے کیلئے نہیں ہیں۔ صلح حدیبیہ کے معاہدے پر صحابہ کرامؓ نے کھل کر رسول اللہ ﷺ سے اختلاف کا اظہار کیا لیکن اولی الامر کی حیثیت سے صحابہ کرامؓ کو نبی ﷺ کی بات ماننی پڑی۔ جب امریکہ نے اسامہ کا بہانہ بنا کر افغانستان پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا تو پرویز مشرف نے اولی الامر کی حیثیت سے جو فیصلہ کیا پوری قوم کے جذبات کے منافی تھا۔ لیکن پھر بھی ان کی بات من وعن تسلیم کی گئی۔ جب تک جنرل راحیل شریف نے تحریک طالبان کے خلاف بھرپور قدم اٹھانے کا فیصلہ نہیں کیا تو مسلم لیگ (ن) اور تحریک انصاف کی طرف سے تحریک طالبان کی حمایت جاری رہی۔ ضرب عضب آپریشن کے آغاز کے بعد بھی ایک طرف شمالی وزیرستان کے بے یار و مددگار متاثرین تھے تو دوسری طرف اسلام آباد میں دھرنا کرنے والے خانہ بدوش اپنا ڈیرہ ڈالے ہوئے تھے۔ دو فرسٹ کزن میں سے ڈاکٹر طاہر القادری تحریک طالبان کو خوارج قرار دیتے تھے اور عمران خان پنجاب پولیس کے افسران کو اسٹیج سے دھمکی دیتے تھے کہ تمہیں طالبان کے حوالے کریں گے۔

یہ پنجاب یا مرکزی حکومت اور اسٹیبلیشمنٹ کی کوئی سازش نہیں ہے کہ تحریک طالبان کے ہاتھوں پختون قوم تباہ ہوئی۔ پختون اور بلوچ خود ہی شدت پسندانہ ذہنیت رکھتے ہیں۔ طالبان کی حامی پوری قوم تھی لیکن پشتونوں نے خود کو اس حمایت میں جس طرح سے جھونک کر تباہ کیا یہ ان کا ذاتی فعل تھا۔ بلوچ بھی جس طرح سے تباہ حالی کا شکار ہورہے ہیں یہ ان کی اپنی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ البتہ پنجاب اور اسٹیبلیشمنٹ دونوں قوموں کو بچانے میں اپنا مثبت کردار ادا کرتے تو شاید اتنی زیادہ تباہی نہ ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح سے نمرود کو مچھر سے تباہ کیا تھا اسی طرح سے پنجاب پر بھی ڈینگی کا عذاب نازل ہوا تھا۔ میرے محترم اور دوست مولانا مسعود اظہر اور ان جیسے دیگر پنجاب کے خطیب جب اپنی تقریروں میں یہ آیت پڑھتے ہیں کہ **جاھد الکفار و المنافقین واغلظ علیھم** کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو۔ پٹھان اور بلوچ بے چارے خطیبوں کے سر اور سریلی آوازوں کو سن کر جذبات سے سرشار ہوجاتے ہیں اور پھر کسی کو کافر اور کسی کو منافق سمجھ کر اپنی ذہنیت کے مطابق جہاد اور سختی کا رویہ رکھتے ہیں۔ کوئی خود کش کرتا ہے تو کوئی بسوں میں گولیوں سے لوگوں کو چھلنی کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ قرآن کی آیت پر عمل درآمد ہورہا ہے۔ یہ نہیں دیکھتے کہ خطیب اپنے نرم

ونازک جسموں پر سوئی چبھونے سے بھی بلبلا اٹھتے ہیں اور یہ ان کا کاروبار ہے، پیشہ ہے اور اس کی وجہ سے یہ لہلہاتے ہیں لہولہان نہیں ہوتے۔ میری ان خطیبوں سے صرف اتنی گزارش ہے کہ جیسے اپنے ہاں امن وامان اچھا لگتا ہے اسی طرح سے پختونخواہ اور بلوچستان کے کارندوں کو بھی آدھا سچ بتانے کے بجائے پورا سچ بتادو۔ مولانا مسعود اظہر سے میں نے کہا کہ ''اپنے بھائی کو افریقی حبشی بچے طلبہ سے کھیلنے کا عادی بناؤ'' لیکن انہوں نے انکار کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے جہاں سورہ تحریم میں **جاھد الکفار و المنافقین واغلظ علیھم** (کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو) کا ذکر فرمایا ہے وہاں یہ بھی وضاحت فرمائی ہے کہ کافروں کی مثال حضرت لوطؑ اور حضرت نوحؑ کی بیویاں ہیں جو دونوں صالح بندوں کے تحت تھیں اور پھر انہوں نے ان سے خیانت کی، اور مؤمنوں کی مثال حضرت مریمؑ اور فرعون کی بیوی ہیں۔ اب بتایئے حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ نے اپنی بیویوں پر کس قسم کی سختی کی، تلوار سے کاٹا؟ بارود سے اُڑایا؟ اور ان پر خودکش حملے کئے؟، جب عام جاہل مجاہدین کو حقیقت کا ادراک ہوجائے گا تو وہ بھی اپنے بڑوں کی طرح سکون سے رہیں گے۔ حضرت مریمؑ اور فرعون کی بیوی نے مؤمن ہوکر کس قسم کے جہاد کو روا رکھا؟ اور کس قسم کی سختی کی تھی؟۔ بڑے بڑے خطیب حضرات خود قرآن کی آیات سے پوری طرح آگاہ ہوتے ہیں اسلئے خود شدت پسندی کی بجائے امن پسندی کے ماحول میں رہتے ہیں لیکن دوسرے جاہلوں کو اصل حقائق سے آگاہ نہیں کرتے۔ پاک فوج کتنی بھی قربانیاں دے لیکن جو تپش جاہل مجاہدین کے دلوں میں خطیبوں نے جاگزیں کی ہے جب تک ان کو حقائق نہیں بتائے جائیں گے یہ لوگ شدت پسندی سے باز نہیں آئیں گے۔ بندر والا جب تماشہ دکھاتا ہے تو بندر اپنے مالک کے ہر حکم کی پاسداری کرتا ہے، جب وہ کہتا ہے کہ ڈنڈے پر چڑھ جاؤ تو بندر کود کر ڈنڈے پر چڑھ جاتا ہے، جب گلاٹی کھانے کیلئے کہتا ہے تو بندر اشارے سے قلابازیاں کھانے لگتا ہے اور جب مالک سلام کرنے کا کہتا ہے تو بندر سلام کرنے لگ جاتا ہے۔ پالتو بندروں اور جنگلی بندروں میں ظاہر ہے فرق تو ہوگا، جنگلی بندر جب نقصان پہنچانے کے درپے ہوجاتے ہیں تو ان کو جنگلوں کی طرف دھکیلنا پڑتا ہے۔ اگر پاک افواج کے ادارے اپنے لوگوں کے ذریعے سے تحریک طالبان کے مختلف لوگوں کو کنٹرول نہ کریں تو دہشت گردوں پر قابو پانا بڑا مشکل ہوگا، ایک ہی شکل وصورت میں دنیا بھر کی ایجنسیوں نے اپنے اپنے گروپ تیار کرر کھے تھے تو پاک فوج نے بھی کچھ پال لئے، پالتو اور فالتو میں تفریق رکھی جاتی ہے۔

موجودہ عدالتی نظام آیا بھی اسلام کی وجہ سے تھا اور اس کی ٹیڑھی بنیاد بھی مسلمانوں نے سیدھی کرنی ہے

جو لوگ اپنے علماء ومفتیان، صوفیا وفقہاء اور ائمہ ومجتہدین سے اختلاف رائے کو ناجائز سمجھتے ہیں ان کو قرآن وسنت کا خاکہ کہاں سے سمجھ میں آئے گا۔ انہوں نے تو صوفیاء اور علماء کو اللہ کے علاوہ ایسے ارباب بنالیا ہے جیسے یہود ونصاریٰ نے احبار ورہبان کو اللہ کے علاوہ اپنے ارباب بنالیا تھا۔ قرآن وسنت سے جس طرح کا ماحول امت مسلمہ میں بنایا جاسکتا ہے اس کی مثال سیکولر، جمہوریت پسند اور ترقی یافتہ ممالک میں بھی نہیں مل سکتی۔ آج ایم کیو ایم کو امید ہے کہ برطانیہ کے جیوری سسٹم میں ان کے قائدین سزا سے بچ سکیں گے۔ وکلاء نے جناب الطاف بھائی کو سوالوں کے جواب میں نو کمنٹ کا مشورہ دیا۔ عدالتی سسٹم کی بنیاد ہم مسلمانوں نے رکھی تھی۔ دنیا کی بادشاہتوں قیصر وکسریٰ کی حکومتوں میں عوام کو یہ حق نہیں تھا کہ بادشاہوں کو بھی اپنے حق کیلئے عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کرسکیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جو ماحول قرآن کی رہنمائی اور اسوہ حسنہ کے ذریعے تشکیل دیا تھا اس کا نتیجہ یہ تھا کہ حضرت عمرؓ سے پوچھا گیا کہ ہمیں جو چادر ملی وہ ہمارے لئے کافی نہیں تو آپ کا کُرتا کیسے بنا؟۔ حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے سے جواب دینے کا کہا تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے وضاحت فرمائی کہ میں نے اپنے حصے کی چادر اپنے ابو کو دی۔ حضرت علیؓ نے اپنے دور خلافت میں اپنا مقدمہ ایک یہودی کے خلاف قاضی شریح کی عدالت میں پیش کیا تو قاضی نے گواہی طلب کرلی اور بیٹوں کی گواہی باپ کے حق میں اور غلام کی گواہی آقا کے حق میں ناقابل قبول قرار دی گئی اور زرہ یہ کہتے ہوئے یہودی کے حوالے کیا گیا کہ حضرت علیؓ کی گواہی قابل قبول نہیں اگرچہ اپنے دل سے وہ سمجھ رہا تھا کہ زرہ حضرت علیؓ ہی کا ہے۔

یہ واقعہ شیعہ سنی کتابوں میں موجود ہے اور اس کو اسلام کا زبردست کارنامہ بتایا جاتا ہے حالانکہ یہ اسلام کی روح کے بالکل منافی ہے، وہ یہودی

بھی بڑا کم عقل تھا جو مسلمان ہوگیا جس نے اتنا نہیں سمجھا کہ جو قاضی اور اسلام وقت کے خلیفہ کو انصاف نہیں دے سکتا اس کو قبول کر کے مجھے کیا کرنا ہے۔ وہ کم عقل یہودی مسلمان نہ بنتا مگر قاضی اسلام کی روح کے برعکس بے انصافی پر عدالت کی بنیاد نہ ڈالتا۔ بتایئے کیا قاضی شریحؒ کو حضرت علیؓ سے زیادہ پتہ تھا کہ بیٹوں اور غلام کی گواہی قابل قبول نہیں؟۔ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جب مسلمان اچھے اور نیک تھے تو بیٹوں کی گواہی قابل قبول تھی اور جب دور بدل گیا تو گواہی قابل قبول نہ رہی۔ فقہاء نے اسلام کو سمجھا ہوتا تو عدالت کی ٹیڑھی بنیاد کو پکا کرنے کے بجائے سیدھی کرنے کی کوشش کرتے۔ غسل کے فرائض اور طلاق کے معاملات میں بنیادی اختلافات و تضادات گھڑنے والے مجتہدین کو یہ پتہ ہوتا کہ اجتہاد کا تعلق شریعت سازی سے نہیں بلکہ اولی الامر اور عدالت کے قاضی کا فیصلہ اور ججمنٹ ہی اجتہاد کہلاتا ہے۔ جب ایک صحابیؓ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا گیا تو ان سے پوچھا گیا کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کیسے کروگے؟ عرض کیا کہ قرآن سے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر قرآن میں نہ ملے تو؟ عرض کیا سنت سے۔ فرمایا کہ اگر سنت میں نہ ہو تو؟ عرض کیا کہ خود اپنے دل کی کوشش سے۔ جس پر رسول اللہ ﷺ نے اللہ کا شکر ادا فرمایا تھا۔ قرآن میں بھی اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم ہے اور اولی الامر کی اطاعت کا بھی حکم ہے لیکن اس کے ساتھ اختلاف کی گنجائش بھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی ایک حیثیت اپنے وقت میں اولی الامر کی بھی تھی۔ صحابہ کرامؓ نے جن معاملات میں رسول اللہ ﷺ سے اختلاف کیا تھا وہ اولی الامر ہی کی حیثیت سے جائز تھا، ورنہ صلح حدیبیہ اور دیگر معاملات میں میں حضرت علیؓ اور دیگر صحابہؓ کو اختلاف رائے کا حق کہاں سے ہوسکتا تھا؟۔

حضرت داؤد علیہ السلام اپنے وقت کے نبی اور حکمران تھے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے مختلف معاملات میں چھوٹے ہونے اور بیٹے ہونے کے باوجود نہ صرف اختلاف کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو زیادہ فہم عطا کرنے کا اظہار بھی فرمایا۔ مولانا رشید احمد گنگوہی دارالعلوم دیوبند کے اکابرین میں سے تھے، مولانا یوسف بنوری کے استاد مولانا انور شاہ کشمیری کے استاد حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن تھے اور شیخ الہند کے استاد مولانا گنگوہی تھے۔ مولانا گنگوہی نے فتاویٰ رشیدیہ میں لکھا ہے کہ حقہ نوشی مکروہ ہے اور مولانا یوسف بنوریؒ کے ایک شاگرد مولانا سلیمان نے تمباکو نوشی کو حرام قرار دیتے ہوئے ایک کتاب لکھی ہے اور اس پر وہ آیت لکھی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان کو زیادہ فہم عطا کرنے کا ذکر کیا ہے۔ سورہ دخان سے سگریٹ نوشی کی حرمت ثابت کرنا ایسا بھی نہ تھا جیسے سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے ایک دوست نے لکھا تھا کہ طالب علمی کے زمانے میں استاد نے سردی کی وجہ سے تسلے میں آگ منگوائی تو تسلا گرم ہوا، اور میری چیخ نکل گئی۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے میرے ہاتھ سے تسلا لیا اور کچھ دیر کے بعد جب برداشت نہ ہوسکا تو ہوا میں اچھالا اور کہا کہ تصلیٰ ناراً حامیۃ گرم آگ پہنچی۔

جب ایک قوم کی فصل کو دوسری قوم کے جانوروں نے نقصان پہنچایا تو حضرت داؤد علیہ السلام نے قیمت لگا کر فیصلہ کیا کہ جانور فصل والوں کے حوالہ کئے جائیں، حضرت سلیمان علیہ السلام نے عرض کیا کہ اس طرح سے ایک قوم اپنے کسب سے بالکل محروم ہوجائے گی، یہ فیصلہ میں کرتا ہوں۔ چنانچہ فصل اس وقت تک جانور والوں کے حوالے کی کہ محنت مزدوری کر کے اس کو اپنے حال پر لائیں اور جانور فصل والوں کے حوالے کئے کہ جب تک اس کے دودھ، اون اور گوبر کا فائدہ آپ اٹھائیں۔ جب فصل تیار ہوجائے تو فصل والوں کے حوالے اپنی فصل کی جائے اور جانور انہی کے حوالے کئے جائیں جس کے ہیں۔ یوں جانور والوں کو بے احتیاطی کی سزا بھی ملے گی اور وہ اپنی معیشت سے بالکل محروم بھی نہیں ہوں گے۔ اگر دنیا کے سامنے قرآن وسنت کا یہ فیصلہ پیش کیا جائے تو عدالتوں میں اس کو بنیاد بنایا جائے گا۔ جہاں تک اجتہاد کی تقلید کا سوال ہے تو جس اجتہاد کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں درست قرار دیا ہے اس کی تقلید بھی جائز نہیں۔ آج کسی شہر میں نرسری والے کے پودوں کو کسی کے جانور نقصان پہنچائیں اور یہی فیصلہ ہو تو نرسری والے ہاتھ جوڑ کر کہیں گے کہ ہم سے جرمانہ بھی لے لو لیکن خدارا جانور ہمارے ذمہ مت لگاؤ۔ جب قرآن کے واقعہ میں زبردست اجتہاد کی تقلید جائز نہیں تو کم عقل دور کے کم عقل فقہاء کی تقلید کہاں سے جائز ہوگی؟۔

کوئی کہہ سکتا ہے یہ کیا کفر بک رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بار بار اپنی اطاعت اور رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور قرآن کے اجتہاد کی کس طرح سے تقلید جائز نہیں؟۔ مثال سے تو عقلمند ہی سمجھ سکتے ہیں جن لوگوں کے دل ودماغ کو تقلید نے بالکل ماؤف کر رکھا ہو ان کے سامنے قرآن ہی کی

واضح آیت پیش کر دیتا ہوں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ الـذیـن اذا ذکـروا بایٰت الله لم یخروا علیها صماً و عمیاناً ’’یہ وہ لوگ ہیں جن کے سامنے اللہ کی آیات کا ذکر کیا جاتا ہے ان پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گر پڑتے‘‘۔ اگر صحابہ کرامؓ کی ایسی تربیت نہ کی جاتی تو وہ متزلزل ہو کر اسلام کو بھی چھوڑ بیٹھتے۔ بدر کے قیدیوں پر فدیہ لینے کے حوالے سے ڈانٹ پڑی تو احد میں معمولی شکست کا بدلہ لینے کیلئے بڑے غم وغصہ کا اظہار کیا اور سخت ترین انتقام کا نشانہ بنانے کا حلف اٹھایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ’’اگر تمہیں زخم پہنچ چکا ہے تو تم سے پہلے ان کو بھی پہنچا ہے۔‘‘ ’’کسی قوم کے انتقام کا جذبہ اس حد تک نہ لے جائے کہ اعتدال سے ہٹ جاؤ۔‘‘ اور ’’جتنا انہوں نے کیا ہے اتنا ہی تم بھی کرو، اور اگر معاف کرو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے، اور معاف ہی کرو، اور معاف کرنا بھی میری توفیق کے بغیر تمہارے لئے ممکن نہیں۔‘‘ قرآن میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی براہ راست رہنمائی کا سلسلہ جاری تھا۔ روزے کا تصور قرآن میں طلوع فجر سے مغرب تک دیا گیا ہے لیکن جہاں چھ ماہ تک دن رہتا ہے وہاں قرآنی آیت پر بہرے اور اندھے ہو کر گرنے والا کوئی عقل مند نہ ہوگا، قرآن کی اندھی تقلید کی نہیں تو علماء کی اندھی تقلید جائز ہے کیا؟۔

حدیث میں یہ واقعہ موجود ہے کہ دو عورتیں جنگل میں لکڑیاں کاٹنے کیلئے گئی تھیں دونوں کے پاس اپنے اپنے بچے بھی تھے۔ ایک کا بچہ بھیڑیا لے گیا اور وہ تیز طرار تھی۔ اس نے دوسری کا بچہ اٹھالیا، جب حضرت داؤد علیہ السلام کی دربار سے فیصلہ طلب کیا تو انہوں نے اسی تیز طرار کے حق میں فیصلہ دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ فیصلہ میں کروں گا۔ دونوں کے دلائل اور باتیں سننے کے بعد فرمایا کہ میں کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکا ہوں لہٰذا بچے کو دو ٹکڑے کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ آدھا ایک کو ملے گا آدھا دوسری کو۔ جس کا بچہ نہیں تھا وہ اس انصاف پر راضی ہوگئی اور جس کا تھا وہ دستبردار ہوگئی اور کہا کہ میں نے جھوٹ بولا تھا یہ بچہ میرا نہیں اسی کا ہے اسی کو دے دیا جائے۔ دستبردار ہونے کے باوجود بچہ جس کا تھا اسی کے حوالے کیا گیا۔ اس ججمنٹ اور اجتہاد سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ اگر کوئی اپنے حق سے دستبردار بھی ہوجائے تو جج نے اپنی ایمانداری سے وہی فیصلہ کرنا ہے جس کو وہ حق سمجھتا ہو۔ کسی طاقتور گروپ، جماعت اور شخص کے سامنے کوئی کمزور اور ناتواں اپنے حق سے دستبردار بھی ہو تو بھی عدالتوں کا کام اپنی اجتہادی صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر کمزور تک پہنچانا ہے۔ جب ہمارے وزیر اعظم نواز شریف پرویز مشرف کے دور میں کمزور اور زیر عتاب تھے تو عدالت نے فیصلہ بھی ان کے خلاف دیا اور جب صورتحال بدل گئی تو عدالت کے انہی ججوں نے اپنا سابقہ فیصلہ بھی غلط قرار دے کر تبدیل کیا۔ طاقتور اور دہشت گرد کو عدالت کے جج گواہی نہ ہونے کی رعایت دیکر چھوڑ دیتے ہیں۔

مجھے عدالتیں ہی نہیں پولیس، فوج، ہیلتھ، سول بیوروکریسی اور حکومت وریاست کے تمام اداروں کا تھانہ سے لے کر پارلیمنٹ تک تہہ دل سے قابل احترام لگتے ہیں، جب سب سے بدترین نظام آل فرعون کی طرف سے لونڈی بنانے کو بھی انقلاب نہیں قرآن وسنت میں اصلاح واحترام سے ختم کیا گیا تو ہمارے ریاستی ڈھانچے کو بدلنے کیلئے بھی بدرجہ اولیٰ عزت واحترام کے ساتھ تبدیل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اگر یہ درست سمت پر چل رہے ہیں تو اصلاح کے بجائے ان کو مستحکم کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ اگر یہ تھوڑا بہت قانون کا دباؤ بھی ان اداروں کی وجہ سے نہ ہوتا تو شاید پاکستان میں لوگوں کی عزتیں بھی محفوظ نہ رہتیں۔ لیڈر شپ جو خود کو سیاسی اور جمہوری سمجھتے ہیں جس طرح سے ایک دوسرے کو للکارتے ہیں الحفیظ والامان۔ ہماری عدالتوں کے اندر اکثریت ان ججوں کی ہوتی ہے جنہوں نے ساری زندگی وکالت کی پریکٹس کی ہو۔ محترمہ عاصمہ جہانگیر، اعتزاز احسن، علی احمد کرد، جسٹس طارق اور حامد خان وغیرہ کو اگر یہ بات سمجھ میں آجائے تو سب سے پہلے عدلیہ کی اپنی اوقات بدلنے کیلئے قانون اور گواہی کو ججوں کے ہاتھ پیر باندھنے کے بجائے اجتہاد کی حقیقت کو اجاگر کریں تاکہ جج اپنے ضمیر کے مطابق جلد از جلد فیصلے کر کے قوم کو انصاف مہیا کریں اور لوگوں کے اعتماد کو ریاستی اداروں پر بحال کریں۔ جتنے پیسے اور وقت کا ضیاع لوئر کورٹ، سیشن، ہائی اور سپریم کورٹ تک لوگوں کو اپنا حق لینے کیلئے کرنا پڑتا ہے اس سے بہت کم وقت اور پیسوں میں کراچی سے لے کر وزیرستان تک پرائیویٹ جماعتیں اور تنظیمیں لوگوں کو دلاتی ہیں۔ سابق چیف جسٹس سعید الزماں صدیقی نے بھی ایسا ہی کوئی ادارہ کھولا ہے جس میں عدالتوں میں جانے کے بجائے کم وقت اور کم پیسے میں فیصلہ ہوسکے۔ ہمارے ایک عزیز پیر فاروق شاہ مرحوم ٹانک میں کچہری کے سامنے بیٹھ کر عدالت میں الجھنے والوں سے کہتے تھے کہ میں کم وقت اور کم پیسوں میں زیادہ انصاف کی بنیاد پر فیصلہ کرا دیتا ہوں۔

ان کو اتنی مقبولیت ملی کہ وکیلوں نے احتجاج کیا کہ کچہری میں ان کی آمد پر پابندی لگائی جائے۔ ہمارا سارا کاروبار اس کی وجہ سے ٹھپ ہو کر رہ گیا ہے۔ اگر عدالتوں سے ظالموں کو اپنے انجام تک پہنچانے کی امید ہوتی تو ہمارے ملک میں فوجی عدالتیں کیوں بنتیں؟۔ بندوق بردار بلوچوں کے سرغنہ قمر بلوچ کو سیکیورٹی ایجنسی نے پکڑلیا تو عدالت نے رہا کردیا، ایسے میں قانون کی حکمرانی پر سیکورٹی ایجنسی کا کیسے اعتماد ہو سکتا ہے کہ مجرم کو پھانسی پر چڑھانے کیلئے گواہی کی ضرورت ہو، اوران کو چھوڑ دیا جائے اور بندوق بردار سیکیورٹی اہلکاروں، مخالفین اور جمہوری لوگوں کو گولیوں کا نشانہ بنائیں؟۔

وکیل حضرات ایک باعزت پیشے سے وابستہ ہوتے ہیں، قائداعظم محمد علی جناح اور علامہ اقبال بھی وکیل تھے، قانون سے واقفیت اور ہر قسم کے لوگوں کے کام آنے کی وجہ سے اگر کوئی سلجھا ہوا طبقہ ہے تو وکلاء حضرات کا ہے لیکن جس طرح بدکار عورتوں کی دلالی کو باعزت پیشہ قرار نہیں دیا جاسکتا، اس سے بڑھ کر ظالم اور بدمعاش طبقات اور افراد کی غلط وکالت کرنے سے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ اگر دولت کے بل بوتے پر قابل وکیل کی خدمات حاصل کی جاتی ہوں تو پھر غریب طبقہ کو انصاف کہاں سے ملے گا؟۔ اگرچہ وکیلوں کو بھی عدالتوں سے یہ شکایت ہے کہ عدالتوں میں جج وکیل کی قابلیت کو نہیں اس کے سیاسی ومعاشرتی اثر ورسوخ کو دیکھ کر ان کے حق میں فیصلے دیتے ہیں۔ علامہ اقبال کے صاحبزادے جاوید اقبال نے میڈیا پر بتایا کہ ایک جج دونوں جانب سے پیسے لے لیتا تھا، اور فیصلہ میرٹ کی بنیاد پر کرتا تھا جس کے حق میں فیصلہ نہیں ہوتا تھا اس کو معذرت کے ساتھ پیسے واپس کردیتا تھا۔ اس کو قابل حیرت سمجھنے کے بجائے یہ دیکھنا چاہیے کہ آخر کار پیسے لینے کے باوجود انصاف تو معاشرے کو مہیا کردیتا تھا اور جب سپریم کورٹ تک پیسہ لگانے کے باوجود انصاف نہ ملے تو یہ المیہ اس سے بھی زیادہ ہے۔ بعض اوقات جس جائیداد اور رقم کی خاطر مقدمہ کیا جاتا ہے اس سے کئی گنا زیادہ انصاف لینے کیلئے عدالتوں میں خرچے ہوتے ہیں۔

حضرت علیؓ کے دور میں قاضی شریح کی عدالت نے وقت کے خلیفہ کے خلاف فیصلہ دے کر دنیا میں اسلامی اقتدار کا راستہ ہموار کیا کیونکہ ایک طرف وقت کا حکمران ہو اور دوسری طرف ایک مغضوب یہودی، اس دور میں ہی نہیں موجودہ دور میں بھی مسلم اور غیر مسلم حکمرانوں کے ہاں ایسی مثال نہیں ملتی لیکن جس عدالتی نظام کی بنیادیں مسلمانوں نے رکھی تھیں، جب اس میں ٹیڑھا پن آگیا تو اس کو قیامت تک کوئی دوسری قوم سیدھا نہیں کرسکتی جب تک کہ مسلمان ان بگڑی ہوئی بنیادوں کو خود سیدھا نہ کریں۔ معروف اسکالر پروفیسر احمد رفیق اختر بجا فرماتے ہیں کہ ''اگر صحابہ کرامؓ سے اعتماد اٹھ گیا تو رسول اللہ ﷺ پر اعتماد نہیں رہے گا اور اگر رسول اللہ ﷺ سے اعتماد اٹھ گیا تو قرآن پر اعتماد نہیں رہے گا''۔ شیعہ سنی کی فرقہ وارانہ فضاؤں میں اس طرح کے بیانات خوش آئند ہیں لیکن کیا محض بیان بازی سے کسی کے اعتقادات کو جبر وتشدد کے راستے سے درست کیا جاسکتا ہے؟۔ عقیدت کا اظہار کرنے سے صحابہ کرامؓ کا دفاع ہوجائے گا؟ اور یہ شکر ہے کہ تسلسل کے ساتھ موجودہ دور کے لوگوں سے صحابہ کرامؓ اور اللہ تعالیٰ تک کوئی سلسلہ نہیں باندھا گیا کہ موجودہ دور کے علماء کا تسلسل اوپر تک جڑا ہوا ہے ورنہ مشکل ہوجاتا۔

رسول اللہ ﷺ کا اسوہ حسنہ ہم نے اس انداز میں پیش کرنا ہے جو حقائق کے عین مطابق ہو۔ تاکہ کسی پیر، مولوی، اسکالر اور مذہبی طبقات کے تمام افراد کو اپنے تقدس کے لبادے میں چھپنے کا موقع نہ ملے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ پر بہتان عظیم لگایا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے انتہائی اقدام اٹھانے کے بجائے اپنے ساتھیوں سے مشاورت کی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کسی بھی عام پاکدامن خاتون پر بہتان کی جو سزا مقرر کی وہی ان بہتان لگانے والوں کو دی گئی۔ جب حضرت ابوبکرؓ نے قسم کھائی کہ بہتان لگانے والے ایک رشتہ دار حضرت مسطحؓ پر آئندہ کبھی مالی احسان نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے سورہ نور میں فرمایا کہ تم میں سے جو مالدار ہیں ان کیلئے یہ ہرگز مناسب نہیں کہ وہ غریبوں کی مدد سے ہاتھ روک لیں۔ غلام احمد پرویز نے یہ انکار کیا ہے کہ بہتان عظیم حضرت عائشہؓ پر لگایا گیا تھا حالانکہ کسی دوسری شخصیت پر اتنا بڑا بوجھ ڈالا جاتا تو شاید وہ برداشت بھی نہ کرپاتے۔ رسول اللہ ﷺ کے اس اسوہ حسنہ کی ایک نہیں بہت سی مثالیں ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو سرخروئی عطا فرمائی اور لوگوں کیلئے اس کو اعلیٰ نمونہ قرار دیا۔ حضرت امیر حمزہؓ کا کلیجہ نکالنے والے وحشی اور چبانے والی حضرت ہندؓ کو اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی دولت سے نوازا، رسول اللہ ﷺ سے چہرہ دیکھنا گوارہ نہیں ہوتا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے ایک اعلیٰ مثال قائم کردی۔ مدینہ منورہ میں رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی نے سخت گستاخانہ لہجہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنایا، جس پر نبی

ﷺ نے انصار کے سردار حضرت سعد بن عبادہؓ سے شکایت کردی۔ حضرت سعدؓ نے عرض کیا کہ درگزر فرمایئے، اس کو اس بات کی جلن ہے کہ اگر آپ تشریف نہ لاتے تو مدینہ کا سردار اسی نے بننا تھا۔ (صحیح بخاری)

ایک مرتبہ ایک خاتون دونوں ہاتھوں اور پیروں سے ناچ رہی تھی، مجمع کھڑا تھا، صحابہ کرامؓ تماشہ دیکھ رہے تھے، رسول اللہ ﷺ بھی تماشہ دیکھنے کھڑے ہوگئے، حضرت علیؓ اور حضرت ابوبکرؓ بھی ساتھ میں کھڑے ہوگئے، جب حضرت عمرؓ کو اس خاتون نے آتے ہوئے دیکھا تو بھاگ گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عمرؓ سے شیطان بھی بھاگتا ہے۔ عدل وتوازن کی زندگی نبی پاک ﷺ کے اسوہ حسنہ سے سیکھی جاسکتی ہے۔ آج ٹی وی میں کسی اشتہار کی جھلک سے صوفیا اور علماء کا ایمان ٹوٹ جاتا ہے لیکن رسول اللہ ﷺ نے ایسے کمزور ایمان کی تعلیم اپنے اسوہ حسنہ سے نہیں دی تھی اور یہ شکر ہے کہ حضرت عمرؓ کی آمد پر وہ خاتون بھاگ گئی نہیں تو صوفیائے کرام اور علماء حضرات اپنے ایمان کو تقویت دینے کیلئے سیرت نبوی ﷺ کے حوالہ دے کر خواتین کے اشتہارات دیکھنے میں مصروف کار رہتے۔ اسلام عدل وتوازن کا دین ہے اور امت مسلمہ اعتدال اور وسط کی امت ہے۔ میانہ روی کی زندگی مسلمانوں کا شعار بنے تو ترقی وعروج کی منازل اور انسانیت کی معراج ہمارے لئے نوشتہ تقدیر ہیں۔ آج اہل تشیع بھی دیوبندی مکتبہ فکر اور اہل حدیث کے نکتہ نظر سے اسلئے بیزار ہیں کہ وہ ہر مذہبی رسم ورواج کو بدعت قرار دیتے ہیں لیکن اہل تشیع یہ بھول جاتے ہیں کہ جس ماتم کو وہ ہر قیمت پر ہر فرض سے بڑا فرض سمجھتے ہیں انہی کے ائمہ اہل بیت نے رمضان میں تراویح اور اجتماعی ختم قرآن کو بھی اسلئے بدعت قرار دیا کہ نوافل میں اجتماع نہیں ہوسکتا، حالانکہ جب رسول اللہ ﷺ نفل نماز پڑھ رہے تھے تو حضرت ابن عباسؓ نے اقتداء کی، اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بیت رضوان کے درخت کو حضرت عمرؓ نے اسلئے کاٹا کہ لوگ زیارت کیلئے اجتماعی بدعت کے مرتکب نہ ہوں۔

اسلام تمام مذاہب اور ان کی عبادت گاہوں کے تحفظ واحترام کا قائل بناتا ہے اور دنیا میں مقبولیت پاسکتا ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مذہبی تعصبات کا خاتمہ کرکے تمام مذاہب کو سند جواز عطا کیا ہے۔ **ان الذین اٰمنوا و الذین ھادوا والنصٰریٰ و الصابئین من اٰمن باللہ و الیوم اٰخر و عمل صالحاً فلھم اجر عند ربھم** بے شک جو لوگ مسلمان ہیں اور جو یہودی ہیں اور جو نصاریٰ ہیں اور جو صابئین ہیں جو بھی اللہ پر ایمان لایا اور آخرت کے دن پر اور اچھے عمل کئے تو ان کیلئے اجر ہے ان کے رب کے پاس...... (البقرہ: 62)۔ صابی وہ لوگ تھے جو حضرات انبیاء کرامؑ کو بھی نہیں مانتے تھے، ستارہ پرست تھے، مشرکین مکہ ان کو دین کا منکر سمجھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کو بھی وہ صابی کہتے تھے۔ اسلام نے اس مذہبی تعصب کو ختم کردیا جو مذہبی طبقات نے ایک دوسرے کے خلاف بنا رکھا تھا۔ مذہب کی بنیاد پر جو بھی اللہ پر کسی بھی توسط سے ایمان رکھتا تھا اور اچھا کام کرتا تھا اس کیلئے اچھے ہونے کا فیصلہ فرمادیا اور جو لوگ مذہب کے تعصبات ایک دوسرے کے خلاف اجاگر کرکے اپنی بداعمالی کو چھپاتے تھے ان کے چہروں سے نقاب کو اٹھادیا۔ یہود ونصاریٰ سمجھتے تھے کہ جنت میں کوئی نہیں جائے گا مگر جو یہود یا نصاریٰ ہو اور پھر یہود نصاریٰ کی نفی کرتے تھے اور نصاریٰ یہود کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کی مثال بھی ایسی ہے جو علم نہیں رکھتے وہ بھی یہی بات کرتے ہیں۔ آج مسلمان بھی یہود ونصاریٰ کی طرح فرقوں میں تقسیم ہوکر پہلے دوسروں کو جنت کے قابل نہیں سمجھتے اور پھر خود بھی ایک دوسرے کی نفی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم آگ میں داخل نہیں ہوں گے مگر گنتی کے چند دن۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی اس روش کی تردید فرمادی ہے تو نہ جانے مسلمان کیوں ان کے نقش قدم پر چل کر **کل حزب بما لدیھم فرحون** (ہر گروہ جس پر ہے اس پر خوش ہے) کا مظاہرہ کررہے ہیں۔ اگر اس آیت میں مسلمان اتنی گنجائش پیدا کردیں کہ دیوبندی، بریلوی، شیعہ اور اہل حدیث خود کو مسلمان سمجھ کر دوسروں کو یہود نصاریٰ اور صابئین کی جگہ پر رکھ کر عمل صالح کرنے والے افراد کو اللہ کے ہاں اجر کا مستحق گردانیں تو بھی ان کی بڑی مہربانی ہوگی۔ یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ جس قرآن نے ہمارے اندر اتنی وسعت پیدا کردی تھی کہ ہم دنیا بھر کے مذاہب میں اچھے لوگوں کے بارے میں اچھا گمان رکھ سکتے تھے خود ایک دوسرے کے بارے میں بھی اچھے اعمال کے باوجود بھی کافی حد تک بدگمان ہیں کہ ان کا عقیدہ درست نہیں، عمل کا صلہ نہیں اور خود کو بدعمل ہوکر بھی چند گنتی کے دن سے زیادہ عذاب کا مستحق نہیں سمجھتے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ من یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ ''جو ذرہ کی برابر خیر کرتا ہے اس کا بدلہ دیکھے گا اور جو ذرہ برابر شر کرتا ہے اس کا بدلہ دیکھے گا۔'' نبی اکرم ﷺ کے چچا ابولہب نے نبی ﷺ کی پیدائش پر خوشخبری سنی تو اپنی لونڈی ثوبیہؓ آزاد کر دی اور جب نبی ﷺ نے نبوت کا اعلان کیا تو انتہائی گستاخانہ سلوک کیا، جس پر سورۂ لہب نازل ہوئی تبت یدا ابی لھب ابولہب کے دونوں ہاتھوں کی قرآن میں تباہی کی خبر کے بعد کوئی گنجائش رہ جاتی ہے کہ جس ہاتھ کی انگلی کے اشارہ سے لونڈی کو آزاد کرنے کی نیکی کی تھی، اس کا بدلہ پائے؟۔ بخاری شریف میں ابولہب کی اس انگلی کی نیکی کا بدلہ ملنے کا ذکر ہے، جو لوگ قرآن سے ٹکراؤ کیلئے احادیث کو عجم کی سازش قرار دیتے ہیں وہ ضرور کہیں گے کہ اس حدیث کا مقصد سورۂ لہب کی آیت سے تصادم ہے لیکن وہ یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ یہ آیت کی صحیح تفسیر ہے کہ ہاتھوں کی کمائی سے تباہی اپنی جگہ لیکن کافر ہونے کے باوجود اچھے عمل کا فائدہ قرآن کے مطابق ضرور ملے گا، اگر ابولہب نبی ﷺ کی گستاخی نہ کرتا تو خود بھی اس نیکی کو رائیگاں نہ سمجھتا بلکہ اطاعت اور اسلام میں آگے نکلتا تو اس ہاتھ کے اشاروں کی ہوسکتا ہے کہ قرآن میں تقدس کی قسمیں کھائی جاتیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع و بیع و صلوٰت و مسٰجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیراً ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز O (الحج:40)''اور جن لوگوں کو ان کے علاقوں سے حق کے بغیر نکالا گیا، مگر وہ یہ کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے، اور اگر اللہ تعالیٰ قوت مدافعت کے ذریعے سے بعضوں کی بعض سے دفاع نہ کرتا تو گرادیئے جاتے خانقاہیں، مدرسے، عبادت خانے اور مسجدیں جن میں اللہ کا نام کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے۔ اور اللہ ضرور مدد کرے گا جو اس کی مدد کرے بیشک اللہ تعالیٰ طاقتور اور زبردست ہے''۔ گذشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مقدم کرکے دوسرے مذاہب کی فہرست بتائی، اس آیت میں دوسرے مذاہب کی عبادت گاہوں کی فہرست کا پہلے ذکر کرتے ہوئے آخر میں مسلمانوں کی مساجد کا ذکر کیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے نام لے لے کر تمام مذاہب کے نیک لوگوں کی تائید اور تمام مذاہب کی عبادت گاہوں کو قدرتی مدافعت کے ذریعے سے محفوظ بنانے کی بات سیاست نہیں دین و مذہب کی بنیاد پر کی ہے تو پوری دنیا کے مذاہب کیلئے اس سے بڑھ کر خوشخبری اور قابل قبول قانون اور کیا ہوسکتا ہے؟۔ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ ابن ابی کا نماز جنازہ پڑھایا تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ایسے منافق کا جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا لیکن منافقوں کی فہرست راز میں رہی اور کسی ایسے منافق کی بات صحابہ کرامؓ میں نہیں چلی جس کا جنازہ پڑھنے سے کسی نے انکار کیا ہو۔ یہ حکم بھی رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرکے نازل کیا گیا تھا۔ حبشہ کے عیسائی بادشاہ نجاشی مسلمان نہ تھے لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی تھی۔

نماز جنازہ دعا ہے اس میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی جاتی لیکن خواجہ سراؤں کی نماز جنازہ کا راز

اہل حدیث نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی نماز فاتحہ کے بغیر نہیں ہوتی۔ ان کو یہ سمجھ میں نہیں آتا جو ہمارے ایک ساتھی فیروز چھیپا نے اپنے ایک اہل حدیث دوست کے ہاں نماز جنازہ میں جب شرکت کی اور مولوی نے اعلان کیا کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی تو اس نے اپنے قریبی شخص کے کان میں کہا کہ پھر رکوع اور سجدے کے بغیر کوئی نماز کیسے ہوتی ہے؟۔ اس اہل حدیث نے کہا کہ آپ نے ایسی بات کی جس سے میں ہل کر رہ گیا۔ احناف اور دوسرے فقہاء کے نزدیک نماز جنازہ کی دعا میں بھی اختلاف ہے اور اہل تشیع کے نزدیک نماز جنازہ کیلئے وضو کرنا بھی ضروری نہیں اسلئے کہ یہ محض دعا ہے اصطلاحی معنی میں نماز نہیں۔ اہل تشیع کو اپنا مسلک معلوم ہوجائے تو ان کا یہ اعتراض ختم ہوجائے گا کہ رسول اللہ ﷺ کی میت پر صحابہ نے اجتماعی نماز جنازہ پڑھنے کے بجائے ٹولیوں کی صورت میں درود وسلام کیوں پڑھا؟۔ ایک صحابیؓ جو مسجد کی خدمت کرتے تھے اور وہ تیسری جنس سے تعلق رکھتے تھے یعنی مرد اور عورت نہیں تھے۔ فوت ہونے کے بعد لوگوں نے دفن کردیا تو رسول اللہ ﷺ نے چند دن بعد پوچھا، جب بتایا گیا کہ فوت ہوا، اور اجتماعی دعا یا جنازہ کی ضرورت بھی نہیں سمجھی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے قبر پر جاکر یہ فریضہ ادا فرمایا۔

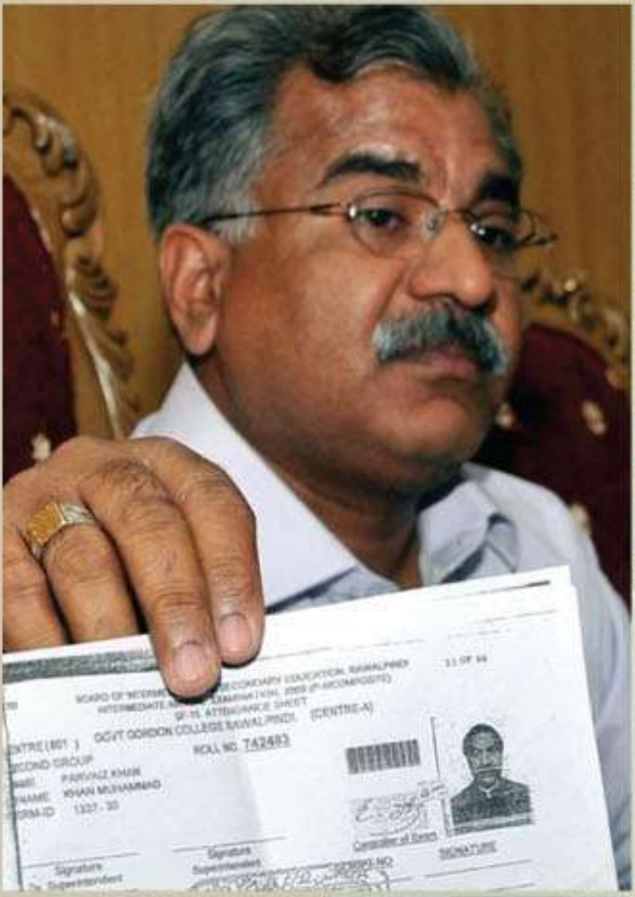

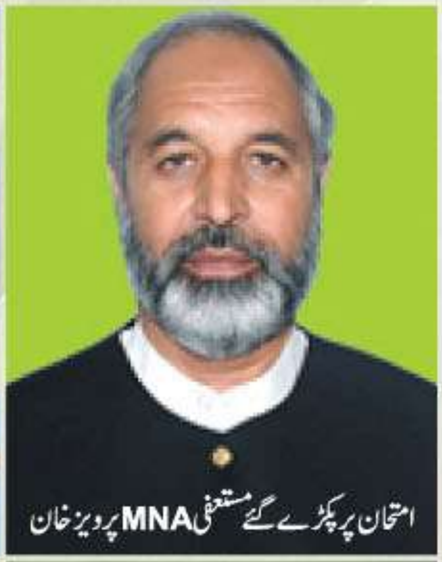
امتحان پر پکڑے گئے مستعفی MNA پرویز خان

رؤف کلاسرا

اخیر به خــوار شی عــربانو
په مسافرو باندي مه کوی ظلمونه

سلیم صافی

آغا راحت تبلیغی اجتماع میں شرکت کریں گے

صابر شاکر

کراچی پر عذاب کچی بستیوں کے ان باسیوں کی وجہ سے ہے جن کو عید قربان پر اوجھڑی ملے تو بھی غنیمت
سچ کا سفر
رمضانو کچی بستی، کراچی
NEWS 1

عتیق گیلانی اپنے دوست ڈاکٹر سید وقار حیدر شاہ اور ڈاکٹر احمد جمال صدیقی کے ہمراہ

زوہیب بلوچ، قاضی حماد بلوچ، ابوبکر گیلانی، جمیل بلوچ (پوتا خطیب مولانا عمر بلوچؒ)

بہت سے لوگ اس راز سے واقف نہیں کہ خواجہ سراؤں کی کھل کرنماز جنازہ پڑھنے کی روایت معاشرے میں کیوں موجود نہیں ہے۔ اگران کو حدیث کا پتہ چل جائے تو وہ یہی کہیں گے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صحابہؓ ستاروں کے مانند ہیں جس کی بھی اقتداء کروگے نجات پاؤگے۔ صحابہ نے بھی ایسے فرد کی جنازہ پڑھنے کو ضروری نہیں سمجھا تھا لیکن حقائق اس سے مختلف ہیں۔ فقہ کی دنیا میں یہ پڑھایا جاتا ہے کہ اگر خواجہ سرا پچاس فیصد سے زیادہ مرد ہو تو اس کا جنازہ مردوں والا ہوگا اور اگر پچاس فیصد سے زیادہ عورت ہو تو عورتوں والا جنازہ پڑھایا جائے گا اور اگر پچاس پچاس فیصد مرد و عورت ہو تو اس مشکل خنثی کا جنازہ کیسے پڑھا جائے گا یہ بہت مشکل مسئلہ ہے جس کو آج تک صدیوں سے کوئی حل نہ کرسکا۔ اس کی مثال ابوالاسود دوئلی سے دیتے ہیں جو ایک معروف اور معتبر عالم دین تھے، جو پچاس پچاس فیصد تھے۔ اس کی بیوی بھی تھی جس سے اس کے بچے تھے اور شوہر بھی تھا اس سے بھی اس کے بچے تھے۔ غالباً اسلامی دنیا کا یہ پہلا مولوی تھا اور اگر یہ کہا جائے کہ اس کے بیوی کے بچے اور شوہر کے بچے مختلف فرقوں میں علماء کے مختلف طبقات بن گئے، آخر کار علماء و مفتیان کے آباؤ اجداد کا نسب بھی کہیں تو کسی سے ملتا ہوگا۔ موجودہ دور میں بھی اس شعبہ کیلئے سب سے بہترین کردار کھدڑے ہی ادا کرسکتے ہیں اگر ان کو تعلیم و تربیت دی جائے تو جو پچاس فیصد سے زیادہ مرد ہوں وہ بچوں کو تعلیم دیں اور جو پچاس فیصد سے زیادہ عورتیں ہوں وہ بچیوں کو تعلیم دیں۔ جنسی ہوس سے بھی مذہبی طبقات محفوظ ہوں گے۔

جب مرد اور عورت کی نماز جنازہ کی دعا میں کوئی فرق ہی نہیں ہے تو پچاس پچاس فیصد کے حوالے سے اختلافات بھی مذہبی بحث سے زیادہ فضول بکواس معلوم ہوتے ہیں۔ قرآن وحدیث کی تعلیم کیلئے جب ابوالاسود دوئلی نے اپنا کردار بھی ادا کیا اور بڑی عزت بھی کمائی تو خواجہ سراؤں کو کسی معیوب پیشے کی طرف دھکیلنے اور معاشرے کو تباہ کرنے کے بجائے مساجد، مدارس اور خانقاہوں کی خدمات ہی سونپ دی جائیں تو جنسی بے راہ روی کے علاوہ موروثی بنیادوں پر ایک دوسرے سے لڑنے والے علماء و مفتیان اور مدارس کے ارباب اہتمام بہت سے جھگڑوں سے بھی بچ جائیں گے۔ مجھے نہیں گمان کہ فقہ کی دنیا میں بے تاج بادشاہی کرنے والوں کو جب یہ حقائق معلوم ہوجائیں کہ دارالافتاء کی مسندوں پر بیٹھ کرامت کی رہنمائی کے بجائے گمراہی کا کام کرتے رہے ہیں کہ پھر بھی کوئی مفتی اپنی عزت واحترام کا خیال رکھتے ہوئے دارالافتاء کی مسند پر بیٹھ سکے۔ مذہبی مدارس کی بلند و بالا عمارتیں اور پرتعیش رہائشگاہیں اللہ نہ کرے کہ کھنڈر اور ویران بن جائیں۔ علماء و مفتیان حوصلہ رکھیں اور ان خدمات کیلئے تیسری جنس کو تعلیم و تربیت سے نواز کر ایک بہترین معاشرہ قائم کرنے میں اپنا کردار ادا کریں۔

پاکستان سے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہوسکتا ہے

ایران کی شیعہ حکومت صحابہ کرامؓ سے عقیدت نہیں رکھتی اسلئے وہاں سے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز ممکن نہیں ہوسکا ہے۔ طالبان سمجھ بوجھ نہیں رکھتے تھے یا ان کو موقع نہیں مل سکا اسلئے صحابہ کرامؓ سے عقیدت و محبت رکھنے کے باوجود افغانستان میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز ان سے نہیں ہوسکا۔ سعودی حکومت ایک خاندانی ریاست ہے اور جب خاندان میں اختلافات کی نوعیت شدت اختیار کرجائے گی تو ان کا بٹہ بٹھانے کیلئے باہر سے کسی دوسری قوت کی مداخلت کی ضرورت نہ ہوگی بلکہ یہ ایک دوسرے کے ساتھ لڑمر کر حکومت کا تیاپانچہ کردیں گے۔ اسلامی دنیا میں پاکستان واحد وہ ملک ہے جہاں سے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہوسکتا ہے، پاکستانی افواج میں بڑی صلاحیت ہے، عوام میں بڑی جمہوریت ہے، رہنماؤں میں بڑا شعور اور بڑی علمیت ہے۔ اگر پنجاب سے ایک ایسی تحریک اٹھائی جائے جس میں خواتین کے حقوق کو اسلامی بنیادوں پر اجاگر کیا جائے تو نہ صرف پاکستان بلکہ پوری دنیا میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے حوالے سے یہ تحریک کامیاب ہوسکتی ہے۔ جب سینٹ کے انتخابات ہورہے تھے تو محترم صدر مملکت ممنون حسین ظل الٰہی نے راتوں رات قبائلیوں کیلئے ایک آرڈیننس جاری کیا جس میں ارکان کو انتخابات سے اسلئے روکا گیا کہ وہ اپنا ووٹ بیچ رہے تھے۔ اگر کراچی کے دہی بڑے کے بجائے لاہور کے پائے صبح کے ناشتے کیلئے بنانے ہوں تب بھی رات کی تاریکی میں اس قدر عجلت کے ساتھ کسی آرڈیننس کے ذریعے سے فیصلہ کرنا دشوار ہوگا جتنا قبائلیوں کو بکنے سے روکنے کیلئے کیا گیا۔

سیاست میں بکنے کے کلچر کو کس نے فروغ دیا، کس نے نہیں؟ یہ کہانی بھی پرانی ہے لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ بنیاد سے معاملات کو ٹھیک کرنا ہوگا جو قوم اتنی بے غیرت ہو کہ اپنی بچیوں اور بہنوں کے حق مہر کے پیسے کھا جاتے ہوں، ان کیلئے ووٹ بیچنا کونسی بڑی بات ہے؟، پختونوں میں من حیث القوم اس کلچر کا خاتمہ کرنا ہوگا ورنہ غیرت کے نام پر بھی ان کو غیرت دلانی بے کار ہوگی، جب تک یہ بات سمجھ میں نہ آئے کہ غیرت کیا ہے اور اس کے تقاضے کیا ہیں؟، پنجابی پختون سے بھی زیادہ بے غیرتی کا کلچر رکھتے ہیں اسلئے کہ ایک تو بیاہی کیلئے لڑکی لیتے ہیں اور اوپر سے جہیز بھی مانگنے سے نہیں شرماتے، پنجابیوں میں دوسروں کی نسبت جلد تبدیل ہونے کی بھی بڑی صلاحیت ہے، نڈر، بہادر، سمجھدار، انسانیت اور بہت سی خوبیوں کے بھی مالک ہوتے ہیں، اگر خواتین کے حقوق کے حوالہ سے پنجاب کی سرزمین سے ایک موثر آواز اُٹھائی جائے تو جہیز کی لعنت ہی نہیں طلاق کی ملکیت کا تصور بھی دنیا بھر سے ختم کرنے میں دیر نہیں لگے گی، علیحدگی یا طلاق کا کھل کر اظہار کرنے کے بعد عورت کو تین ماہ سے زیادہ انتظار پر مجبور نہیں کیا جاسکے گا اور طلاق یا علیحدگی کا کھل کر اظہار نہ کرنے کی صورت میں عورت کیلئے انتظار کی مدت چار ماہ ہوگی اور بس۔ جب میاں بیوی کے حقوق سے لوگ روشناس ہوں گے تو معاشرتی اور سیاسی کلچر کو تبدیل کرنے میں بھی مشکل نہ ہوگی۔ جب مائیں مملوکہ نہیں منکوحہ ہوں گی تو بچے بھی غلامی کے ماحول میں نہیں آزاد ماؤں کے پیٹ اور گود میں پرورش پا کر غلامی کی زنجیروں کو توڑ سکیں گے۔

یہ عجیب بات ہے کہ جس سیاست میں لوگ اپنے اثر ورسوخ اور رقم خرچ کر کے انتخابات جیتتے ہوں ان سے پارٹیاں وفاداری کی امید کیسے رکھتی ہیں، جبکہ قبائلی علاقہ جات میں ارکان اسمبلی کیلئے نظریاتی بنیادوں پر انتخابات لڑنے کی بھی ممانعت ہے۔ وفاداریاں تو اس وقت بدل سکتی ہیں جب کوئی جماعتی تعلق بھی ہو۔ تحریک انصاف کے رہنما نے آزاد حیثیت سے جمعیت علماء اسلام کے ارکان کے ووٹ خرید کر سینٹ کا الیکشن بھاری ووٹوں سے جیتا تھا۔ پھر جمعیت میں بھی شمولیت اختیار کر لی تھی جس کے وسیلے سے وزارت بھی مل گئی تھی۔ میرے بھائی پیر نثار شاہ سے ایک دور میں کسی نے کہا کہ اگر آپ جمعیت کے ساتھ رہے تو سینٹ کی سیٹ آپ کی کنفرم ہے، میرے بھائی نے کہا کہ ''پہلے میں علماء کرام کی جماعت کو اس لئے نہیں چھوڑتا تھا کہ میرا ایمان خراب نہ ہوجائے اور اب یہ خطرہ محسوس کرتا ہوں کہ اگر ان کے ساتھ رہا تو کہیں ایمان نہ چلا جائے۔'' رحمٰن بابا کا پشتو میں شعر ہے کہ میں رحمان ہر عالم کا خادم ہوں، اعلیٰ ہو، کہ اوسط ہو کہ ادنیٰ۔ مجھے آج بھی ان علماء کرام سے بڑی عقیدت ہے جو عمل کے اعتبار سے نیک، انسان دوست اور اچھی فطرت کے لوگ ہیں، ان کا جس مسلک وفرقہ سے تعلق ہو میرے لئے وہ قابل احترام ہیں۔ جن لوگوں نے مذہب کے لبادے میں نفرتوں کو ہوا دیکر اپنے ایمان کا فریضہ ادا کیا وہ ناسمجھ ضرور ہیں جن کو سمجھانے کی ضرورت ہے ان سے بھی نفرت نہیں کرنی چاہیے۔ البتہ جو پیسے اور مفادات کی لین دین کی خاطر اپنی دنیا وآخرت بھی تباہ کرتے ہیں اور معاشرے کو بھی تباہ کرتے ہیں ان کا راستہ روکنا نہ صرف اپنی آخرت بچانے کا ذریعہ ہے بلکہ اپنی دنیا بچانے کیلئے بھی عوام کو شعور وآگہی دینے کی ضرورت ہے۔

قرآن وسنت اور صحابہ کرامؓ کے بارے میں تفصیل کی گنجائش ہے لیکن جتنا مواد لکھا گیا، اس سے بھی اہل تشیع کا سمجھدار طبقہ اپنا مؤقف بدلنے میں زیادہ دیر نہیں لگائے گا اور اماں عائشہ صدیقہؓ کے سیاسی کردار کی بدولت حضرت زینبؓ نے بھی واقعہ کربلا کے بعد ایک مثالی خاتون کا کردار ادا کیا۔ حضرت حسینؓ نے کربلا میں جو معرکہ آرائی کی اور ان کے ساتھ بہت کم لوگ رہ گئے، حضرت زینبؓ نے ایک خاتون ہو کر لوگوں کے ضمیروں کو جگانے کی کوشش کی لیکن میرا ایمان واعتقاد ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں کربلا سے کئی گنا زیادہ صحابہ کرامؓ کیلئے ہر طرح کی مشکلات تھیں لیکن اس کے باوجود صحابہؓ نے خندہ پیشانی کے ساتھ بڑی تعداد میں مشکلات کے تمام پہاڑوں کو عبور کرلیا۔ ہم نے بھی ایک چھوٹا کربلا اور ماحول کی تبدیلی میں مشکلات دیکھی ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ اور مدینہ کے مہاجر وانصار میں بھائی چارہ قائم کیا تو انصاری بھائی نے یقیناً اپنی بیگمات سے مشاورت کے بعد اپنے بھائی حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو یہ پیشکش کی کہ ہماری ہر چیز آدھی آدھی ہے، میری دو بیویاں ہیں دیکھ لو جو پسند ہو وہ بیوی آپ لے لیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کوئی چیز نہیں لی اور بازار کا راستہ پوچھا اور خود تجارت کرنے لگے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم نے صحابہ کرامؓ کی قربانیوں اور جذبات کو سمجھنے کے بجائے فقہی مسائل وکلیات دریافت کرنے شروع کئے۔ دوسرے فقہاء کو چھوڑیئے اہل حدیث نے لکھا ہے کہ ''اگر کوئی شخص اپنی دو

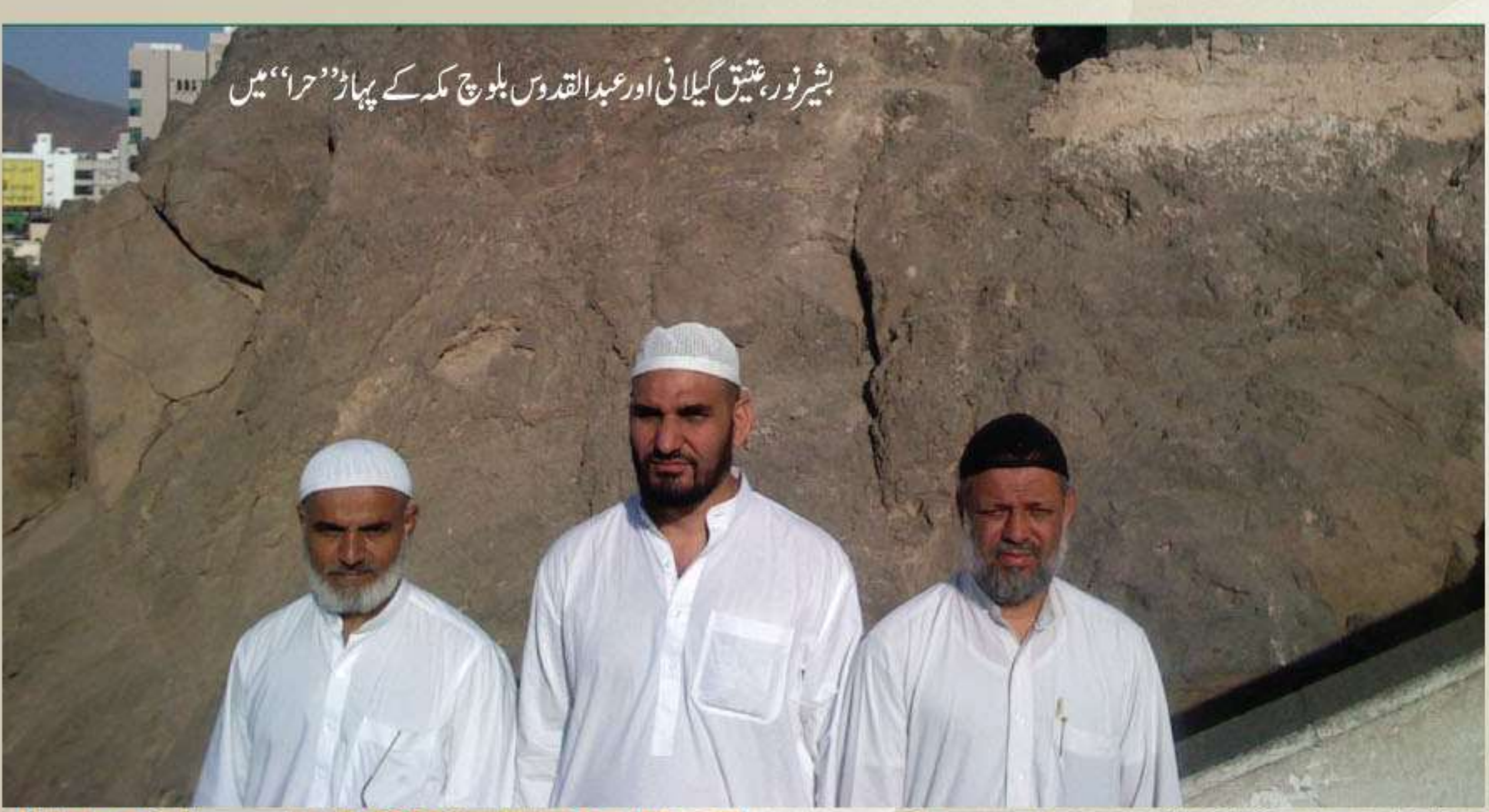

بشیر نور، عتیق گیلانی اور عبدالقدوس بلوچ مکہ کے پہاڑ ''حرا'' میں

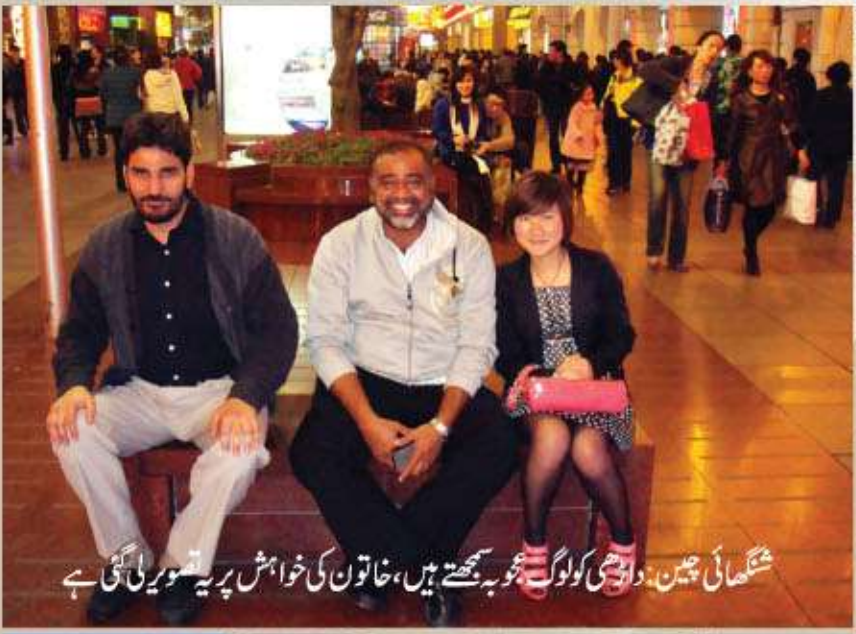

شنگھائی چین: داڑھی کو لوگ عجوبہ سمجھتے ہیں، خاتون کی خواہش پر یہ تصویر لی گئی ہے

جرمنی: عتیق گیلانی، اظہر اور اشرف میمن

ڈزل ڈارف جرمنی

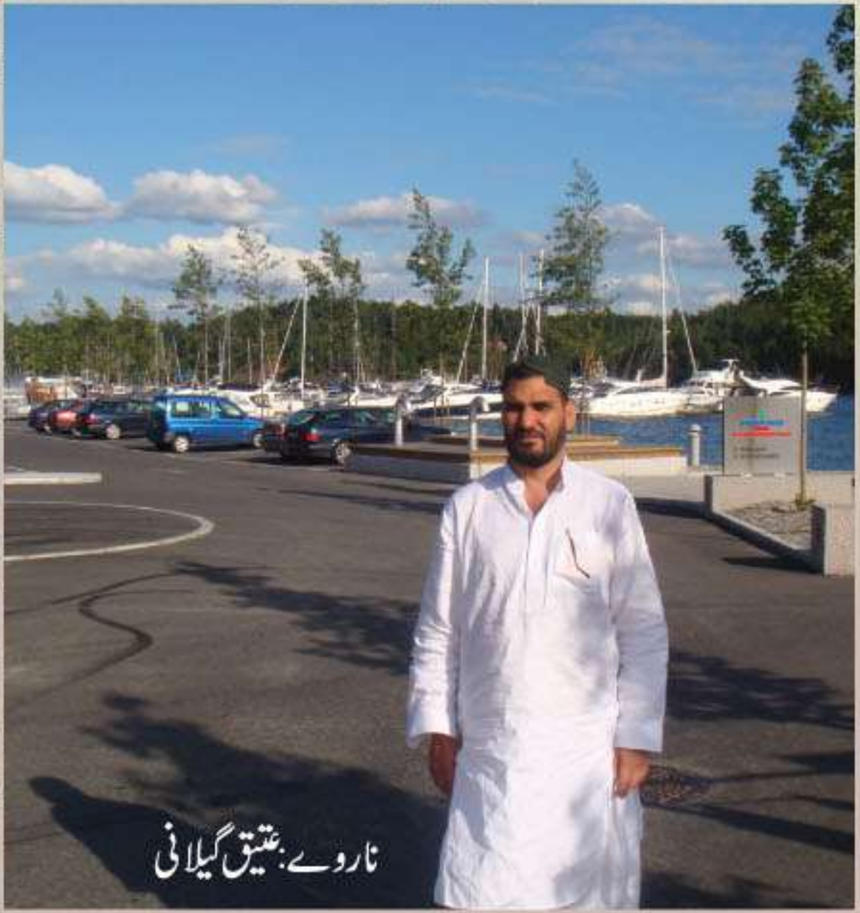

ناروے: عتیق گیلانی

گوادر سے کاشغر شاہراہ......ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کیلئے نیل کے ساحل سے لیکر تا بہ خاک کاشغر

گوادر سے گلگت بالکل سیدھی شاہراہ بنائی جائے جو بندوق کی گولی کی سیدھ پر ہو۔ پشاور اور کوئٹہ سے براستہ کابل نو آزاد مسلم ایشیائی ممالک کو بھی ملایا جائے اور بلوچستان کے دار الخلافہ کوئٹہ اور سندھ کے دار الخلافہ کراچی کو تخت لاہور کے بجائے ناک کی سیدھ میں ملتان اور کالاباغ کے ذریعے اسلام آباد سے موٹروے اور ڈبل ٹریک ریلوے کے ذریعے ملایا جائے تو مسافروں کے وقت کے ساتھ ساتھ گاڑیوں کی فیول کی بھی بہت بچت ہوگی اور یہ تاثر بھی ختم ہوگا کہ پاکستان پر تخت لاہور ہی کی حکومت کا سکہ چلتا ہے اور جب کالاباغ سے صراط مستقیم کے ذریعے سندھ بلوچستان اور پختونخواہ کی عوام کو انسیت ملے گی تو متنازع مسئلہ بھی افہام و تفہیم کے ذریعے سے حل ہو جائے گا۔ گوجرانوالہ کی آبادی بلوچستان سے زیادہ ہے اور آبادی کی وجہ سے بیماریاں بھی پھوٹ رہی ہیں۔ سوئی گیس پر نواز شریف نے بلوچستان سے زیادتی کی تقریریں کی تھیں، حالانکہ کوئٹہ اور بلوچستان کے دیگر علاقوں کی نسبت لاہور اور پنجاب کی آبادی سوئی کے زیادہ قریب تھی۔ اعتماد کا فقدان نہ رہے گا تو پورے پاکستان میں جہاں آبادی کا زیادہ دباؤ ہے اس کو دوسری جگہ منتقل کیا جا سکتا ہے اور خطہ کے کونے کونے کو خوشحال بنایا جا سکتا ہے۔ بداعتمادی کا ہی بیرونی دشمن فائدہ اٹھاتا ہے۔

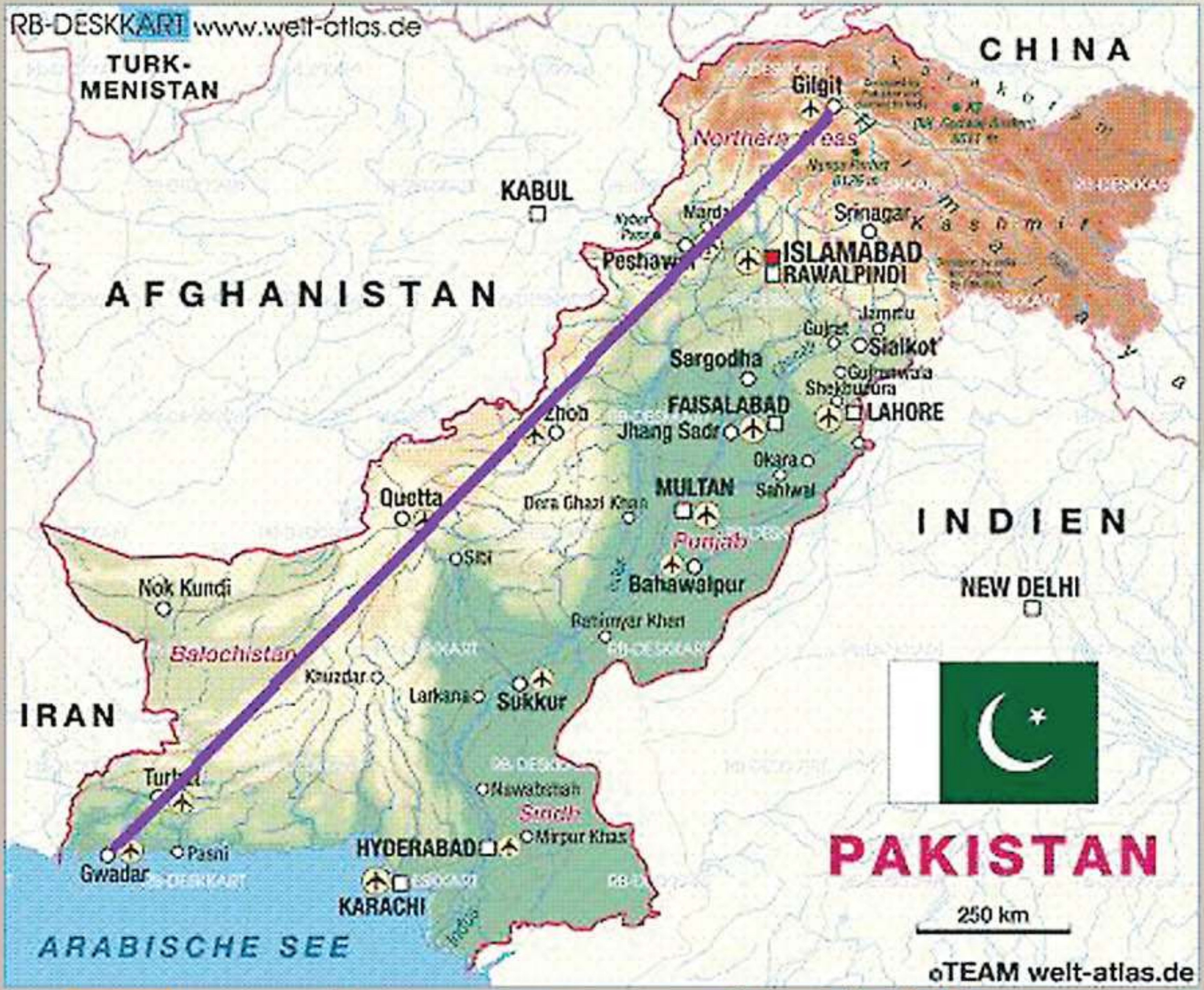

بیویوں میں سے کسی دوسرے مسلمان کو تحفہ میں دینا چاہے تو یہ جائز ہے اور اس کیلئے حدیث سے اس واقعہ کا حوالہ دیا ہے"۔ ارے! بیوی کوئی گائے بھینس تو نہیں کہ جس کو چاہو اس کی مرضی کے بغیر کسی کے حوالہ کر دو۔ مذہبی لوگوں کا دل ودماغ پتہ نہیں کیوں کام نہیں کرتا۔ ابوالاعلیٰ معریؒ کو تمام اسلامی علوم پر مکمل دسترس تھی لیکن بعد میں نالاں ہو کر گوشہ نشین ہو گئے۔ ان کا ایک شعر ہے کہ دنیا میں لوگ دو قسم پر تقسیم ہیں ایک وہ ہیں جن کا دین ہے مگر ان کے پاس کوئی عقل نہیں اور ایک وہ ہیں جن کے پاس عقل ہے مگر ان کا کوئی دین نہیں۔ جو بات حضرت علیؓ صلح حدیبیہ میں نہیں سمجھ رہے تھے تو خوارج کی علیحدگی پر امیر المؤمنین کا لفظ کاٹنے پر اسی کا حوالہ دیا، حضرت عمرؓ کو سنگساری پر اصرار تھا مگر حضرت مغیرہؓ کے مسئلہ پر حقائق کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

اہل تشیع کی مت ماری گئی ہے کہ قرآن میں خاتون کے اختلاف کو نبی ﷺ سے نہ صرف جائز تصور کیا گیا بلکہ فیصلہ بھی خاتونؓ کے حق میں ہوا۔ یہ ائمہ اہل بیت سے اختلاف کو بھی جائز نہیں سمجھتے اور نبی ﷺ کے جانشینوں کو بھی غلط فیصلے سے مبرا سمجھتے ہیں، اہل بیت سے اختلاف کرنے والے صحابہ کرامؓ پر بھی تبرا کرنا تقیہ کی گنجائش نہ ہو تو دین و مذہب اور عقیدہ و ایمان کا بنیادی تقاضہ سمجھتے ہیں۔ غزوہ بدر کے قیدیوں سے فدیہ لینے کا فیصلہ اکثریت کی بنیاد پر کیا گیا، جو رسول اللہ ﷺ کی منشاء کے بھی مطابق تھا لیکن اللہ نے فرمایا کہ نبی کیلئے مناسب نہیں کہ ان کے پاس قیدی ہوں یہاں تک کہ خوب خون بہائیں، تم دنیا چاہتے ہو اور اللہ آخرت چاہتا ہے، اگر اللہ پہلے سے لکھ نہ چکا ہوتا تو دردناک عذاب کا مزہ چکھاتا۔ جن لوگوں سے فدیہ لیا گیا ہے اگر ان کے دل میں خیر ہے تو اللہ بہتر بدلہ دے گا، اور اگر ان کے دل میں خیانت ہے تو اللہ تعالیٰ پہلے بھی ان سے نمٹ چکا ہے (سورہ انفال: 67)

قرآن کی ان آیات کی معتبر تفاسیر میں تفسیریں دیکھی جائیں تو عقل حیران ہو جاتی ہے کہ ایسی کم عقلی کا مظاہرہ کس طرح سے کیا گیا ہے۔ کسی نے لکھا ہے کہ نبی کیلئے یہ مناسب نہیں تھا سے مراد نبی ﷺ نہیں اسلئے کہ نبی کا ہر کام اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ لیکن یہ نہیں سوچا کہ اگر نبی ﷺ مراد نہیں تو کیا کوئی جھوٹا نبی مراد ہے؟۔ اگر نبی سے کوئی نامناسب بات نہیں ہو سکتی تو اللہ نے تو بہ نعوذ باللہ قرآن میں بھی جھوٹ بول دیا؟۔ کہیں پر لکھا ہے کہ دنیا طلب کرنے والے سے مراد نئے صحابہؓ تھے ورنہ اکابر صحابہؓ کیلئے ایسی سوچ رکھنا ایمان کے منافی ہے۔ مشورہ بڑوں نے دیا اور برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر۔ اسلام چونکہ اجنبی بن کر رہ گیا ہے اسلئے قرآن واحادیث کے واضح نقوش کے باوجود الٹی سیدھی احمقانہ باتوں کو تفسیر کا نام دیا جاتا ہے۔

قرآن وسنت میں یہ واضح ہے کہ غزوہ بدر میں مسلمان جہاد کیلئے نہیں قافلہ لوٹنے کیلئے گئے تھے، اللہ تعالیٰ نے انکے ہاتھوں سے انکے نہ چاہتے ہوئے بھی قافلہ نکال کر ان کی مدبھیڑ ان سے کئی گنا بڑے لشکر سے کرادی۔ اگر اللہ دونوں کو ایک دوسرے کی نظر میں کم نہ دکھاتا تو بھی یہ معرکہ قرآن کے مطابق برپا نہیں ہو سکتا تھا۔ جب اللہ نے فتح دی 70 کافر مارے اور 70 قید کر لئے گئے تو مشاورت سے فیصلہ کیا گیا کہ ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کے ذریعے سے مسلمانوں کا تزکیہ کرنا تھا ان کو علم وحکمت کی تعلیم دینی تھی، اسلئے یہ آیات نازل فرمائیں۔ اگر تنبیہ کیلئے یہ آیات نازل نہ ہوتیں تو مسلمان قیامت تک راہزنی اور اغواء برائے تاوان کو پیشہ بنا کر اسوہ حسنہ اور صحابہ کرامؓ کی سیرت کا حوالہ دیتے۔ دوسرا پہلو یہ تھا کہ مشرکین مکہ کو ڈرانا تھا کہ اگر آئندہ آئے تو رسول اللہ ﷺ بھی معاف نہ کریں گے۔ کہا جاتا ہے کہ بیٹی تجھ سے کہتا ہوں لیکن بہو آپ بھی سن لیں۔ اگر اللہ نہ چاہتا تو فیصلہ کرنے سے پہلے وحی نازل کر کے روک دیتا۔ تیسرا پہلو یہ ہے کہ جج جب کسی کے حق میں فیصلہ کرتا ہے تو پہلے اسی کے کمزور پہلو کو واضح کر دیتا ہے، اللہ نے یہ فیصلہ برقرار رکھا لیکن پہلے مسلمانوں کے کمزور پہلو پر بھی تنبیہ فرمائی۔ چنانچہ فیصلے کو برقرار رکھتے ہوئے کافروں کو تنبیہ فرمائی کہ اگر ان کے دل میں خیر ہے تو اللہ اس سے بہتر دیگا اور اگر خیانت ہے تو اللہ تعالیٰ پھر بھی نمٹ لے گا۔ قرابتداری کی محبت ایک فطری بات ہے لیکن ہم صحابہ کرامؓ سے حسن ظن رکھتے ہوئے یہی سمجھتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے قرابتداروں کو دیکھ کر معافی اور فدیہ لینے کی رائے دی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات کے ذریعے سے وہ سبق دیا کہ کوئی بھی مائی کا لعل یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ ہر طرح کی قرابتداریوں سے بالاتر ہے اور اس کو دنیا کی کوئی ضرورت نہیں، اور جب نبی ﷺ کے قتل کی خبر پر صحابہؓ کے پیر اُکھڑ گئے تو بھی اللہ نے تنبیہ فرمائی، **ومامحمد الا رسول قد خلت من قبله رسول أفان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم** کیا ان آیات کے بعد ڈاکٹر طاہر القادری کو یہ کہنے کا حق تھا کہ دوسرا طاہر القادری نہیں ملے گا؟۔

صحابہ کرامؓ کو ان آیات سے ایسا تزکیہ حاصل ہوا کہ حضرت ابوبکرؓ وحضرت عمرؓ کے ادوار آئے تو اہل بیت سے نہ چاہتے ہوئے بھی باغ فدک

چھین لیا، جو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور میں اہل بیت کے حوالہ کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ کا مرکزی شخصیت کے حوالہ سے جو مقام تھا وہ اہل بیت کا محض اسلئے نہ تھا کہ وہ گھر کے افراد تھے، حضرت عمرؓ نے فوجیوں کو بھی فتوحات کے بعد خلاف معمول بڑی بڑی اراضی دینے کیخلاف فیصلہ کیا۔ باغ فدک وہی تھا لیکن اہل بیت کے افراد بڑھ گئے۔ اسلئے لینڈ ریفارم کے تحت یہ فیصلہ بھی دونوں ادوار میں قابل فہم تھا۔ نہج البلاغہ کی عبارت میں حضرت عمرؓ کا کوئی عقیدت مند تصرف نہ کرسکتا تھا اور حضرت علیؓ نے جو کچھ فرمایا وہ تقیہ نہیں بلکہ دل و دماغ سے نکلنے والے الفاظ پر مشتمل ہے۔ اگر اہل تشیع اس کو عام کردیں اور پھر قرآن وسنت کے مجموعے کو فطرت کے قانون کے مطابق اچھے انداز میں دیکھنے کی کوشش کریں تو شیعہ سنی اختلافات اور تعصّبات نہ صرف دل ودماغ سے ختم ہوجائیں گے بلکہ اسلامی عمارت کا ڈھانچہ بھی ان اصولوں کے تحت استوار ہوگا جس سے امت مسلمہ کی قسمت جاگ جائے گی۔

اسلام مذہبی فرقہ نہیں سائنسی حقیقت بن چکا ہے

نبی اکرم ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ عجیب ایمان کے اعتبار سے کون ہیں، صحابہؓ نے عرض کیا کہ ملائکہ، فرمایا کہ ان کا ایمان کیوں عجیب ہوگا، وہ تو سب کچھ دیکھتے ہیں، عرض کیا کہ پھر انبیاء کرامؑ، فرمایا کہ وہ کیونکر ہوسکتے ہیں، ان پر تو وحی نازل ہوتی ہے، عرض کیا، پھر ہم، فرمایا کہ میں تمہارے درمیان میں ہوں، سب کچھ تمہارے سامنے ہے، پھر تم کیسے ہوسکتے ہو؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ ہی جانتے ہیں، ہمیں بھی بتادیجئے، نبی ﷺ نے فرمایا کہ ایمان کے اعتبار سے عجیب وہ ہیں جن کے پاس قرآن کے الفاظ کے سوا کچھ بھی نہ ہوگا، پھر بھی اس پر تمہارے جیسا ایمان رکھتے ہوں گے۔ اس حدیث کو مَیں نے پہلے اپنی کسی کتاب میں نقل کیا تھا، اور ایمان کی کیفیت کی وجہ سے سمجھ رہا تھا کہ پوری دنیا پر اسلام کے غلبہ پر یقین رکھنے کے حوالہ سے میرا اور میرے ساتھیوں کا ایمان واقعی عجیب ہے، کیونکہ تصویر کے خاتمہ، شرعی پردہ اور شرعی حدود کے اجراء پر ہمارا بھرپور ایمان اور یقین تھا۔ اب یہ بات سمجھ میں آئی ہے کہ اسلام اور ملا کی شریعت میں بڑا فاصلہ ہے، اسلام فطری دین ہے اور ملا غیرفطری دین کا بےعمل معتقد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ **ان اللہ عندہ علم الساعۃو ینزل الغیث ویعلم مافی الارحام و ما تدری نفس ماذا تکسب غدا وبای ارض تموت** ''بیشک اللہ کے پاس وقت کا علم ہے، وہ بارش برساتا ہے اور جانتا ہے کہ رحموں میں کیا ہے، کوئی نفس نہیں جانتا کہ کل کیا کمائے گا اور کس زمین پر مرے گا۔ حدیث میں ان پانچ باتوں کو مفاتیح الغیب یعنی غیب کی چابیاں قرار دیا گیا ہے۔ پہلے تین باتوں میں اللہ کے علم کا ذکر ہے کسی دوسرے کے علم کی نفی نہیں۔ سیکنڈ، دن، ہفتہ، ماہ، سال اور نوری سال سے لیکر قیامت تک وقت کا علم اللہ کے پاس ہے۔ **تعرج الملائکۃ والروح الیہ فی یوم مقدارہ خمسین الف سنۃ**، معراج میں نبی ﷺ نے وقت کے اضافی مقدار کا مشاہدہ بھی کیا۔ معروف سائنسدان آئن سٹائن نے نظریۂ اضافیت سے روزِ روشن کی طرح ثابت کردکھایا کہ الساعہ یعنی وقت واقعی غیب کی چابی ہے ویسے بھی وقت عام طور سے کائنات کے راز کھولنے اور غیبی علم کو مشاہدے میں لانے کا سب سے بہترین ذریعہ تھا، شب وروز، موسم اور دیگر معاملات سے کائنات کی سائنسی حقیقت تک پہنچنے میں وقت کے علم کا کردار مخفی نہیں جس کے بانی مسلم سائنسدان رہے۔ بارش کو علم غیب کی چابی قرار دینے کی سادہ مثال آسمانی بجلی کے ذریعہ مصنوعی بجلی کی تسخیر ہے جو غیبی علم کی بہت بڑی چابی ثابت ہوئی ہے، نبی ﷺ نے دجال کے ہاتھ میں بارش کی تسخیر کا ذکر فرما کر اس بات کی نفی کی تھی کہ یہ علم اللہ کے ساتھ خاص ہے، قرآن میں تسخیر کائنات کا بار بار ذکر ہے، دوسروں نے عقل وفطرت کے مطابق قرآن کے فلسفہ پر عمل کرکے نفع بخش چیزوں سے دوام وعروج حاصل کیا، ہم نے مذہبی مسائل کو اہل کتاب کی طرح مسخ کرکے ذلت وخواری کا راستہ اختیار کیا۔ ارحام کا اطلاق انسانوں اور جانوروں کے حمل سے نباتات کے بیج اور جمادات کے ایٹم کے ذرّہ سے لیکر کہکشاؤں تک ہر چیز پر ہوتا ہے۔ نت نئے جانور، پودے کی افزائش سے لیکر ایٹمی اور الیکٹرانک دنیا سے لیکر بلیک ہول تک کے علوم غیب کی کنجی ارحام کا منہ بولتا ثبوت ہے الٹراساونڈ سے ایمان خراب نہیں اسلام کی تصدیق ہوتی ہے۔ اسلامی اقتدار پر قابض حکمران اور فرقوں پر قابض مذہبی طبقات کو اپنے اپنے مفادات کی بجائے امت مسلمہ اور پوری دنیا کے شریف وسلیم الفطرت عوام کا احساس کرتے ہوئے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا کردار ادا کرنا ہوگا، جنرل راحیل شریف اور جمہوری سوچ رکھنے والے مل بیٹھ جائیں تو مسائل حل ہونگے۔

1996ء میں لکھی گئی ''اسلام اور اقتدار'' نامی کتاب کا ''پیش لفظ''

الحمد لله و الصلوٰة و السلام علیٰ حبیبهٖ خاتم الانبیاء و المرسلین

موجودہ دور میں جبری حکومتوں کے ماتحت اسلامی ممالک کو یکجا کر کے قرون اولیٰ کی تاریخ دہرانے کا مطالبۂ خیر **کلمۂ حق** کی حیثیت رکھتا ہے، جس پر افضل جہاد کا اطلاق ہوتا ہے۔ کلمہ حق کہنا ضروری امر ہے چاہے کسی کو کڑوا لگے۔ ہمارے لئے ایمان و عمل صالح کے ساتھ تواصوا بالحق حق بات کی تلقین بھی ضروری ہے، جس پر آزمائش کی منزل شروع ہوتی ہے اور نتائج مرتب ہونے تک تلقین صبر بھی لازمی ہے پھر اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہوگی۔ ان اللہ مع الصابرین ۔کلمۂ حق بلند کرنے سے جبری حکومتوں کے ذیلی مسلم ریاستوں کے ڈھانچے میں موجود باطل نظام کی ناپاک روح کی جگہ طرز نبوت کی خلافت قائم ہوجائے گی۔ و قل جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل كان زهوقاً اور کہہ دو کہ حق آیا اور باطل گیا بے شک باطل جانے ہی کیلئے تھا۔ کلمۂ حق زباں کی وہ جنبش ہے جس کے نتائج سے طاغوت لرزہ براندام ہے۔ ہمارا فرض بنتا ہے کہ عالم اسلام کے مسلمانوں کو یہ **نشان منزل** سے آگاہ کریں کہ اسلام اور اقتدار کا رشتہ کیا ہے؟ اور یہ رشتہ کس طرح سے استوار ہوسکتا ہے؟ اور ان کے سامنے قرآن واحادیث صحیحہ کی روشنی میں طرز نبوت کی خلافت کے قیام کی **بشارتِ عظمیٰ** کا ذکر کریں جس کا سہرا انشاءاللہ اہل پاکستان کے سر بندھے گا۔ اس سے اُمت مسلمہ میں شوق منزل بڑھے گا اور اُمت مرحومہ مایوسی سے نکل کر جادۂ منزل کی طرف رواں دواں ہوگی۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور فتنوں کا مقابلہ امت مسلمہ کی وہ **اساس** ہے جس کے ذریعے سے منفرد خصوصیت کا حامل ایسا اسلامی انقلاب برپا ہوسکتا ہے جو تمام انقلابات سے جدا اور ممتاز ہوگا۔ جس کے مضمرات میں ظاہری و باطنی اصلاح معاشرہ، اعلیٰ اخلاقی و روحانی اقدار اور بین الاقوامی عدل و مساوات کا جذبہ کارفرما ہوگا۔ جب تک اُمت اپنے **نصب العین** اتحاد و اتفاق اور وحدت ملت اسلامیہ کو نہیں اپنائے گی، اس وقت تک مسلمان اپنے ہی جغرافیائی، لسانی، مسلکی اور درآمد شدہ نظریاتی مفادات کے خول سے کبھی باہر نہیں نکلیں گے اور سادہ لوح عوام الناس حقوق کے نام پر چالاک عیار لوگوں کی استحصالی جنگ و جدل کی بھینٹ چڑھتے رہیں گے۔ نیکی و پرہیزگاری کے کاموں میں تعاون اور گناہ و زیادتی کے کاموں میں عدم تعاون امت کا وہ بہترین **طریقۂ کار** ہے جس کے ذریعے سے نیک و پرہیزگار لوگوں کی معاشرے میں پوزیشن مضبوط ہوگی اور گناہگار و ظالم یکے و تنہا رہ جائیں گے۔ جب طاقت کے توازن میں نیکی و پرہیزگاری کا پلڑا بھاری ہوجائے گا اور گناہ و زیادتی کا پلڑا ہلکا ہوجائے گا تو نیک و پرہیزگار لوگوں کے قدم زمین میں جم جائیں گے، نیکی و پرہیزگاری زور پکڑے گی اور گناہگاروں اور ظالموں کے پیر اکھڑ جائیں گے اور گناہ و ظلم کا خاتمہ ہو کر رہے گا۔ طرز نبوت کی خلافت کا قیام **منزل مقصود** ہے تاکہ دین حق دین اسلام تمام ادیان پر غالب آجائے اور فتح مکہ کی طرح نہ صرف مسلمانوں کو امن اور 'خوف سے آزادی' ملے بلکہ دشمنوں کیلئے بھی دنیا امن و سلامتی کا گہوارہ بن جائے۔ اسلام میں ظلم کے ختم کرنے کیلئے طاقت کا استعمال جائز بلکہ ضروری ہے لیکن غیر مسلموں کی مذہبی آزادی پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ لا اكراه فى الدين دین میں کوئی زبردستی نہیں۔ اسلئے اسلامی خلافت سے زمین و آسمان والے دونوں کے دونوں خوش ہوں گے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''ایسی امت ہرگز
ہلاک نہیں ہوگی جس کے اول میں مَیں
ہوں، آخر میں عیسیٰ اور درمیان میں مہدی
(نسائی، ابونعیم، الحاکم ابن عساکر
علامات قیامت اور نزول مسیح ؑ)

نبی کریمؐ نے فرمایا ''میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جارہا ہوں قرآن اور میری سنت'' (موطا مالک)

فرمایا ''اسلام کا آغاز اجنبیت کی حالت میں ہوا یہ پھر اسی کی طرف لوٹ جائیگا خوشخبری ہے اجنبیوں کیلئے''
فرمایا ''میرے بعد خلفاء ہونگے، پھر انکے بعد امیر ہونگے، پھر انکے بعد بادشاہ ہونگے پھر انکے بعد جابر بادشاہ ہونگے، پھر میرے اہلبیت میں سے ایک شخص نکلے گا وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیگا جیسا کہ وہ ظلم وجور سے بھر چکی ہوگی، انکے بعد قحطانی امیر ہونگے وہ عدل میں ان سے کم نہیں ہونگے'' (کنزل العمال)

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے لئے اللہ تعالیٰ نے دنیا کو ایسا اُٹھایا اور میں اس کی طرف دیکھ رہا ہوں اور جو کچھ بھی قیامت تک پیش ہونے والا ہے جیسے میں اپنی ہتھیلی کی طرف دیکھ رہا ہوں یہ ادوار جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (ﷺ) کیلئے روشن کر دیا جیسا کہ پہلے انبیاء کیلئے آپؐ سے قبل روشن کئے گئے تھے۔ (حدیث نمبر 2، الفتن، نعیم بن حماد)

علم اٹھ جانے سے پہلے علم حاصل کرلو........
تم پر علم کی اتباع لازم ہے... اور تم پر عتیق کی اتباع لازم ہے (سنن دارمی)

رسول ﷺ نے فرمایا جب دو عتیقوں کو اقتدار ملے گا ایک عرب کا عتیق اور دوسرا روم کا توان کے ہاتھوں جنگیں ہونگی (الفتن، نعیم بن حماد، حدیث نمبر 1315، 1350، 1418)

جبری حکومتوں کا دور
جمہوری شکنجہ 1924ء تاحال

بادشاہت کا دور
سلطنت عثمانیہ 1288ء تا 1924ء

امارت کا دور
بنوامیہ و بنوعباس 662ء تا 1258ء

خلافت راشدہ کا دور
تیس سالہ 632ء تا 662ء

نبوت ورحمت کا دور
مدنی زندگی 622ء تا 632ء

نبی کریمؐ نے فرمایا ''میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جارہا ہوں قرآن اور میرے اہلبیت'': (صحیح مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''یہ دین قائم رہے گا بارہ خلفاء تک ان میں سے ہر ایک پر امت کا اجماع ہوگا اور یہ سب قریش میں سے ہوں گے (ابوداؤد) ابھی تک یہ بارہ خلفاء وجود میں نہیں آئے ہیں جن پر امت کا اجماع ہوا ہو (الحاوی، علامہ جلال الدین سیوطیؒ) لوگوں کا امر باقی رہیگا یہاں تک کہ ان پر بارہ شخص حاکم ہوں یہ سب قریش میں سے ہونگے (متفق علیہ) بخاری ومسلم کی اس حدیث کو مشکوٰۃ شریف میں بھی درج کیا گیا ہے۔ اور اس کی تشریح میں یہ حدیث لکھی گئی ہے کہ ''مہدی کے بعد پانچ افراد حسنؓ کی اولاد سے ہوں گے اور پانچ افراد حسینؓ کی اولاد سے ہوں گے۔ آخری فرد پھر حسنؓ کی اولاد سے ہوگا۔ یہ بارہ امام سب کے سب عادل، ہادی اور مہدی ہوں گے (مظاہر حق، شرح مشکوٰۃ) امت پر جبر کرنے والے جبابرہ حکمران جابر کے بعد مہدی ہوگا، پھر منصور ہوگا، پھر سلام ہوگا، پھر امیر العصب ہوگا ان کے بعد جو کوئی موت پر قدرت رکھتا ہو تو مرجائے اور آپ ﷺ نے فرمایا ''جب میرے اہلبیت میں سے پانچواں مرجائے تو ہرج ہی ہرج ہوگا یہاں تک کہ ساتواں فوت ہوجائے۔ پوچھا گیا کہ ہرج کیا ہوتا ہے فرمایا کہ قتل اور یہ اسی طرح جاری رہیگا یہاں تک کہ مہدی کھڑا ہو۔ (الحاوی، ص63، جلد2) کتاب دانیال میں ہے کہ تین سفیانی کے مقابلے میں تین مہدی ہوں گے (الحاوی) میرے اہلبیت میں سے وہ بھی ہوگا جس کے پیچھے عیسیٰ نماز پڑھیں گے (الحاوی) مہدی کے بعد گیارہ ایسے مہدی اور آئیں گے جن کو حکومت ملے گی۔ (عصر ظہور، علی الکورانی)

مہدی امیر اول
منصور
سلام
امیر العصب
پانچواں اہلبیت
چھٹا اہلبیت
ساتواں اہلبیت
مہدئ دم
نواں اہلبیت
دسواں اہلبیت
گیارہواں اہلبیت
آخری امیر اور عیسیٰ ؑ

اُٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے — حق تجھے میری طرح صاحب اَسرار کرے
ہے وہی تیرے زمانے کا امامِ برحق — جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے

امام مہدی کی حدیثوں کے بارے میں
ترجمان السنۃ کا حاشیہ

''ہوسکتا ہے کہ جو ترتیب ہم نے اپنے ذہن میں قائم رکھی ہے حقیقت اس کے خلاف ہے...... اسلئے یہاں جو قدم اپنی رائے سے اُٹھالیا جائے اُس کو کتاب وسنت کے سر رکھ دینا ایک خطرناک اقدام ہے...... واقعہ کی پوری پوری تفصیل اور پوری پوری ترتیب بیان کرنا رسولؐ کا وظیفہ نہیں یہ ایک مؤرخ کا وظیفہ ہے۔ رسول آئندہ واقعات کی صرف بقدرِ ضرورت اطلاع دیتا ہے پھر جب ان کے ظہور کا وقت آتا ہے تو وہ خود اپنی تفصیل کے ساتھ آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں
(ترجمان السنۃ مولانا بدرِ عالم مہاجر مدنیؒ)

ترجمان السنۃ کے حاشیہ کے بارے میں

یہ حاشیہ مفتی نظام الدین شامزئی نے اپنی کتاب ''عقیدۂ ظہور مہدی'' میں نقل کیا ہے جس کا ذکر کرتے ہوئے کتاب کی تقریظات میں مولانا محمد یوسف لدھیانوی اور مفتی محمد تقی عثمانی نے خاص طور پر تائید کی ہے۔ اگر سمجھ ہو تو مہدی کے بارے میں احادیث کا نقشہ بفضل تعالیٰ پوری تفصیل کے ساتھ کتب احادیث میں موجود ہے